سیرتِ رسولِ ہاشمی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

قاضی ظاہر علی الہاشمی (ایڈووکیٹ)

Marfat.com

Marfat.com

سیرت رسول ہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم

DATA ENTERED

قاضی ظاہر علی الہاشمی (ایڈوکیٹ)

مکتبہ جمال
تیسری منزل، حسن مارکیٹ، اردو بازار لاہور
Cell: 0300-8834610/ Ph: 042-37232731
maktabajamal@yahoo.co.uk
mjamal09@gmail.com

Marfat.com

297-9921
Lb 28
12/113

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب: .... سیرت رسول ہاشمی ﷺ

مصنف : .... قاضی ظاہر علی الہاشمی (ایڈووکیٹ)

اہتمام : .... میاں غلام مرتضےٰ کھٹانہ

ناشر: .... مکتبہ جمال ○ لاہور

مطبع: .... تایا سنز پرنٹرز ○ لاہور

اشاعت : 2012ء

قیمت: .... 250 روپے

ملنے کا پتہ:

مکتبہ جمال

تیسری منزل، حسن مارکیٹ، اردو بازار، لاہور

Cell: 0300-8834610/ Ph: 042-37232731

maktabajamal@yahoo.co.uk
mjamal09@gmail.com

Marfat.com

نمبر شمار	فہرست مضامین	صفحہ
1	نسب مبارک	1
2	آباؤ اجداد	2
3	اہل عرب کی چند خوبیاں	5
4	خاندان مصطفےٰ	7
5	ظہور قدسی سے پہلے دنیا کی حالت	9
6	محمد مصطفےٰ کی آمد کے اشارے	10
7	فارقلیط	12
8	المنحمنا	13
9	سمرخ بن عمرو کی پیشگوئی	14
10	حضرت عبداللہ کا آمنہ سے نکاح	15
11	آمد مصطفےٰ	15
12	محمد نام رکھنا	17
13	ختنہ	19
14	حلیمہ کی گود میں	19
15	واقعہ شق صدر	21
16	6 سال کی عمر میں ماں مرجاتی ہے	21
17	دادا بھی فوت ہوجاتے ہیں	22
18	زبیر بن عبدالمطلب کا کردار	23
19	ابوطالب کا کردار	24
20	ابوطالب کی وصیت	24
21	محمد مصطفےٰ میدان عمل میں	25
22	عیسائی راہب بحیری سے ملاقات	26
23	معاہدہ حلف الفضول	26
24	فجار کی لڑائی میں شرکت	27

Marfat.com

25	فہم وفراست کا عظیم المثال مظاہرہ	27
26	حضرت خدیجہ کا فیصلہ	28
27	محمد مصطفیٰؐ کی خدیجہ سے شادی	29
28	بعثت نبوی	30
29	انسانیت کی تکمیل صرف وحی سے ہو سکتی ہے	32
30	وحی	33
31	پہلی وحی	34
32	دوسری وحی	36
33	اسلام کی دعوت تبلیغ	37
34	پہلے چار مسلمان	38
35	تین سالہ تبلیغ اسلام	38
36	دارارقم	39
37	یامعشر قریش	39
38	خاندان کی دعوت طعام	40
39	اُمت مسلمہ کے پہلے شہید	40
40	مسلمانوں پر ظلم وستم کی انتہاء	41
41	قل یا ایہا الکافرون	41
42	اہل کفار کی مزاحمت تحریک	42
43	ایک ہاتھ پر سورج اور دوسرے پر چاند	43
44	حبشہ کی طرف ہجرت اور جعفر کی شاندار وکالت	44
45	شعب ابی طالب میں محصوری	45
46	معجزہ شق القمر	45
47	سماجی بائیکاٹ کا خاتمہ	46
48	عام الحزن۔ ابو طالب اور خدیجہ کی وفات	46
49	طائف کا سفر	47

Marfat.com

50	حضورؐ کی شان رحمت العالمین	48
51	حضورؐ کی خدا آگے رقت آمیز دعا	48
52	حضرت سودہ بنت زمعہ سے نکاح	48
53	واقعہ معراج	49
54	معجزہ حبس شمس	53
55	سورۃ روم کی پیشنگوئی	54
56	اسلام مدینہ میں	55
57	ہجرت مدینہ میں	57
58	محمد مصطفیٰؐ سازش کے نرغے میں	58
59	شب ہجرت	58
60	محمد مصطفیٰؐ کے مکان کا محاصرہ	59
61	ابوبکر صدیقؓ کا اعزاز	59
62	سفر ہجرت کے چند واقعات	60
63	ابوبکر صدیقؓ یار غار	61
64	دودھ کی نہر	62
65	اُم معبد کی زبانی محمد مصطفیٰؐ کے حلیہ کی کہانی	62
66	سراقہ بن جعشم سو اونٹوں کے لالچ میں	63
67	16 سال بعد	64
68	خطبۃ التقویٰ	65
69	پہلی آذان دی جاتی ہے	65
70	سریہ سیف البحر	66
71	سریہ عبیدہ بن حارث	66
72	سریہ خرار	67
73	غزوہ ابواء ۲ھ	69
74	غزوہ سفوان	69

Marfat.com

75	غزوہ ذی العشیرہ	69
76	تحویل قبلہ	70
77	جنگ بدر، پس منظر	71
78	عبداللہ بن ابی کے نام قریش کا خط	72
79	محمد مصطفےٰؐ کو دھمکیاں دی جاتی ہیں	72
80	مسلمانوں پر حرم کے دروازے بند کئے جاتے ہیں	73
81	محمد مصطفےٰؐ کو اللہ کی راہ میں لڑائی کی اجازت	74
82	غزوہ بدر	74
83	جنگ بدر کے اثرات ونتائج	77
84	غزوہ بدر ۲ھ سے غزوہ احد تک	78
85	غزوہ بنی قینقاع	78
86	غزوہ قرقرۃ الکذر	79
87	قتل ابی عفک	79
88	غزوہ سویق	80
89	محمد مصطفےٰؐ کی پہلی بقرعید	80
90	۳ھ ایک جائزہ	82
92	غزوہ ذی امر	83
93	کعب بن اشرف کا قتل	83
94	غزوہ بحران	83
95	سریہ زید بن حارثہ	83
96	غزوہ احد	84
97	سیدنا حمزہ، سید الشہداء	87
98	حضرت وحشی۔ عکس کرم	87
99	محمد مصطفےٰؐ ابوبکر عمر وعلی کے دفاعی حصار میں	88
100	محمد خدا کے حضور	89

Marfat.com

101	عشق رسول کی چند لازوال مثالیں	91
102	قافلہ محمد ایک بار پھر مشکلات کے گرداب میں	91
103	غزوہ حمراء الاسد	92
104	۴ھ ایک نظر میں	92
105	سریہ ابوسلمہ	94
106	سریہ عبداللہ بن انیس	94
107	سریہ القراء	94
108	المیہ رجیع	95
109	نواسہ محمد کا انتقال	96
110	امام حسین کی ولادت	96
111	زید بن ثابت کو یہودی زبان سیکھنے کی ہدایت	96
102	حضور کا ام سلمٰی سے نکاح	97
103	غزوہ ذات الرقاع ۵ھ	99
104	غزوہ بنی مصطلق	99
105	المیہ افک	99
106	جنگ خندق	107
107	محمد مصطفٰے کی پیشنگوئی عمر فاروق کے ہاتھوں پایہ تکمیل	109
108	غزویہ بنی قریظہ	110
109	۶ھ ایک نظر میں	111
120	محمد مصطفٰے ہجرت کے چھٹے سال	112
121	غزوہ بنولحیان	112
122	سریہ غمر	113
123	سریہ ذوالقصہ	113
124	سریہ طرق	113
125	سریہ وادی القریٰ	113

Marfat.com

126	معاہدہ حدیبیہ ۶ھ	114
127	بیعت رضوان	115
128	نتائج واہمیت	116
129	دعوت تبلیغ	117
130	۷ھ ایک نظر میں	121
131	فتح خیبر	122
132	غزوہ خیبر کا تجزیہ	122
133	غزوہ خبر کی جھلکیاں	123
134	عائشہ کا آنچل، پرچم نبوی	124
135	فتح کتیبہ	125
136	کنانہ بن الحقیق کی بدعہدی	125
137	حضرت صفیہ سے شادی	125
138	عمرہ ذیقعدہ ۷ھ	128
139	محمد مصطفیٰ کا میمونہ سے نکاح	129
140	سریہ ابوالعوجا	129
141	جادو	130
142	محمد مصطفیٰ ہجرت کے آٹھویں سال میں	135
143	فتح مکہ	136
143	ابوسفیان ایک نئے روپ میں	138
144	جنگ موتہ	140
145	غزوہ حنین	142
146	غزوہ طائف	144
147	۸ھ ایک نظر میں	145
148	محمد مصطفیٰ ۹ھ میں	146
149	غزوہ تبوک	149

Marfat.com

150	حج اکبر ۹ ھ	154
151	حجۃ الوداع	155
152	عکس کرم	157
153	خطبہ غدیر خم	159
154	محمد مصطفیٰؐ کی جدائی کے اشارے	162
155	الوداع، الوداع	164
156	علالت آخری ۱۳ دن	166
157	آخری پانچ دن	166
158	آخری وصیتیں	167
159	آخری چار روز	167
160	آخری دو روز	168
161	اپنے آپ کو احتساب کیلئے پیش کرنا	168
162	محمد مصطفیٰؐ کوڑے کیلئے اپنی پیٹھ پیش کرتے ہیں	169
163	ایک دن پہلے	169
164	محمد مصطفیٰؐ کا اس دنیا میں آخری دن	170
165	عالم نزع عائشہ کا اعزاز	171
166	عزرائیل، محمد مصطفیٰؐ کی خدمت میں	172
167	ہائے ہائے میری اُمت	173
168	آخری خواہش	173
169	محمد مصطفیٰؐ کا گھرانہ	174
170	حضرت خدیجہ طاہرہ	174
171	سیدہ سودہ بنت زمعہ	175
172	حضرت عائشہ صدیقہ	176
173	بوقت شادی عمر عائشہ	181
174	حضرت زینب بنت جحش	183

Marfat.com

175	اُم سلمٰی	485
176	حضرت زینب بنت حزیمہ	186
177	حضرت جویریہ بنت حارث	186
178	حضرت صفیہ بنت حی	187
179	حضرت حفصہ بنت عمر	187
180	حضرت اُم حبیب رملہ بنت ابوسفیان	188
181	حضرت میمونہ بنت حارث	190
182	محمد مصطفےٰؐ کے معصوم صاحبزادے	190
183	سیدہ زینب	190
184	سیدہ رقیہ	192
185	سیدہ اُم کلثوم	193
186	سیدہ فاطمۃ الزہراء	194
187	حضرت ماریہ قبطیہ	196
188	دادے پوتا بھائی جعفر بن ابی طالب	197
189	داماد محمد مصطفےٰ ابوالعاص	202
190	داماد محمد مصطفےٰؐ۔ حضرت علی المرتضےٰ	207
191	واقعہ قرطاس سے یوم العماس تک	210
192	ابوبکر صدیق کا قائدانہ کردار	215
193	ثقیفہ بنی ساعدہ	217
194	جانشین محمد مصطفےٰؐ	222
195	النبی الامی	228
196	سیرت مصطفےٰ کے 50 موتی	231

Marfat.com

نسب مبارک

آقائے کُل محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ سرور کائنات، نبی آخر الزمان کا نسب مبارک سب سے اعلیٰ وارفع ہے۔

جب قیصر روم نے حضور علیہ السلام کے نسب کے متعلق ابوسفیان سے پوچھا کہ ان کا نسب کیسا ہے، تو قریش مکہ کے سردار ابوسفیان کو کہنا پڑا کہ "وہ ہم میں بہت ہی اچھے اور عالیشان نسب والا ہے" حضور علیہ السلام کا شجرہ نسب یہ ہے۔

محمد مصطفےٰ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔ جامع البخاری میں آپ کا نسب مبارک صرف عدنان تک ہی بیان کیا گیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام جب خود اپنے نسب شریف کو بیان کرتے تو عدنان تک رک جاتے اور اس سے آگے نہ جاتے۔

البتہ اس امر پر اتفاق ہے کہ عدنان حضرت اسماعیل بن حضرت ابراہیم کی اولاد سے ہیں مگر اس میں اختلاف ہے کہ عدنان سے حضرت اسماعیل تک تیس پشتیں ہیں یا چالیس پشتیں۔

حضور علیہ السلام عدنان سے آگے کے ذکر کو پسند نہ فرماتے تھے بلکہ طبقات ابن سعد میں حضرت عبداللہ بن عباس کے حوالے سے حضور علیہ السلام کی حدیث ہے کہ 'کذب النسابون (صفحہ 28 جلد 1) نسب دانوں نے غلط کہا۔ اور فرماتے

من اخبرہ بہ، کس نے ان کو خبر دی۔

امام مالک سے کسی نے پوچھا کہ کسی شخص کا اپنے سلسلہ نسب کو حضرت اسماعیل یا حضرت آدم تک پہنچانا کیسا ہے، تو آپ نے اس کو ناپسند فرمایا۔

جب حضور علیہ السلام نے بذات خود اپنا شجرہ نسب عدنان تک بیان فرمایا ہے اور اس سے آگے وہ نہیں گئے تو ہمارے علماء کو بھی اس کا احترام کرنا چاہیے اور تجاوز سے بچنا چاہیے، بہر حال اتنا کافی ہے کہ عدنان حضرت اسماعیل کی اولاد میں سے ہیں اور حضرت اسماعیل حضرت آدم کی اولاد سے۔

Marfat.com

مادری سلسلہ نسب۔

محمد بن آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرۃ یعنی کلاب پر آپ کے مادری پدری دونوں سلسلے ایک ہو جاتے ہیں۔

آپ کے آباؤ اجداد کا مختصر سا تعارف

(1) عدنان یہ اہل عرب کے مسلمہ سردار تھے، ان کے نام کے معنی ہیں قائم اور دائم رہنے والا آپ ملت ابراہیمی کے علمبردار تھے، حضرت شعیب علیہ السلام خطیب الانبیاء تھے آپ کی شعلہ بیانی اور موثر انداز تبلیغ کی وجہ سے انہیں یہ لقب دیا گیا ہے کوہ سراۃ کے پہاڑی سلسلے میں واقع ایک پہاڑ ''ضھور'' کے باشندوں نے حضرت شعیب کو حق بات کہنے کی پاداش میں شہید کر دیا، تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ارمیاء اور حضرت ابرضیاء علیہما السلام کے ذریعہ بخت نصر کو حکم دیا کہ وہ اس ظلم اور بغاوت کی پاداش میں اہل عرب پر چڑھائی کرے اور اسے سزا دے، ساتھ ہی یہ حکم دیا گیا کہ وہ عرب کے سردار عدنان کے بارہ سالہ بیٹے ''معد'' کی حفاظت کا پورا خیال رکھے، کیونکہ قدرت ان کی اولاد سے ایک عظیم الشان نبی پیدا کرنا چاہتی ہے۔ عرب فوج کی قیادت عدنان کر رہے تھے، ذات عرق کے مقام پر دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا، جس میں بخت نصر کو فتح نصیب ہوئی، دونوں نے اپنی اپنی فوجوں کو حکم دیا ہوا تھا کہ سرداروں کو قتل نہ کریں۔

(2) ''معد'' حضرت ارمیاء اور حضرت ابرضیاء اللہ کی ہدایت کے مطابق بارہ سالہ ''معد'' کو اپنے ساتھ لے آئے، اور ان کی تعلیم و تربیت کی، بخت نصر کی وفات کے بعد معد نبیوں کی معیت میں مکہ واپس آئے، فریضہ حج ادا کیا، اور اپنے منتشر خاندان کو مکہ میں یکجا کیا، آپ کے ماتھے پر نور نبوت چمکتا تھا۔

(محمد رضا مصری؛ محمد رسول اللہ P-11)

(3) نزار یہ معد کے بیٹے تھے، اور انتہائی خوبصورت تھے، ان کی پیشانی پر پیدائش سے ہی نور نبوت چمک رہا تھا۔ اس خوشی میں معد نے کثیر تعداد میں اونٹ ذبح کیئے اور پر تکلف دعوت کا انتظام کیا۔

(4) مضر یہ انتہائی خوبصورت تھے، ان کے چہرے پر نور مصطفےٰ جلوہ گر تھا، یہ بڑی خوبصورت آواز کے مالک تھے، یہ چار بھائی یعنی مضر، ربیعہ، ایاد اور انمار تھے۔

(5) الیاس۔ یہ عرب کے سردار تھے جملہ نزاعی امور کا فیصلہ یہی کرتے تھے، اور بقول محمد مصطفےٰ یہ اپنی قوم میں لقمان حکیم جیسے تھے۔ سب سے پہلے قربانی کا جانور بیت اللہ شریف لے جانے کا اعزاز انہیں ہی

Marfat.com

نصیب ہوا۔

(6) ''مدرکہ'' ان کا اصل نام عمرو یا عامر تھا، اور مدرکہ ان کا لقب تھا۔ انہوں نے ہر قسم کی رفعت عزت اور وقار کو پایا، لہذا انہیں یہ لقب دیا گیا۔ (تاریخ طبری P-189 جلد دوم)

(7) ''خزیمہ'' یہ مدرکہ کے بیٹے تھے ان کی والدہ کا نام سلمٰی بنت اسلم تھا، بقول امام محمد بن یوسف الصالحی ''لوگوں پر ان کے احسانات کا شمار نہیں کیا جا سکتا، ایک انسان میں جتنی خوبیاں ہو سکتی ہیں وہ سب ان میں موجود تھیں۔

(8) ''کنانہ'' کنانہ کا معنی ترکش ہے، جس طرح ترکش تیروں کو اپنے اندر چھپا لیتا ہے اس طرح انہوں نے بھی اپنی ساری قوم کو اپنے وجود میں سمو لیا تھا یعنی ان میں اتفاق و اتحاد پیدا کر دیا تھا۔ بہت عالم و فاضل تھے لوگ دور دور سے آپ کی زیارت کیلئے آتے تھے''۔

(9) ''نضر'' ان کا اصل نام قیس تھا۔ ان کے چہرے پر بے پناہ حسن تازگی اور رونق رہتی تھی جس کی وجہ سے وہ نضر کے لقب سے مشہور ہوئے۔ یہ کنانہ کی پہلی بیوی کے بھائی کی بیٹی کے ساتھ شادی کے نتیجے میں پیدا ہوئے۔ اور کنانہ نے اپنے باپ کی بیوہ کو رواجاً اپنی زوجیت میں لیا تھا۔ یہ اس سے پیدا نہیں ہوئے۔ یہ تاریخی مغالطہ غلط پیدا ہوا، اس سلسلے میں حضور علیہ السلام کا یہ فرمان ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ ''میں ابتداء سے ہی اسلامی نکاح کے مطابق ایک پشت سے دوسری پشت میں منتقل ہوتا رہا''

(10) ''مالک'' یہ عرب کے سردار تھے، ابوالحارث ان کی کنیت تھی، ان کی والدہ کا نام عاتکہ تھا ان ہی سے قریش کے قبیلے کا ارتقاء ہوا۔

(11) ''فہر'' ان کا لقب قریش تھا، یہ مکہ کے جملہ قبائل کے رئیس تھے، ان کی قیادت میں ہی اہل عرب اور شاہ یمن کی فوجوں میں کعبہ کے سلسلے میں گھمسان کی جنگ ہوئی۔ جس میں آپ کو کامیابی نصیب ہوئی اور یمن کی فوجوں کے سپہ سالار حسان بن عبدالکلال الحمیری کو جنگی قیدی بنا لیا گیا۔

(12) ''غالب'' ان کے دو بیٹے تھے، لوی اور تیم۔ تیم سے ہی بنو تیم قبیلہ مشہور ہوا۔

(13) لوی یہ غالب کے بیٹے تھے اور کعب کے باپ، ان کے متعلق تاریخ طبری کا یہ قول بڑا اہم ہے۔ وکان لوی حلیما حکیما نطق باالحکمة صغیرا۔ لوی کو اللہ نے بردباری اور حکمت کی صفات سے نوازا تھا اور بچپن سے ہی ایسے فقرے ان کی زبان سے نکلتے تھے جو ضرب المثل بن جایا کرتے تھے۔

(14) ''کعب'' کعب بن لوی، وہ تاریخ ساز شخصیت تھے جنہوں نے پہلی دفعہ جمعہ کے دن جمع ہونے کا طریقہ جاری کیا ان سے پہلے جمعہ کو یوم العروبہ کہا جاتا تھا۔

Marfat.com

وہ لوگوں کو جمعہ کے دن جمع کرتے اور ان سے خطاب کرتے، وہ کہتے کہ یہ چاند سورج، آسمان، زمین سب کچھ خدا نے ہی پیدا کیا ہے اور وہی حمد وثناء اور عبادت کے لائق ہے وہ فرماتے تھے کہ عنقریب میری اولاد میں سے ایک نبی آخرالزمان آنے والے ہیں، اگر تم ان کا زمانہ پاؤ تو ان کی ضرور اتباع کرنا۔

علی غفلة یاتی النبی محمد یخبر اخبار صدوقا خبیرھا،

یہاں سے حضرت فاروق اعظمؓ کا سلسلہ نسب حضور علیہ السلام کے ساتھ مل جاتا ہے۔

(15) ''مرۃ'' اس کے معنی تلخی کے ہیں جو شخص بہادر ہوتا ہے اسے مرہ کہا جاتا ہے کیونکہ یہ اپنے دشمنوں کیلئے کڑوا ہوتا ہے۔ مرۃ سے ہی حضرت صدیق اکبرؓ کا سلسلہ نسب حضور علیہ السلام کے ساتھ مل جاتا ہے۔

(16) ''کلاب'' یہ کتوں کے ساتھ بکثرت شکار کرتے تھے، اس لئے انہیں کلاب کا لقب دیا گیا ان کی کیفیت ابوزہرہ تھی اور نام حکیم تھا۔ عربی مہینوں کے موجودہ نام انہوں نے ہی تجویز کئے تھے۔ یہاں آ کر آپ کی والدہ ماجدہ کا شجرہ نسب آپ کے والد ماجد کے ساتھ مل جاتا ہے۔

(17) قصی۔ ان کا اصل نام زید تھا، انہوں نے لوگوں کو مکہ میں جمع کیا اس لئے قصی کا لقب دیا گیا، طبقات ابن سعد کے مطابق چونکہ یہ ابتداء میں غریب الدیار تھے اس لئے انہیں قصی کہا گیا یعنی ''دور افتادہ'' یہ 400ء کے قریب پیدا ہوئے۔ ان کے یہ اقوال تو آج بھی ہمارے مسائل کا حل ہیں، کہ شراب سے پرہیز کرو، وہ بدن کو درست کرتی ہے لیکن ذہن کو خراب کرتی ہے جو کمینے کی عزت کرے گا وہ اس کی کمینہ پن میں برابر کا شریک ہوگا اور جو اپنے حق سے زیادہ طلب کرے اسے کچھ نہ دو۔ حاسد تیرا چھپا ہوا دوست ہے۔

(18) عبدمناف۔ ان کا اصل نام مغیرہ تھا، انہیں بطحا کا چاند کہا جاتا تھا۔ ایک پتھر پر کندہ ان کی تحریر دریافت ہوئی کہ جس پر لکھا تھا۔ انا المغیرۃ بن قصی، اوصی قریشا بتقوی اللہ جل وعلا وصلة الرحم وکان نور النبی صلی اللہ وسلم یضی فی وجھه کان فی یدہ لوء نزار وقوس اسماعیل.

میں مغیرہ بن قصی ہوں میں قریش کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ اللہ سے ڈرتے رہا کریں، اور رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کریں نبی کریم کا نور ان کے چہرے پہ چمکتا تھا، ان کے ہاتھ میں نزار کا جھنڈا اور حضرت اسماعیل کی کمان ہوا کرتی تھی۔ عبدمناف کے چار بیٹے تھے، ہاشم، مطلب، عبدشمس، نوفل۔ یہیں سے ہی حضرت امیر معاویہ اور حضرت عثمان کا شجرہ نسب آپ سے مل جاتا ہے۔

(19) ''ہاشم'' حضرت ہاشم چار بھائی تھے۔ مطلب، عبدشمس، نوفل اور وہ خود، عبدمناف اور

Marfat.com

عبدالدار دو بھائی تھے زندگی میں انہوں نے ایک دوسرے کے حقوق کو تسلیم کیا مگر ان کے بیٹوں میں اختلاف پیدا ہو گیا، چنانچہ جرگہ کے ذریعے یہ طے پایا کہ۔ زمادہ، قیادہ اور سقایہ کے مناصب عبدمناف کے بیٹوں کو جبکہ حجابہ اور لواء کے منصب عبدالدار کے بیٹوں کو ملیں گے۔ اور عبدمناف کے بیٹوں میں ان مناصب کی اس طرح تقسیم ہوئی۔

گھوڑ سوار دستوں کی قیادت عبدشمس بن عبدمناف کو دی گئی جو بعد میں نسل در نسل یعنی امیہ، حرب، ابوسفیان اور پھر امیر معاویہ سے ہوتی ہوئی آ گے گئی، رفادہ کا منصب ہاشم بن عبدمناف، ان کے بعد عبدالمطلب، ان کے بعد زبیر اور ان کے بھائی، حضرت ہاشم اور عبدشمس جڑواں بھائی بھی تھے۔

جب یہ پیدا ہوئے تو حضرت ہاشم کا پاؤں عبدشمس کے سر کے ساتھ جڑا تھا۔ جنہیں الگ کرنے کیلئے تیز چاقو استعمال کیا گیا۔ تو خون کے قطرے ٹپکے۔ جس سے لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ ان کی اولاد میں سنگین قسم کی خونریزی ہوگی۔ پھر آگے دونوں خاندانوں میں تصادم کو دنیا نے دیکھا۔ حضرت ہاشم کے بہت ہی کارہائے نمایاں تھے وہ انتہائی سخی منتظم اور غریبوں بیکسوں کی حمایت کرتے تھے۔

یہ نوجوانی کے عالم میں ہی فوت ہو گئے تھے انہوں نے سلمٰی بنت عمرہ سے نکاح کیا تھا جس سے حضرت عبدالمطلب پیدا ہوئے۔

(20) حضرت عبدالمطلب اور ان کے بیٹے حضرت عبداللہ ان دونوں کا تذکرہ ساتھ ساتھ آئندہ چلتا رہے گا۔

اہل عرب کی چند خوبیاں

اہل عرب میں اگرچہ سیاسی، سماجی اور اقتصادی طور پر بے پناہ خامیاں تھیں لیکن ان میں چند خوبیاں بھی تھیں۔ جس معاشرہ میں محمد مصطفیٰ نے آنا ہے جس کیلئے روز اول سے بتدریج تیاریاں کی جارہی ہیں اس معاشرہ کی تصویر کا دوسرا رخ بھی دیکھ لیتے ہیں۔ کیونکہ محمد مصطفیٰ نے ان کا سامنا کرنا ہے ان سے گفتگو کرنی ہے ان کے ساتھ بحث وتمحیص ہونی ہے ان کے سامنے بولنا ہے تقریر کرنی ہے خطبہ دینا ہے چلو پہلے دیکھ لیتے ہیں۔

(1) بے پناہ ذہنی صلاحیت۔

اہل عرب کی ذہانت حد درجہ فقید المثال تھی، اس سلسلے میں ایک واقعہ پیش خدمت ہے اس سے آپ بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں کہ عربوں کے مقابلہ میں اس صفت کے تناظر میں کوئی قوم اس وقت یا ابھی یا کبھی

Marfat.com

بھی، پیش کی جا سکتی ہے ایک دولتمند تاجر اپنے دو غلاموں کے ساتھ کسی تجارتی سفر پر روانہ ہوا، راستہ میں دونوں غلام اس کے قتل کے در پے ہو گئے، تاجر نے جب دیکھا کہ یہ مجھے قتل کر رہے ہیں تو اس نے دونوں سے کہا کہ واپسی پر میرے گھر میری دو بچیوں کو یہ شعر سنا دینا۔ یہ کام کرنے کا وعدہ کرو تو مجھے بیشک مار ڈالو۔

شعر پر انہوں نے غور کیا تو بے ضرر سا محسوس کر کے انہوں نے وعدہ کر لیا چنانچہ اسے مار ڈالا گیا۔ غلام واپسی پر اس کے گھر گئے اور اس کی وصیت کے مطابق بچیوں کو اس کا یہ شعر سنایا۔

من مبلغ بنتی ان اباهما   لللہ در کما و در بیکما

یہ شعر سنتے ہی چھوٹی بچی نے آہ و فغاں شروع کر دی، لوگ جمع ہو گئے، بچی نے کہا کہ ان دو ملازموں نے ہمارے باپ کو قتل کیا ہے۔

پنچائیت نے پوچھا تمہارے پاس کیا ثبوت ہے، کم سن بچی کہنے لگی، دونوں مصرعے، نامکمل ہیں دونوں کے آگے ایک مصرعہ اور لگتا ہے، پنچائیت نے پوچھا، کہ تمہارے خیال میں اس شعروں کو اصل میں کیا ہونا چاہیے تھا، تو بچی کا جواب سنیں، اور اس کی ذہانت کو داد دیجئے، بچی نے کہا کہ ان شعروں کو ایسا ہونا چاہیے۔

من مخبر ان اباهما   امسیٰ قتیلا بالفلاۃ مجندلا

للہ در کما و در ابیکما   لن یبرح العبد انحتیٰ یقتلا

کون شخص ہے جو میری دونوں بچیوں کو یہ اطلاع دے کہ ان کے باپ کو قتل کر دیا گیا ہے اور اس کی لاش جنگل میں مٹی سے آلودہ پڑی ہوئی ہے۔

اے میری بیٹیو۔ تمہاری خوبیاں اور تمہارے باپ کی خوبیاں اللہ کیلئے ہیں ان غلاموں کو ہرگز نہ چھوڑا جائے یہاں تک کہ انہیں قتل کر دیا جائے۔ لوگوں نے تفتیش کی اور بالآخر انہیں قصاص میں قتل کر دیا گیا۔ (بحوالہ بلوغ الادب جلد اول P-32)

اب آپ دیکھیں ایسی قوم میں حضور آ رہے ہیں جو قوم انہی خوبیوں کی وجہ سے دیگر لوگوں کو گونگا (عجمی) کہتی تھی۔

(2) بے پناہ قوت حافظہ۔

اہل عرب کا حافظہ ایک مثالی حافظہ تھا، وہ اپنی نسل تو درکنار اپنے گھوڑوں کی نسب کو بھی بخوبی جانتے تھے، ادبی محفلوں، تہواروں کی تاریخ انہیں از بر تھی، ہزاروں شعروں پر مشتمل کوئی نظم ایک دفعہ سننے کے بعد

Marfat.com

انہیں یاد ہو جاتی۔ ان کی زبان اتنی وسیع ہے کہ صرف شہد کے 80 نام، سانپ کے 200 نام، شیر کے 500 نام، اونٹ کے ایک ہزار اور مشکلات و مصائب کے 4000 مترادف نام ہیں اس طرح آپ قیاس کر سکتے ہیں۔

ایک بادشاہ کے دربار میں ایک شخص نے وہیں کھڑے کھڑے 100 اشعار پر مبنی ایک سو قصیدے سنا دیئے تھے۔ اس طرح ان میں شجاعت، وفائے عہد کی شان غیرت وحمیت اور بے پناہ فصاحت و بلاغت کی بے مثل خوبیاں موجود تھیں۔

خاندان محمد مصطفےٰ۔ مرکزی حیثیت کا حامل خاندان

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ حضور علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل میں سے تھے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہی آپ کے متعلق خدائے بزرگ و برتر سے نہایت خشوع و خضوع سے دعا مانگی تھی، اور یہ بھی حقیقت ہے کہ مکہ میں حضرت ابراہیم کی شریعت کے گہرے اثرات تھے، اور یہ بھی ناقابل تردید حقیقت ہے کہ مکہ میں سب سے زیادہ قابل احترام، باوقار اور شان والا مقام خانہ کعبہ تھا، جس کے ساتھ کوئی آدمی جس قدر زیادہ وابستہ ہوتا، اسی قدر معاشرے میں اسکا مقام، اس کی اہمیت اور اس کی حیثیت ہوتی، اس لئے سیرت رسول ہاشمی کو صحیح طور پر ذہن نشین کرنے کیلئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جدوجہد اور مکہ و عرب کے معروضی حالات کو سامنے رکھنا نہایت ضروری ہے۔

اہل مکہ میں بنیادی اور کلیدی طور پر اس وقت تاریخی طور پر جو سربراہ خاندان تھا وہ قریش ہی سے متعلق تھا اور قریش ہی دراصل مکہ اور اس کے اردگرد جملہ علاقے میں ایک واضح اکثریت اور فیصلہ کن طاقت کے مالک تھے، سب سے پہلے اس خاندان اور قبیلہ قریش کی ہیئت ترکیبی پر کچھ گزارشات پیش خدمت کرتا ہوں۔ تاکہ یہ واضح ہو سکے کہ اس قبیلہ کی بنیادیں (Roots) وہاں پر کس قدر تھیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تعلق بنیادی طور پر عراق سے تھا، آپ کے ظہور کا زمانہ تقریباً 2100 قبل از مسیح کا بنتا ہے عراق اس وقت دنیا میں تہذیب و تمدن اور تجارت کا بہت بڑا مرکز تھا، حضرت ابراہیم نے جب حکم خداوندی کے باعث یہاں کلمہ حق کا اظہار کیا تو حکومت نمرود قبیلہ خاندان حتیٰ کہ ان کا اپنا والد بھی ان کا دشمن ہو گیا۔ جب آپ باز نہ آئے تو انہیں آگ میں پھینک دیا گیا جو کہ حکم خدا سے گل گلزار بن گئی۔ اس کے بعد آپ کے حالات قرآن خود بتاتا ہے کہ آپ ہجرت کر کے فلسطین (ملک کنعان) آ گئے۔ آپ کے ساتھ آپ کے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام بھی تھے۔

Marfat.com

حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک عالمگیر پیغمبر تھے۔انہوں نے اپنے مشن کی تبلیغ کیلئے مختلف علاقوں میں اپنے نائبین مقرر فرمائے۔اردن میں اپنے بھتیجے حضرت لوطؑ کو شام و فلسطین میں اپنے چھوٹے بیٹے حضرت اسحاق کو اور ملک عرب میں اس کام کیلئے حضرت اسماعیلؑ کو اس کام پر مامور کیا گیا۔پھر خدا کے حکم پر ان دونوں باپ بیٹے نے خانہ کعبہ کی تعمیر کا کام کیا۔

حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں حضرت یعقوب (اسرائیل) حضرت یوسف موسیٰ، داؤد، سلیمان، یحیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام جیسے پیغمبر پیدا ہوئے، جنہوں نے شام و فلسطین کو اپنا مرکز بنایا۔ جبکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی اولاد نے عرب کو ہی اپنا مرکز بنائے رکھا۔ان کی اولاد یہاں پھیلتی رہی اور ساتھ دوسرے قبائل کے ساتھ بھی اپنے بیاہ شادیوں کے رشتے استوار کیئے۔اس طرح تقریباً 2500/2600 سالوں میں ان کی اولاد کتنی بڑھی اور ارد گرد انکے سماجی تعلقات میں کتنا اضافہ ہوا اس کا اندازہ بخوبی کیا جا سکتا ہے۔میں اس کا تھوڑا سا جائزہ پیش کرتا ہوں۔

عدنان پر اس کے دوسرے بیٹے عک کی اولاد جمع ہو جاتی ہے اشعریوں سے ان کے تعلقات بن گئے ،اس طرح یمن میں ان کا اثر و رسوخ ہو گیا۔

معد پر بنی قضاعہ اور بنی اہاد جمع ہو جاتے ہیں۔

نزار پر بنی انمار بنی خثعم بجیلہ ،قبائل ربیعہ، بنی بکر، بنی وائل، نمر بن قاسط ، بنی عبدالقیس ،عنزہ۔

تغلب اور جدیلہ جیسے قبائل جمع ہو جاتے ہیں۔

مضر۔قیس سلیم، ماذن فزارہ، عبس ،اشجع ،مرہ ، ذبیان ،غطفان ،عقیل ،قشیر ،خثم ،ثقیفہ ، باہلہ، سعد بن بکر اور جملہ قبائل بنی ہوزان جمع ہو جاتے ہیں۔

الیاس بنی تمیم بنی حنبہ ،مزینہ ،خزاعہ ،اسلم ،عکل ،تیم قبائل جمع ہو جاتے ہیں۔

مدرکہ، ہذیل قبیلہ بنی حضرت عبداللہ بن مسعود جمع ہو جاتے ہیں۔

خزینہ۔بنی اسد قارہ اور قبائل بنی ایہون خزیمہ۔

کنانہ، بنی عبد مناۃ، بنی بکر، بنی ضمرہ، بنی مالک بنی ملکان بنی جدال بنی فراس، بنی فقیم۔

(بحوالہ سیرت سرور عالم۔از مولانا مودودی)

اس تفصیل سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ محمد مصطفیٰؐ کا خاندان پورے عرب میں مرکزی حیثیت کا حامل تھا۔جس کی تقریباً پورے عرب کے ساتھ بالواسطہ یا بلاواسطہ خونی رشتہ داریاں اور قریبی تعلقات تھے۔ منصب نبوت کیلئے محمدؐ کا انتخاب ہر لحاظ، ہر سوچ اور ہر زاویہ سے اپنے اندر بے پناہ حکمت سموئے ہوئے تھا۔

Marfat.com

ظہور قدسی سے پہلے دنیا کی حالت

محمد مصطفیٰؐ کے ظہور سے پہلے اس دنیا کی عجیب سی حالت تھی ہر طرف خزاں چھائی ہوئی تھی، ہر خوشی مرجھا گئی تھی، وہ سارے عہد و پیمان جو انسانوں نے مقدس رسولوں کے سامنے خدا سے کئے تھے۔ وہ سب ایک ایک کر کے توڑ دیئے گئے تھے لوگوں نے خدا سے اپنا رشتہ توڑ دیا تھا اور اسی بنا پر خدا کی رحمت بھی ان سے روٹھ گئی تھی۔ انسان کا ضمیر مر گیا تھا کوئی منظم حکومت نہ تھی۔ تہذیب و تمدن مٹ گیا تھا روایات دم توڑ گئی تھیں۔ مجوسیت کا دور دورہ تھا، جس کی لاٹھی اس کی بھینس، ہر قانون کی بنیاد تھی خدا کی وحدانیت غائب تھی۔ معمولی معمولی باتوں پر خونریز جنگوں کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہو جاتا تھا۔

عورت ایک جنس کی حیثیت اختیار کر گئی تھی۔ جانوروں کو درختوں سے باندھ کر تیراندازی کی مشق کی جاتی تھی دشمنوں کا جگر نکال کر چبا لیا جاتا تھا ان کے سروں میں شراب ڈال کر پی جاتی تھی۔ مقتولین کے اعضاء کاٹ لیئے جاتے تھے۔ حلال و حرام کی قطعاً کوئی تمیز نہ تھی وحشت اور بربریت اپنے انتہاء کو تھی۔ چھپکلی اور گدھے کا گوشت کھانے میں کوئی عار نہ تھا۔ بے حیائی عام تھی، مادرزاد ننگا ہو کر طواف کیا جاتا۔

دوستو اس دور ظلمت کا تصور کیجیئے،

جب شعور آدمیت تھا حجاب، اندر حجاب
جب نجوم و کہکشاں کا رخ تھا کجلایا ہوا
جب غبار آلود تھی پیشانی سرو و گلاب
زندگی تھی نشرخیز نشر بیز و نشر ریز
آدمی تھا محو عشرت، محو غفلت، محو خواب
اس قدر امڈا ہوا ابھرا ہوا سیلاب نفس
روح کی بستی اجاڑ اور قلب کا خانہ خراب
دفعتاً ظاہر ہوا توحید باری کا جمال
دست رحمت نے ہٹایا پردہ حسن عتاب

Marfat.com

محمد مصطفیؐ کی آمد کے اشارے

حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جتنے بھی پیغمبر تشریف لائے، وہ سب اپنے اپنے زمانے کی قوموں اور قبیلوں کی اصلاح واحوال کیلئے آئے، ان میں اتنی جامعیت کاملیت عملیت نہیں تھی اور نہ انہوں نے اس قسم کا کوئی دعویٰ کیا۔ آسمانی کتابوں میں تو واضح پیشگوئی کی گئی تھی کہ ابھی آخری نبی نے آنا ہے۔

اور ان کتابوں میں آپ کی آمد کی واضح علامات دی گئیں۔

یہی وجہ ہے کہ جب آپ تشریف لا رہے تھے، تو عیسائی اور یہودی علماء یہ سب محسوس کر رہے تھے کہ بہت بڑا واقعہ ظہور پذیر ہونے والا ہے۔

(1) مشہور واقعہ ہے کہ آپ کی ولادت والے دن ایک یہودی عالم مکہ کی گلیوں میں دیوانہ وار بھاگتا ہوا لوگوں سے پوچھتا رہا کہ بتاؤ۔ آج یہاں کون پیدا ہوا جب اسے پتہ چلا کہ حضرت عبدالمطلب کا پوتا پیدا ہوا جس کا باپ کچھ ماہ قبل فوت ہو گیا تھا۔ تو وہ یہودی چیخنے لگا۔ ''آج بنی اسرائیل قوم ہلاک ہو چکی ہے ان سے نبوت نکل گئی ہے آج نبوت قبیلہ قریش میں آ گئی ہے اور اس نبی کی آواز پوری دنیا میں تا قیامت گونجے گی''

(2) یمن کے بادشاہ ابراہہ نے خانہ کعبہ کے مقابلہ میں ملک یمن میں ایک عظیم الشان گرجا تعمیر کروایا اور اعلان کرا دیا کہ آئندہ لوگ اس میں حج کریں اور اس کا طواف کریں۔ انکار پر اس نے ساٹھ ہزار سپاہیوں اور لاتعداد ہاتھیوں کے ساتھ خانہ کعبہ پر حملہ کر دیا، جسے خالق کائنات نے ابابیلوں کے ذریعے ناکام بنایا، ابابیلوں کے جھنڈوں نے ہاتھیوں پر یلغار کر دی۔ ان کی پنجوں میں کنکریاں تھیں جو ہاتھیوں پر گریں۔ جس سے وہ سراسیمہ ہو کر پیچھے کی طرف بھاگے اور اپنے ہی لشکر کو روند ڈالا۔

اس واقعہ کو اصحاب الفیل کہا جاتا ہے، اس واقعہ کے پچاس دن بعد آپ نے آنا تھا۔ اس واقعہ کو قرآن شریف میں سورت الفیل میں بیان کیا گیا ہے۔

(3) حضور علیہ السلام کی پیدائش کی رات آسمان پر ایک انتہائی روشن سرخ ستارہ ظہور پذیر ہوا جس سے ہر سو روشنی ہی روشنی پھیل گئی۔ اس کو دیکھ کر یہودی علماء نے یقین جان لیا کہ آج وہ نبی آخر الزمان پیدا ہو رہا ہے، جس کی پیشگوئی آسمانی کتابوں میں کی گئی ہے۔ اس رات آسمان کے ستارے زمین کے اس قدر قریب آ گئے جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔

(4) شاہ ایران کے محل میں ایسا زلزلہ آیا جس سے اس کے 14 کنگرے گر گئے۔

Marfat.com

(5) ایران کے دارالسلطنت مدائن کے آتشکدہ کی ایک ہزار سال سے متواتر روشن آگ اچانک بجھ گئی۔

(6) دریائے دجلہ کا پانی کٹ کرارد گرد میں پھیل گیا۔

(7) بحیرہ ساوا کا پانی صاف خشک ہو گیا۔

(8) ابن سعد نے لکھا ہے کہ بچپن میں ایک دفعہ مقام ابراہیم پر قبیلہ بنی مدلج کے کچھ لوگوں نے آپ کو دیکھا یہ قبیلہ قیافہ شناسی کا ماہر تھا انہوں نے حضرت عبدالمطلب سے کہا کہ اس بچے کا خاص خیال رکھنا، کیونکہ ہم نے آج تک ایسا کوئی نشان قدم نہیں دیکھا جو مقام ابراہیم پر حضرت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نشان قدم سے اس قدر مشابہت رکھتا ہو۔ اس موقع پر حضرت ابو طالب بھی موجود تھے۔ عبدالمطلب نے حضرت ابو طالب سے کہا کہ یہ بات غور سے سنو اور ان کی حفاظت کرو۔

(9) حضرت آمنہ نے زمانہ حمل میں خواب دیکھا کہ ان کے اندر سے ایک ایسی روشنی کا ظہور ہوا جس نے پوری دنیا کو روشن کر دیا۔ ایک دفعہ انہیں خواب میں کہا گیا کہ تمہارے پیٹ کے اندر تمام جہانوں کا سردار ہے۔ جب یہ پیدا ہو تو اس کا نام ''محمد'' رکھنا۔

(10) ابن سعد نے ایک روایت نقل کی ہے کہ خواب میں آپ کا نام ''احمد'' رکھنے کی ہدایت کی گئی تھی۔

(11) چاہ زمزم اور عبدالمطلب کا خواب۔ بنو اسماعیل اور جرہم کے درمیان جنگ کے نتیجہ میں بنی جرہم غالب آ گئے، اور انہوں نے بنی اسماعیل کو مکہ سے باہر دھکیل دیا بنی جرہم نے بعد ازاں ظلم وستم کا بازار گرم کر دیا، نتیجتاً تمام عرب قبائل نے ان کے خلاف محاذ بنالیا۔ مجبوراً بنی جرہم کو مکہ سے نکلنا پڑا۔ نکلتے وقت انہوں نے آب زمزم کو ایسے بند کر دیا کہ اس کا نشان تک مسخ ہو گیا۔

بنی جرہم کے جانے کے بعد بنی اسماعیل مکہ میں آ گئے اور کسی کو زمزم کے نشان کا بھی پتہ نہ تھا۔ جب مکہ کی سرداری اور حکومت حضرت عبدالمطلب کے قبضہ میں آئی۔ چونکہ حضور علیہ السلام کی آمد کا وقت قریب آ رہا تھا۔ آب زمزم کو ظاہر کرنا تھا۔ لہذا خواب کے ذریعہ حضرت عبدالمطلب کو ہدایت کی گئی کہ فلانے نشان والی جگہ کو کھودو، چنانچہ انہوں نے اس جگہ کو کھود ڈالا۔ نیچے سے آب زمزم نکل پڑا۔ تو آپ نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا اور کہا کہ ھذا طوی اسماعیل۔ یہی اسماعیل کا کنواں ہے۔

(12) عبدالمطلب کی نذر۔ حضرت عبدالمطلب کا کنواں کھودتے وقت ایک ہی بیٹا ''حارث'' تھا جو ان کی مدد کر رہا تھا۔ آپ نے منت مانی کہ اگر اللہ مجھے دس بیٹے عنایت کرے تو میں ان میں سے ایک کو

Marfat.com

اللہ کی راہ میں قربان کروں گا۔

چنانچہ اللہ نے انہیں دس بیٹے عنایت کر دیئے ایک رات وہ خانہ کعبہ کے سامنے سو رہے تھے تو خواب میں کسی نے کہا کہ اے عبدالمطلب اس نذر کو پورا کیجیئے۔ جو آپ نے اس گھر کے مالک سے مانی تھی۔ چنانچہ ان دس بیٹوں کے نام پر قرعہ ڈالا گیا۔ تو حسن اتفاق سے قرعہ حضرت عبداللہ کے نام پر نکلا۔ اور حضرت عبداللہ کو ذبح کرنے کے لئے لے جایا گیا۔ سارے لوگ جمع ہو گئے اور انہوں نے کہا کہ دس اونٹ قربان کیجیئے اور حضرت عبداللہ کو چھوڑ دیا جائے۔ مگر پھر بھی قرعہ حضرت عبداللہ کے نام نکلا۔ اسی طرح آخری بار سو اونٹوں اور حضربت عبداللہ کے درمیان قرعہ دالا گیا۔ اس وقت قرعہ سو اونٹوں کے نام نکل گیا۔ اس طرح حضرت عبداللہ ذبح ہونے سے بچ گئے۔ بلکہ انہیں حضرت محمد مصطفیؐ کی آمد تک کیلئے بچایا گیا تھا۔ حضرت امیر معاویہؓ فرماتے ہیں کہ ہم ایک بار حضرت محمد صلعم کی خدمت میں حاضر تھے کے ایک اعرابی آیا اور آپ صلعم کو ان لفظوں سے خطاب کیا۔ ''یا ابن الذبحین'' دیگر اصحابی حیران رہ گئے کہ دو ذبیح کون ہیں۔ تو فرمایا ایک اسماعیل اور دوسرے حضرت عبداللہ۔

(13) سابقہ الہامی کتابوں میں یہ واضح پیشگوئی تھی کہ ''محمد رسول اللہ'' ''مولود بمکة ومهاجره يثرب وملكه بالشام'' محمد رسول اللہ مکہ میں پیدا ہوں گے، ہجرت مدینہ میں ہوگی اور ان کی حکومت اور سلطنت شام تک ہوگی۔

(14) یعقوب بن سفیان، حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک یہودی مکہ میں رہتا تھا پیدائش والے دن اس نے لوگوں سے پوچھا کہ تم میں آج کوئی ایسا بچہ پیدا ہوا ہے، جس کے دونوں شانوں کے درمیان ایک علامت ہے وہ دو رات تک دودھ نہیں پئے گا۔ جب تحقیق کی گئی تو پتہ چلا کہ واقعی یہ علامات موجود ہیں۔ تو یہ سن کر وہ یہودی بے ہوش ہو گیا۔

فارقلیط

''وانا اطلب امن الاب نيعطيكم فارقليط''۔ یوحنا صفحہ 14.15۔

محمد مصطفیٰؐ خدا کے سچے اور آخری نبی تھے۔ ان کی آمد سے ہزاروں سال قبل سے ہی مختلف انبیائے کرام اپنے صحیفوں، خطبوں، اور وصیتوں میں مسلسل پیشگوئیاں کرتے چلے آ رہے تھے۔ ان میں سے ہر ایک شخصیت نے واضح کہا کہ اس کی تعلیمات عارضی ہیں۔ اصل تعلیمات والی شخصیت عنقریب آ رہی

Marfat.com

ہے۔ حضرت عیسیٰ کے آسمانی صحیفہ میں فارقلیط کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ جس کی تحقیق بذات خود اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ یہ لفظ دراصل محمد مصطفیٰؐ ہی کے لئے استعمال کیا گیا ہے اور ان کے علاوہ اس کا مصداق کوئی نہیں ہوسکتا۔ اس کی تحقیق مختلف علماء اور سکالرز نے کی، لیکن آپ کی توجہ برصغیر ہندو پاک کے مشہور محقق، ادیب اور مفکر جناب سرسید احمد خان کی اس کاوش کی طرف مبذول کروانا چاہتا ہوں۔ جس کے لئے سرسید احمد نے اگست 1869ء میں اپنا سب مال متاع، جمع شدہ پونجی حتیٰ کہ گھر کے عام استعمال کی اشیاء بھی فروخت کر کے اس لفظ کی تحقیق کیلئے سفر لندن اختیار کیا تا کہ وہ سر ولیم میور لیفٹیننٹ گورنر آگرہ کی لکھی ہوئی کتاب Life of Muhammad میں لفظ فارقلیط کے حوالے سے وضاحت کا جواب دے سکیں۔

انہوں نے ثابت کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیشنگوئی کے مصداق صرف حضرت محمد مصطفیٰؐ ہی تھے اور اس پر انگلینڈ کے جملہ محققین کا اجماع ہے۔ حضرت عیسیٰ نے فرمایا تھا کہ فارقلیط نے فاران کی پہاڑیوں سے جنم لینا ہے۔ اور اس امر پر کوئی اختلاف نہیں ہے کہ فاران وہی پہاڑ اور میدان ہے جہاں کعبہ واقع ہے اور کعبہ مکہ میں ہے اور مکہ ہی جناب محمد کا مولد مقدس ہے۔ جناب محمدؐ کا مولد مقدس (وہ مکان جہاں آنحضرت کی پیدائش واقع ہوئی ہے) جو بعد ازاں عقیل بن ابی طالب کی ملکیت رہا۔ جو بعد میں ان کے خاندان سے ایک لاکھ دینار میں محمد بن قاسم کے والد نے خرید کر زیارت عام کیلئے وقف کر دیا تھا۔ فارقلیط عبرانی لفظ ہے۔ جو یونانی زبان میں پریکلیطاس بن گیا تھا۔ چنانچہ انجیل میں یہی نام درج ہے جس کے معنی ٹھیک وہی ہیں جو ''احمد'' کے ہیں یعنی قابل ستائش اور قابل تعریف۔

انجیل یوحنا باب ۱۶ کی اس عبارت پر غور فرمائیں۔ ''میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تمہارے لئے یہ بھلا ہے کہ میں چلا جاؤں اور میں نہ گیا تو پریکلیطاس تمہارے پاس نہ آئے گا۔'' ومبشرا برسول یاتی من بعد اسمه احمد''

''المنحمنا''

(انجیل) یوحنا کے باب 15 کی آیت 26 ملاحظہ فرمائیں۔ اور اپنے محمد مصطفیٰؐ کے ظہور کی پیشنگوئی ان کی آمد سے سینکڑوں سال پہلے حضرت عیسیٰ کی زبانی سنیں اور اپنے ایمان پر فخر کریں۔

''اور جب منحمنا اللہ کا رسول بن کر آئے گا اور وہ میری سچائی کا گواہ ہوگا''۔ اس کے بعد ملاحظہ فرمائیں۔

''المنحمنا بالسريانية محمد وهو باالرومية البرقليطس''

Marfat.com

منحمنا سریانی کالفظ ہے اس کا معنی "محمد" ہے رومی زبان میں اس کا ترجمہ برقلیطس ہے یعنی تعریف کیا گیا۔

But after me shall come splendour of all the prophets and holy ones. بحوالہ انجیل برناباس باب نمبر 17۔

Muhammad is his blessed name باب 112 میں حضرت عیسیٰ کی اس فریاد کو پڑھ کر محمد مصطفےٰؐ کی عظمت کو سلام کیجیئے۔

I shall abide in that dishonour for a long time in the world. But Muhammad shall come, the sacrod messenger of God. That infami shall taken away and this shall God do, because I have confessed.
The truth of the messiah. who shall give me this reward. that I shall be known to be alive and to be a strangar to that death of infami.

کافی عرصہ تک لوگ مجھے بدنام کرتے رہیں گے لیکن جب محمدؐ تشریف لائیں گے جو خدا کے مقدس رسول ہیں تب یہ میری بدنامی وہ اپنی حق گوئی سے ختم کریں گے۔ اور اللہ یوں کرے گا۔ کیونکہ میں اس کی صداقت کا اعتراف کرتا ہوں، وہ مجھے یہ انعام دے گا کہ لوگ مجھے زندہ جانیں گے۔ اور انہیں معلوم ہو جائے گا کہ میرا اس رسوا کن موت سے دور کا بھی کوئی واسطہ نہیں۔
آج ساری امت مسلمہ حضرت عیسیٰ کو زندہ سمجھتی ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ کے فرمان کے مطابق ایسی وضاحت محمد مصطفےٰؐ ہی کریں گے اور انہوں نے کی۔

سمرخ بن عمرو حمیری کی پیشنگوئی۔

قریش ایک طاقتور سمندر جانور کا نام ہے اس پر کوئی حاوی نہیں ہوتا اور وہ ہر ایک پر حاوی ہے اس بنا پر عرب کے ایک طاقتور قبیلہ کا نام قریش رکھا گیا ہے۔ آپ کی بعثت سے کافی عرصہ قبل عرب کے مشہور شاعر سمرخ بن عمرو حمیری نے کہا۔ وقریش ھی التی تسکن البحر۔ قریش ایک جانور ہے جو دریا میں رہتا ہے۔ بھا سمیت قریش قریشا۔ اس کے نام پر قریش کا نام رکھ دیا گیا۔ تاکل الغث والسمین

Marfat.com

الانترک الذی الجناحین ریشا۔ وہ دبلے پتلے جانور کو کھا جاتا ہے اور پر تک نہیں چھوڑتا۔ ولهم آخرالزمان نبی. یکثر القتل فیهمو د الخموشا۔ اور اسی قبیلہ قریش سے آخری زمانہ میں ایک نبی ظاہر ہوگا جو خدا کے نافرمانوں کو کثرت سے قتل کرے گا۔

حضرت عبداللہ کا حضرت آمنہ سے نکاح

حضرت عبدالمطلب نے حضرت عبداللہ کا فدیہ 100 اونٹ قربان کر کے دے دیا۔ اب انہوں نے حضرت عبداللہ کی شادی کا سوچا اس سلسلے میں ان کا انتخاب حضرت آمنہ بنت وہب بن عبد مناف تھا۔ جب یہ شادی کیلئے جا رہے تھے تو راستے میں یہودی عورت فاطمہ بنت مرہ ملی، یہ عورت آسمانی کتابوں کی عالمہ تھی۔ اس نے حضور علیہ السلام کو دیکھ کر ان کے چہرے پر ثبت نور نبوت کو پہچان لیا۔ اور کہا کہ آپ میرے ساتھ نکاح کریں۔ میں آپ کو سو اونٹ نذر کرونگی۔

حضرت عبداللہ۔ یہ پیشکش کیسے قبول کرتے۔ انہوں نے تو حضرت آمنہ سے شادی کرنی تھی۔ ''آمنہ کا لعل'' تو آمنہ سے ہی ہونا تھا۔ تو اس وقت محمدؐ کے باپ نے وہی کہا جو محمدؐ کے باپ کو کہنا چاہیے تھا۔ انہوں نے جواب میں فی البدیہہ یہ اشعار پڑھے۔

اما الحرام فالممات دونه — والحل لا حل فاستبينه

فكيف بالامر الذى تبغينه — يحمى الكريم عرضه ودينه

حرام کام کرنے سے موت آسان ہے۔ یہ کام بالکل جائز نہیں جس کو تو کرنے کا کہہ رہی ہے یہ مجھ سے کیسے ممکن ہے کریم النفس آدمی اپنی غیرت اور دین کی حفاظت کرنا جانتا ہے۔

حضرت عبداللہ کی شادی حضرت آمنہ سے کردی گئی۔ حضرت آمنہ چند ماہ کی حاملہ تھیں حضرت عبداللہ کسی تجارتی قافلہ کے ساتھ فلسطین گئے۔ واپسی پر مدینہ کے قریب بیمار ہوگئے اور انہیں مدینہ میں اپنی دادی کے خاندان بنی عدی بن نجار میں پہنچا دیا گیا۔ وہاں ایک مہینے کے بعد ان کا انتقال ہوگیا انہیں وہیں دارالنابغۃ الجعدی میں دفن کر دیا گیا۔

آمد مصطفیٰؐ

محمد مصطفیٰؐ، احمد مجتبیٰؐ، سرور کائنات، احمد رسل، دانائے سبل، خاتم الانبیاء، بروز سوموار بوقت صبح صادق موسم بہار اس دنیا میں تشریف لائے۔

Marfat.com

<u>تاریخ ولادت سعادت</u>۔ آپ کی ولادت سعادت کی تاریخ کے سلسلے میں ہمارے محققین نے اپنے اپنے طور پر خلوص نیت سے بے پناہ تحقیق کی۔ اور ان کی اس کاوش پر میں انہیں مبارک باد دیتا ہوں۔ اس سلسلے میں ان کی رائے گرامی کو میں قارئین کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

(1) امام ابن حریر طبری اپنی تاریخ طبری کے صفحہ 123 میں تحریر کرتے ہیں۔ ولد رسول صلی اللہ تعالیٰ یوم الاثنین عام الفیل لاثنیٰ عشرۃ لیلۃ مضت من شھر۔ ربیع الاول۔

رسول پاک بروز سوموار 12 ربیع الاول 1 عام الفیل، کو پیدا ہوئے۔

(2) مشہور مؤرخ علامہ ابن خلدون بھی اس تاریخ پر اتفاق کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان دنوں نوشیروان کی حکمرانی کا چالیسواں سال تھا۔

(3) بعض روایات جنہیں حضرت ابن ابی شیبہ، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت جانبر بن عبداللہ اور محمد بن اسحاق نے بیان کیا ہے کے مطابق آپ کی ولادت کی تاریخ 12 ربیع الاول 1 ھ عام الفیل کو ہوئی۔

(4) مشہور ماہر سیاست علامہ ماوردی اپنی شہرہ آفاق ''کتاب الاحکام السلطانیہ'' میں لکھتے ہیں ''آپ واقعہ اصحاب الفیل کے پچاس روز بعد بروز سوموار 12 ربیع الاول کو پیدا ہوئے''۔

(5) مشہور سیرت نگار محمد الصادق ابراہیم اپنی کتاب ''محمد رسول اللہ'' میں آپ کی پیدائش بروز سوموار 12 ربیع الاول، کسریٰ نوشیرواں کی عہد حکومت بمطابق 20 اگست 570ء بیان کرتے ہیں۔

(6) علامہ محمد رضا اپنی کتاب ''محمد رسول اللہ'' کے صفحہ نمبر 19 میں لکھتے ہیں کہ آپ سوموار کے دن فجر کے وقت 12 ربیع الاول 20 اگست 570ء کو پیدا ہوئے، اہل مکہ اس روز آپ کے مقام ولادت کی زیارت کیلئے جاتے ہیں۔ مولانا سید القدوس ہاشمی، مفتی اعظم مفتی محمد شفیع، پیر محمد کرم شاہ الازہری، نے بھی 12 ربیع الاول کی تاریخ کی تائید کی ہے۔

رائے نمبر (2) ۔ 9 ربیع الاول۔

(1) مشہور سیرت نگار مولانا حفظ الرحمان سوہاروی اپنے مضمون ''ظہور قدسی'' رسول نمبر سیارہ ڈائجسٹ کے صفحہ نمبر 216 یں تحریر کرتے ہیں کہ آپ صلعم 9 ربیع الاول مطابق 17 جون 569ء بروز سوموار بوقت صبح صادق پیدا ہوئے۔

(2) علامہ محمد سلیمان منصور پوری، اپنی کتاب رحمت اللعلمین میں تاریخ پیدائش 9 ربیع الاول تحریر کرتے ہیں۔

Marfat.com

(3) مشہور ماہر فلکیات محمود پاشا فلکی کی تحقیق کے مطابق درست تاریخ پیدائش 9، ربیع الاول ہی ہے۔(بحوالہ تاریخ حضری P-62)

(4) مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری اپنی کتاب ''الرحیق المختوم'' جو سیرت نبی پر دنیا بھر میں اول انعام یافتہ ہے' میں' تاریخ ولادت 9، ربیع الاول تحریر کرتے ہیں۔

(بحوالہ صفحہ نمبر 83)

(5) عثمان قریشی سیرت دانائے سبل (P-115) معراج انسانیت مصفنہ پرویز صفحہ 78، مولانا مودودی سیرت دوعالم صفحہ 94 اور پروفیسر قاضی طاہر الہاشمی کی تحقیق کے مطابق جناب کی درست تاریخ پیدائش 9 ربیع الاول ہی ہے۔

(6) تاریخ اسلام مصفنہ بشیر احمد تمنا میں آپ کی تاریخ پیدائش 9 ربیع الاول 1 عام الفیل 22 اپریل 571ء درج کی گئی ہے۔

(7) سید معین الدین ندوی (مصنف تاریخ اسلام) کے مطابق بھی جناب کی تاریخ پیدائش 9 ربیع الاول ہی ہے۔

(8) حمیدی، عقیل، یونس بن یزید، ابن حزم، محمد بن موسیٰ خوارزمی ابوالخطاب بن وحیہ، ابن تیمیہ، ابن حجر عسقلانی، بدرالدین عینی، علامہ شبلی نعمانی جیسے سیرت نگاروں نے 9 ربیع الاول ہی درست تاریخ پیدائش قرار دی ہے۔ بہر حال سوموار کے دن پر مکمل اجماع ہے۔ نیز حضور خود بھی اس دن ہمیشہ روزہ رکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ میری پیدائش کا دن ہے۔

ماہرین فلکیات اور حساب دانوں کی باقاعدہ تحقیق کے مطابق حضور علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر آج تک سورج گرہن و چاند گرہن اور دیگر جملہ عوامل کو مدنظر رکھتے ہوئے کسی بھی قاعدہ کلیہ اور حساب سے 12 ربیع الاول کو سوموار کا دن نہیں آرہا بلکہ 9 ربیع الاول ہی کو سوموار کا دن آرہا ہے۔

محمد مصطفیٰؐ کی درست تاریخ پیدائش کا تعین اہم ترین معاملہ ہے۔ اس لئے میں نے اس سلسلے میں دو مشہور ترین اقوال اپنے معزز قارئین کرام تک پہنچانے کی کوشش کی ہے، اصل حقیقت تو اللہ ہی بہتر جانتے ہیں۔

عریاض بن ساریہ سے روایت ہے کہ آپؐ کی پیدائش کے وقت آپ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ نے ایک نور دیکھا جس سے بصریٰ اور شام کے محل روشن ہو گئے۔

حضور علیہ السلام آرہے تھے وقت پر ایک ترتیب کے ساتھ ساری علامات، ساری بشارتیں یکے بعد

Marfat.com

دیگرے پوری ہورہی تھیں آپؐ نے جہاں آنا تھا جس جگہ آنا تھا جس گھر میں آنا تھا، جن لوگوں کے ساتھ رشتہ داریاں ہونی تھیں جس نے ان کی دائی ہونے کا شرف حاصل کرنا تھا، جس نے ان کی خدمت کرنی تھی، جس نے ان کے ساتھ کھیلنا تھا، بلکل ایک طے شدہ منصوبہ کے ساتھ خود بخود ظہور پذیر ہورہی تھیں۔

شام کے محل جس نور سے پیدائش کے وقت روشن ہونا ظاہر کئے گئے دیکھیں شام آپ کی زندگی میں ہی فتح ہوا۔

دیکھیں، جب چودہ کنگرے گرنے بیان ہوئے تو کسریٰ نے اطمینان سے جواب دیا کہ چودہ بادشاہوں کے گزرنے میں کئی زمانے لگتے ہیں۔ مگر وقت نے ثابت کیا کہ زمانے کو گزرتے کیا دیر لگتی ہے، دس سلطنتیں تو چار سال میں ہی ختم ہوگئیں۔ باقی چار بادشاہتیں حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان کے زمانہ خلافت میں ختم ہوگئیں۔

اس تاریخی وقت میں دائی کا فریضہ والدہ حضرت عبدالرحمان بن عوف شفا بنت عوف نے سرانجام دیا۔

محمدؐ نام رکھنا۔

آپ کی پیدائش پر پورے خاندان میں جشن منایا گیا، ایک چچا ابولہب (جو بعد میں سخت دشمن بنا) نے اس خوشی کے موقعہ پر اس لونڈی کو ان کی پیدائش کی خبر سنانے پر آزاد کر دیا۔

آپ کے دادا عبدالمطلب انہیں گود میں اٹھا کر انتہائی مسرت وانبساط کے عالم میں حصول برکت کیلئے خانہ کعبہ لے گئے اور ''محمد'' نام تجویز کیا۔ قبل ازیں حضرت آمنہ کو بھی یہی نام رکھنے کا اشارہ کیا گیا تھا۔ لوگوں نے اس نام پر حیرانگی کا اظہار کیا کہ ایسا نام تو پہلے کسی کا نہیں ہے۔ تو حضرت عبدالمطلب نے فرمایا کہ اس بچے کی ہر جگہ ہر وقت اور ہر کوئی تعریف کرے گا۔ ہر کام خاص ترتیب سے ہورہا تھا۔ آپ کا نام تو تخلیق دنیا سے پہلے ہی زمین پر ''محمد'' اور آسمان پر ''احمد'' رکھا جاچکا تھا۔

حضرت عبدالمطلب نے بھی پیدائش سے کچھ عرصہ قبل خواب میں دیکھا کہ ان کی پشت سے ایک زنجیر ظاہر ہوئی جو زمین آسمان، مشرق مغرب شمال جنوب تک پھیلی ہوئی تھی، کچھ دیر کے بعد وہ زنجیر درخت بن گئی جس کے ہر پتہ پر ایسا نور ہے جو سورج کے نور سے ستر گنا زیادہ تھا۔ کچھ لوگوں نے اس کی شاخوں کو پکڑا ہوا تھا۔

اور کچھ نے اس کی شاخوں کو کاٹنا چاہا تو ایک حسین وجمیل لڑکا آکر ان کو ہٹا دیتا ہے۔ اس وجہ سے لوگ اس کی قیامت تک حمد وثناء کریں گے۔ لہذا اس کا نام محمد رکھا گیا۔

Marfat.com

"محمدؐ" کا مادہ حمد ہے جس کے معنی کسی کے اخلاق حمیدہ اچھے اوصاف کمالات، فضائل اور محاسن کو محبت سے بیان کرنے کو کہتے ہیں۔ اسی طرح احمد کے معنی ہیں کہ مخلوق میں سب سے زیادہ خدا کی حمد اور ستائش کرنے والا۔

اور آپ سے زیادہ کس کی تعریف کی گئی اور آپ سے زیادہ کس نے خدا کی حمد و ثناء بیان کی۔ یہ اظہر من الشمس ہے۔

"ختنہ"

اس سلسلے میں مختلف روایتیں ہیں۔ مگر یہ روایت جو حضرت انس سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ حضرت محمدؐ نے فرمایا کہ میرا ستر کسی نے نہیں دیکھا۔ اور میں مختون پیدا ہوا ہوں۔ اس حدیث کو طبرانی، ابونعیم، ابن عساکر، علامہ زرکشی، حافظ مقدسی اور ابن عباس وغیرہ نے بھی بیان کیا ہے۔ میری اہل علم سے گزارش ہے کہ اس موضوع کو زیادہ نہ کھنگالیں۔ جب حضور از خود فرما رہے ہیں کہ میرا کسی نے ستر نہیں دیکھا۔ حضرت عبدالمطلب انہیں مختون ناف بریدہ، نظیف اور پاک صاف حالت میں دیکھ کر حیران رہ گئے۔

"رضاعت" ابتداء میں کچھ دنوں تک آپ کی والدہ نے آپ کو اپنا دودھ پلایا، بعد ازاں آپ کے چچا ابولہب کی ایک کنیز "ثوبیہ" نے انہیں کچھ دنوں تک اپنا دودھ پلایا۔ ولادت کے ساتویں روز مقامی رسم ورواج کے مطابق ان کا عقیقہ کیا گیا۔

اس وقت یہ رواج تھا کہ مکہ کے شرفائے قریش کے خاندان کی عورتیں اپنے بچوں کو عام طور پر اپنا دودھ نہیں پلاتی تھیں۔ اور اس مقصد کیلئے بدوی قبائل کی عورتیں معاوضہ پر یہ کام کرتی تھیں۔ اسی اثناء میں حسب معمول یہ بدوی عورتیں شہر آئیں اور بچے لے گئیں۔ آخر میں صرف آپ بچ گئے کیونکہ دوسری عورتیں یہ سمجھ رہی تھیں کہ یہ یتیم بچہ ہے اور معاوضہ شاید نہ ملے۔ اس طرح آپ کی پرورش کا اعزاز حضرت حلیمہ سعدیہ کو نصیب ہو جاتا ہے۔

محمد مصطفیٰؐ۔ حضرت حلیمہ کی گود میں

حسب دستور حضرت حلیمہ سب معاملات طے کر کے آپ کو اپنے ساتھ طائف اور مکہ کے درمیان چار پانچ روز کی مسافت پر واقع صحرا میں لے آئیں۔ اور حتی المقدور ان کی بھرپور پرورش میں مگن رہتیں۔ رضاعت کا مقصد اس کھلی فضاء میں اصل زبان سے آشنائی اور عربی تہذیب وتمدن سے آگاہی ہوتی تھی۔

Marfat.com

چنانچہ آپ ؐ نے حضرت حلیمہ کی گود میں صحرا کی آزاد اور صحت بخش آب و ہوا میں بالکل فطری طریقہ سے پرورش پائی۔

دو سال بعد حضرت حلیمہ انہیں مکہ لائیں تاکہ انہیں اپنی ماں کے حوالے کیا جا سکے۔ مگر پھر یہ طے پایا کہ انہیں دوبارہ حلیمہ کے ساتھ اسی صحرا میں واپس بھیج دیا جائے تاکہ وہ صاف ہواؤں میں شرافت آزاد، صاف دل، سادہ مزاج، فصیح اللسان اور فصیح البیان لوگوں میں رہ سکیں۔

حضرت حلیمہ سعدیہ کے مختصر سے گھرانے میں انکا شوہر حارث بن عبدالعزیٰ، بیٹا عبداللہ اور تین بیٹیوں انیتہ، حذیفہ، اور خذافہ پر مشتمل تھا۔ ان میں عبداللہ نے حضور علیہ السلام کے ساتھ دودھ پیا، خذافہ المعروف شیما نے گود میں لے کر کھلانے کی سعادت حاصل کی۔ اس طرح پانچ سال گزر گئے اور حضرت حلیمہ انہیں بادل نخواستہ مکہ لے آئیں۔ اور انہیں اپنی والدہ ماجدہ کے سپرد کر دیا۔

حضرت حلیمہ جب اس چھوٹے بچے کو اپنے پاس لے کر آئیں تو اس وقت سے معجزات رونما ہونا شروع ہو گئے اور باآسانی محسوس کیا جانے لگا کہ یہ بچہ کوئی عام بچہ نہیں ہے، اس سلسلے میں خود حضرت حلیمہ فرماتی ہیں کہ آپ کو گود لینے سے پہلے ہم بہت غریب تھے۔ علاقہ قحط زدہ تھا۔ گدھی چل پھر نہیں سکتی تھی، اونٹنی بالکل دودھ نہیں دیتی تھی۔ میری چھاتیوں میں دودھ نہیں اتر رہا تھا۔ اور میرا اپنا بچہ بھوکا رہتا تھا۔ جس سے وہ رات بھر روتا رہتا تھا۔ ہم سو بھی نہیں سکتے تھے۔ حضرت محمدؐ چونکہ یتیم تھے ان کی بیوہ غریب ماں سے کوئی عورت مناسب معاوضہ کی امید نہیں رکھ سکتی تھی۔ لہذا کسی اور عورت نے انہیں گود نہیں لیا۔

دوسری عورتیں بچے لے گئیں میرے لئے صرف یہی بچہ بچا تھا۔ میں نے اپنے خاوند سے مشورہ کیا کہ میں اسی بچے کو لے لیتی ہوں شاید اللہ تعالیٰ اسی میں برکت ڈال دے۔ چنانچہ میں بچہ لے کر آئی تو جب دودھ پلایا گیا تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ میری چھاتیوں میں بے پناہ دودھ اُمڈ آیا ہے اس وجہ سے میرے دوسرے بچے بھی وافر مقدار میں دودھ پینے لگے۔

اسی طرح جب میرے شوہر نے اونٹنی کا دودھ نچوڑنا شروع کیا تو اس نے کافی مقدار میں دودھ دیا۔ جسے ہم نے سیر ہو کر پیا۔ میرا شوہر پکار اٹھا اے حلیمہ واقعی تو نے بڑا ہی نیک بخت بچہ گود لیا ہے۔ گدھی بھی بالکل درست ہو گئی اور اچھا خاصا سامان اٹھا کر چلنے لگی۔ ہماری بکریوں کو بھی چارہ کھلا ملنے لگا۔ ہماری زندگی ہی بدل گئی تھی۔ ہم بہت خوشحال ہو گئے۔

Marfat.com

واقعہ شق صدر

حضرت حلیمہ فرماتی ہیں کہ ابھی کچھ ہی عرصہ گزرا تھا ایک دفعہ آپ ﷺ اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ بکریاں چرانے میں مصروف تھے۔ تو اسی اثناء میں میرا بیٹا دوڑتا ہوا آیا اور کہا کہ ابھی تھوڑی دیر پہلے دو سفید پوش آدمی آئے انہوں نے میرے اس قریشی بھائی کو پکڑا اور اس کا پیٹ چاک کیا اور کوئی چیز نکال کر لے گئے۔ یہی بات خود انہوں نے کہی کہ ان دو آدمیوں نے میرا پیٹ چاک کیا کوئی چیز نکال کر پھینک دی اور پیٹ کو ویسا ہی کر دیا۔

حضرت حلیمہ فرماتی ہیں کہ اس وقت ان کا رنگ فق ہو گیا تھا اس کے بعد ہم گھر آ گئے اپنے شوہر سے اس بات کا ذکر کیا تو میرا شوہر بڑا پریشان ہوا کہنے لگا اس بچے کو کچھ ہو نہ جائے۔ اس کو ہم واپس اس کی ماں کے پاس لے جاتے ہیں۔

چنانچہ ہم اس بچے کو لے کر حضرت آمنہ کے پاس چلے گئے اور ان سے سارا ماجرہ بیان کیا اور کہا کہ ہمیں ڈر ہے کہ شیطان انہیں کوئی نقصان نہ پہنچائے یہ سن کر حضرت آمنہ نے بڑے بااعتماد لہجہ میں فرمایا کہ میرے اس بچے کو شیطان کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ انہوں نے اس سے پہلے کے واقعات بتائے کہ میرے ساتھ بھی ایسے حیران کن واقعات پیش آئے۔

6 سال کی عمر میں ماں بھی مر جاتی ہے۔

آپ کی پیدائش سے پہلے آپ کے والد فوت ہو گئے۔ پیدائش کے چند دنوں بعد آپ مائی حلیمہ سعدیہ کے حوالے ہو جاتے ہیں۔ چھ سال تک وہ اپنے فرائض بخوبی سرانجام دے کر انہیں اپنی ماں کے سپرد کر دیتی ہیں۔

ماں نے انہیں جی بھر کر دیکھا بھی نہ تھا۔ مگر انہوں نے انہیں اس بچپن میں ہی کچھ اسرار و رموز بھی بتانے تھے۔ اور اس طرح انہوں نے جو پہلا فیصلہ کیا وہ یہ تھا کہ محمد مصطفےٰ ﷺ کو اپنے والد کی دادی کے خاندان سے متعارف کروایا جائے اور ساتھ ہی انہیں اپنے والد کی آخری آرام گاہ دکھائی جائے۔ چنانچہ وہ انہیں لے جاتی ہیں واپسی پر ابواء کے مقام پر آپ کی والدہ سارے ارمان سارے خیال اور سارے منصوبے دل میں لیئے فوت ہو جاتی ہیں ام ایمن اس یتیم بچے کو لے کر واپس مکہ پہنچتی ہیں یہ کتنا دلخراش سانحہ تھا۔ مگر قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ وہ اس بچے کو پوری کائنات کیلئے محبوب بنانا چاہتی تھی۔ اور جب بعد میں

Marfat.com

آپ ادھر سے گزرتے تو اپنی ماں کی قبر دیکھ کر مغموم ہو جاتے تھے اور وہ بچپن کا سارا منظر۔ ان کے ذہن میں گھوم جاتا تھا۔

محمد مصطفیٰ کے دادا بھی فوت ہو جاتے ہیں (8 عام الفیل)

محمد مصطفیٰ کی پیدائش سے پہلے ہی ان کے والد محترم جناب حضرت عبداللہ اس دار فانی سے کوچ کر جاتے ہیں۔ چھ سال کی عمر میں آپ کی والدہ سیدہ حضرت آمنہ غریب الوطنی میں فوت ہو جاتی ہیں۔ چھ سالہ بچہ اپنی ماں کے ہمراہ اپنے والد کی جائے وفات کے دیدار کیلئے اپنے گھر سے کوسوں دور جاتا ہے اور اس حالت میں ماں کا جدا ہو جانا۔ ظاہر ہے کہ کس قدر دردناک مرحلہ ہو سکتا ہے۔ واحد سایہ عاطفت چھن جانے کے بعد آپ کے قلب مبارک پر بہت گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ ام ایمن اس معصوم غمزدہ شہزادے کو لے کر مکہ معظمہ پہنچتی ہیں اور آپ کے دادا کو یہ جانکاہ خبر سناتی ہیں۔ عبدالمطلب اپنے اس معصوم بچے کو چومتے ہیں اور دل سے لگا لیتے ہیں 110 سالہ عبدالمطلب اب عمر کی آخری منزلوں میں ؛ اغ سحر تھے جو کسی بھی وقت بجھ سکتے تھے۔ مگر پھر بھی انہیں پتہ تھا کہ عظیم الشان خصائص سے مزین یہ بچہ جس نے تاریخ کا دھارا بدلنا تھا۔ کی حفاظت کیلئے دن رات اپنی ساری توانائیاں وقف کر دیں ہر وقت انہیں اپنے ساتھ رکھتے اپنے برابر بٹھاتے۔ اور اپنے ساتھ کھلاتے لیکن یہ سلسلہ کب تک چلتا۔ کبھی تو ختم ہونا تھا۔ اور بالآخر دو سال بعد ہی ختم ہو گیا۔

عبدالمطلب بھی فوت : و گئے دادا کی اس جدائی پر آپ پر بڑا گہرا اثر ہوا جنازے کا جلوس جا رہا تھا تمام مرد و زن گھروں سے نکل آئے تھے۔ دکانیں مارکیٹ بند ہو گئی تھی۔ قافلے رک گئے تھے۔ تمام عرب و شام کے خاندانوں کے نمائندے اس عظیم الشان والئی کعبہ۔ مہتمم کعبہ کے جنازے کو کندھا دینے کیلئے۔ دور دور سے آئے تھے۔

جلوس جا رہا تھا۔ جس میں یہ سبھی سفراء، شرفاء، اقرباء چل رہے تھے۔ مگر آخری کونے میں اصل سوگوار، ایک معصوم 8 سالہ شہزادہ دھیرے دھیرے، آہستہ آہستہ چل رہا تھا۔ اس وقت اسے اپنا باپ جسے اس نے دیکھا بھی نہیں تھا اور جو اس کا ارمان دل میں لیئے اس دنیا سے رخصت ہوا تھا۔ یاد آ رہا تھا۔ اس وقت۔ اسے وہ اپنی پیاری ماں بھی یاد آ رہی تھی جو اسے اس کسمپرسی کی حالت میں بھی۔ اپنے باپ کی جائے وفات دکھانے کیلئے اپنے ساتھ لے گئی تھی جو اس کے باپ اور اپنے جیون ساتھی کی قبر دیکھ کر اس دنیا میں رہنے کی بجائے اس کے پاس ادھر سے ہی چلی گئی یہ سارے صدمے یہ سارے غم، اس معصوم 8 سالہ بچے کی آنکھوں سے آنسو بن کے نکل رہے تھے۔

۱۲/۱۱۳

Marfat.com

عبدالمطلب کی وفات کے بعد۔ زبیر بن عبدالمطلب کا کردار

حضرت عبدالمطلب اپنی زندگی کی آخری سانس تک اپنے یتیم پوتے کی دیکھ بھال کا فریضہ سرانجام دے رہے تھے۔ اگرچہ حضرت عبداللہ ہمہ وقت تجارت سے وابستہ تھے، اور اسی سلسلے کے ایک سفر میں مدینہ میں ان کی وفات ہوئی تھی۔ حضرت محمدؐ ان کی واحد اولاد تھے۔ مگر ان کے مال و اسباب ادھر ادھر بکھرے ہوئے تھے۔

حضرت آمنہ حضور علیہ السلام کو مدینہ لائی تھیں۔ تو ان کے پیش نظر بھی ان سارے معاشی و سماجی روابط سے آگاہی ہی کا پہلو تھا۔

حضرت عبدالمطلب جب فوت ہوئے تو حضرت محمدؐ 8 سال، حضرت حمزہ ساڑھے آٹھ سال اور حضرت عباس دس سال کے تھے۔ اس طرح ان کی وفات کے بعد ان تینوں کی کفالت کا مسئلہ پیدا ہو گیا۔ جس کا حل کچھ اس طرح نکالا گیا کہ حضرت حمزہ کو ان کی والدہ ہالہ بنت زہیب (حضرت آمنہ کی سگی چچا زاد بہن) اپنے ہمراہ مدینہ لے گئیں۔ حضرت عباس کی پرورش ان کی والدہ تنیلہ بنت خیاب کرنے لگیں، جبکہ محمد مصطفیٰؐ کی سرپرستی ان کے دو چچاؤں یعنی زبیر بن عبدالمطلب اور ابوطالب کے حصہ میں آ گئی۔ جسے زبیر بن عبدالمطلب نے تقریباً چودہ سال تک نبھایا۔ وہ اپنے والد عبدالمطلب کی وفات کے بعد بڑے بیٹے ہونے کی حیثیت سے خاندان ہاشم کے سردار مقرر ہو گئے، وہ اپنے والد کے وصی بھی تھے جبکہ ان کی وفات کے بعد ابوطالب سرداری کے منصب پر فائز ہوئے۔

(بحوالہ المجر صفحہ 132 مصنفہ ابوجعفر بن حبیب)

جنگ فجار میں محمد مصطفیٰؐ نے ایک مصلح کی حیثیت سے حصہ لیا تھا، اس جنگ میں بنو ہاشم کے سپہ سالار زبیر بن عبدالمطلب ہی تھے شرع ابن الحدید کے مطابق زبیر بڑے تاجر صاحب ثروت رحیم اور انصاف پسند شخصیت کے مالک تھے، وہ نہایت بہادر اور فن حرب کے ماہر تھے۔

حلف الفضول کے بھی اصل محرک زبیر ہی تھے۔ جس میں محمد مصطفیٰؐ نے تاریخی کردار ادا کیا۔

بعض افراد نے زبیر بن عبدالمطلب کو حضرت محمدؐ کا سوتیلا چچا کہہ کر ان کی اہمیت کم کرنے کی کوشش کی ہے جو بالکل غلط ہے۔ زبیر بن عبدالمطلب حضورؐ کے سگے چچا تھے۔ کیونکہ حضرت عبدالمطلب نے جناب فاطمہ بنت عمرو بن عابد سے نکاح کیا اور ان کے بطن سے حضرت عبداللہ، زبیر، ابوطالب اور عبدالکعبہ چار بیٹے اور چھ بیٹیاں پیدا ہوئیں۔

(بحوالہ رحمت اللعالمین صفحہ 71 جمہرۃ الانساب مصنفہ ابن حزم)

Marfat.com

ابو طالب کا کردار

ابو طالب محمد مصطفیٰؐ کے حقیقی چچا تھے، حضرت عبدالمطلب کی وفات کے وقت زبیر بن عبدالمطلب ان کے بڑے بھائی زندہ تھے۔ اور عرب کی روایات کے مطابق خاندان بنی ہاشم کی سرداری کا اعزاز زبیر بن عبدالمطلب کے حصہ میں آیا، حضور علیہ السلام کے یہ دونوں صاحبان حقیقی چچا تھے۔ اس طرح یہ دونوں مشترکہ طور پر حضور علیہ السلام کی سرپرستی کا فریضہ سرانجام دے رہے تھے۔ میں یہاں کفالت کا مروجہ لفظ استعمال نہیں کروں گا۔ محمد مصطفیٰؐ سے مستفید اور فیض یاب بھی ہوئے۔

مگر کسی کا محمد مصطفیٰؐ پر احسان نہیں ہے۔ خدا نے اپنے اس محبوب کو کسی کا احسان مند نہیں بنایا۔ یہ پیدائش سے پہلے ہی یتیم ہو گئے۔ چھ سال کی عمر میں ماں چلی گئی آٹھ سال کی عمر میں دادا بھی چلے گئے۔ بائیس سال کی عمر میں ایک چچا زبیر بن عبدالمطلب چلے گئے اور دس نبوی میں دوسرے چچا ابو طالب بھی اس دنیا سے کوچ کر گئے۔ پیدائش کے بعد مائی حلیمہ کی گود میں گئے برکت سے ان کے اپنے بیٹے بھی پلنے لگے، ابو طالب کے پاس آئے تو ان کی برکت سے وہ بھی آسودہ حال ہو گئے، مشہور مورخ محمد حسین ہیکل لکھتے ہیں کہ ابو طالب کثیر العیال اور قلیل المال تھے۔ ابو طالب پاؤں سے تھوڑے لنگڑے یعنی معذور تھے (بحوالہ المعارف 252) وہ گھر میں عطریات تیار کرتے اور مکہ کے بازار میں فروخت کرتے۔ چچا کی حیثیت سے ابو طالب نے بھرپور کردار ادا کیا، وہ آپ کے دکھ سکھ غم اور خوشی میں ساتھ رہے، دھمکیوں کا مقابلہ کیا، ظلم کا سامنا کیا، مگر محمدؐ کا ساتھ نہ چھوڑا۔

ابو طالب جن کا اصلی نام عبد مناف تھا، مگر مشہور ابو طالب کی حیثیت سے ہوئے، طالب ان کا بیٹا تھا، جو کہیں کھو گیا تھا، مگر تاریخ میں انہیں شہرت اپنے بھتیجے محمد مصطفیٰؐ کی وجہ سے ہوئی کہ آپ ان کے چچا تھے۔ محمدؐ کا عکس جس پر بھی پڑا اسے رنگ گیا۔

ابو طالب کی وصیت 10 نبوی

ابو طالب کو حضور علیہ السلام سے بے پناہ محبت تھی، حتیٰ کہ آخری وقت جب انہیں قریش کے سردار ملنے آئے، تو آپ نے انہیں بھی وصیت کی کہ خانہ کعبہ کی تعظیم ہر صورت کی جائے، صلہ رحمی کرنا، کسی سے زیادتی نہ کرنا، اور محمدؐ کے بارے میں خصوصی وصیت کی کہ ان کے ساتھ بھلائی سے پیش آنا، اور ان کی دعوت قبول کرنا اور ان کی پیروی کرنا، اس پر محمد مصطفیٰؐ نے فرمایا کہ اے پیارے چچا جان، آپ اوروں کو تو نصیحت کر رہے ہیں کہ وہ میری دعوت قبول کریں یعنی اللہ کی معبودیت اور محمدؐ کی رسالت کا اقرار، مگر آپ

Marfat.com

خود ایسے نہیں کر رہے اور میری دعوت قبول نہیں کر رہے ہیں۔ اس پر ابو طالب نے فرمایا کہ میں یہ پسند نہیں کرتا کہ لوگ مجھے آخری وقت گھبرانے والا اور اکھڑنے والا قرار دیں۔

اور اہل قریش یہ رائے قائم کریں کہ میں نے صحت کی حالت میں کلمہ کو رد کیا اور موت کے وقت اسے اختیار کر لیا۔ ''لہٰذا میں اسلام قبول نہیں کر سکتا''۔ (بحوالہ ابن سعد۔ سیرت دو عالم مصنفہ سید ابوالاعلیٰ مودودی صفحہ نمبر 624) بخاری کتاب الجنائز باب 863، حدیث 1270، کتاب المناقب حدیث 1064، حدیث 1066، 1067، و سیرت دانائے سبل مصنفہ محمد عثمان قریشی صفحہ 138، مطابق حافظ تور بشتیؒ)

اسی بنا پر ابو طالب کی وراثت صرف طالب اور عقیل کو ملی، جو باپ کے منصب پر تھے اور ان کی وراثت حضرت علیؓ اور حضرت جعفرؓ کو نہیں ملی کیونکہ یہ دونوں مسلمان تھے۔ بحوالہ سیرت مصطفیٰ مصنفہ شیخ الحدیث مولانا ادریس کاندھلوی صفحہ 207)

حضرت محمد مصطفیٰ میدان عمل میں

نبی آخر الزمان ابتداء ہی میں دوہری یتیمی کا شکار ہو گئے، پیدائش سے پہلے ہی والد کا فوت ہو جانا اور پھر چھ سال کی عمر میں والدہ بھی فوت ہو گئیں آٹھ سال کی عمر میں دادا عبدالمطلب اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔

چچا ابو طالب نے ان کی سرپرستی کا فریضہ سنبھال لیا۔ وہ ان کا ہر طرح سے خیال رکھتے ان کا اپنا ذریعہ معاش بھی کچھ ایسا مستحکم نہ تھا۔ حضورؐ آٹھ نو سال ہی کے تھے مگر طبیعت حساس پائی تھی۔ ویسے بھی ان کی زندگی کو ہر لحاظ سے امت مسلمہ کیلئے تا قیامت ایک نمونہ بنایا جا رہا تھا۔ ان نازک لمحات میں حضورؐ نے اپنے گھر کو معاشی استحکام بخشنے کیلئے میدان عمل میں آنے کا فیصلہ کیا اور نو دس سال کی عمر میں اس وقت کا شرفائے عرب کے بچوں کا قابل فخر پیشہ ''گلہ بانی'' اختیار کر لیا۔ اونٹ بھیڑ بکریاں معاوضہ پر چراتے تھے۔ اس طرح ایک تو عرب کا روایتی پیشہ اختیار کیا۔ اس کے علاوہ گھریلو امور میں عملی طور پر شریک ہو کر معاشی جدوجہد میں حصہ لیا۔ اس کمسنی کی عمر میں آپ نے خود معاشی جدوجہد میں حصہ لیا۔ اور اپنے چچا اور سرپرست ابو طالب کو بھی معاشی استحکام بخشنے میں اپنا کردار ادا کیا، اور خود کسی پر بوجھ نہ بنے۔

Marfat.com

شام کے تجارتی سفر میں عیسائی راہب بحیریٰ سے ملاقات

حضور علیہ السلام نے آٹھ سال کی عمر میں ہی گلہ بانی اختیار کر لی تھی، اور وہ تجارت کے رموز و اسرار سے واقف ہو رہے تھے، اب اگلے مرحلے میں حضرت ابو طالب انہیں اپنے ساتھ شام کے تجارتی سفر پر لے گئے، اس وقت آپ کی عمر تقریباً بارہ سال کی ہو چکی تھی، شام کے سرحدی مقام بصریٰ میں بحیریٰ نامی عیسائی راہب سے آپ کی ملاقات ہوئی، اس نے اپنے کشف اور قیافہ کی طاقت سے اندازہ لگا لیا کہ یہ لڑکا بڑا ہو کر نبی آخر الزمان بنے گا، اور اس لڑکے میں وہ ساری علامات موجود ہیں جو الہامی کتاب میں آخری نبی کے متعلق بتائی گئی ہیں۔

اس راہب نے حضرت ابو طالب کو مشورہ دیا کہ اس لڑکے کو شام کے دوسرے ملکوں میں نہ لے جائیں مبادا کوئی پہچان کر تکلیف نہ پہنچائے۔ اس سفر کے دوران آپ نے یہود و نصاریٰ کے مذہبی پیشواؤں سے ملاقات کی۔

معاہدہ حلف الفضول (20 عام الفیل)

یہ معاہدہ حضور علیہ السلام کی کوششوں سے سرانجام پایا، حضور اس وقت تقریباً بیس سال کے ہوں گے اس وقت قبیلہ بنو زبید کے ایک شخص نے بوقبیس کی پہاڑی پر چڑھ کر اپنی مظلومیت کی دہائی دی، کہ مجھ سے مکہ کے ایک رئیس عاص بن وائل نے مال خرید اگر قیمت ادا کرنے سے انکار کر دیا۔

کسی نے میری مدد نہیں کی، اب میں پہاڑی پر چڑھ کر عوام الناس سے اپیل کر رہا ہوں کہ میرے ساتھ ظلم ہوا۔ یہ سن کر حضرت زبیر بن عبدالمطلب اور محمد مصطفیٰ نے قبیلہ قریش کے کچھ اچھے افراد کو ایک مکان پر جمع کیا اور ان سے یہ عہد لیا کہ مظلوموں کی مکمل حمایت کی جائے گی ظلم کا مقابلہ کیا جائے گا اور اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھا جائے گا جب تک مظلوم کی دادرسی نہ ہو جائے، چنانچہ اس معاہدہ پر فوری طور پر عمل کیا گیا اور عاص بن وائل سے اس زبیدی کا حق دلوایا گیا۔

اس معاہدہ میں جو لوگ شامل تھے ان کے نام "فضل" کے مادہ سے مشتق تھے مثلاً فضیل بن حرث، فضیل بن واعتہ، مفضل وغیرہ۔ اس لئے تاریخ اسے معاہدہ حلف الفضول کے نام سے یاد کرتی ہے۔

یہ معاہدہ ہمارے نبی کی قبل از نبوت کا ایک تاریخی شاہکار کی حیثیت رکھتا ہے اور ان کے ظلم زیادتی طاقت کے خلاف بیکسوں، ناداروں اور مظلوموں کے حق میں عزم کو واضح کرتا ہے۔

Marfat.com

آخر تک آپ اس معاہدے کو سراہتے رہے، اور کہتے تھے کہ اگر اس معاہدہ میں شرکت سے روکنے پر مجھے پورا جہاں بھی دے دیا جاتا تب بھی میں کبھی نہ رکتا۔

فجار کی لڑائی میں شرکت

رجب شعبان اور رمضان میں اہل مکہ خصوصاً قبیلہ قریش جنگ و جدل سے احتراز کرتا مگر بنو قیس نے ان پر جنگ مسلط کر دی تھی۔ حضور علیہ السلام اس ماحول میں رہ کر بھی اپنی قوم کی بری عادتوں سے الگ تھلگ رہتے رقص و سرور کی محفلوں سے اجتناب کرتے تھے۔ اور ان کے نام پر ذبح شدہ جانوروں کا بھی گوشت نہیں کھاتے تھے، البتہ ورزشی کھیلوں میں حصہ لیتے تھے۔

زندگی کے اس دور میں قریش اور بنو قیس کا معرکہ گرم ہو گیا۔ قبیلہ قریش کی قیادت حرب بن امیہ کر رہے تھے، اس میں خاندان بنو ہاشم کے لوگ بھی حضور علیہ السلام کے چچا زبیر بن عبدالمطلب کی زیر قیادت شامل ہوئے، حضرت ابو طالب، حضرت حمزہ اور حضرت عباس بھی اس لڑائی میں شامل تھے۔

حضور علیہ السلام نے اس لڑائی میں کوئی تیر نہیں چلایا اور نہ ہی تلوار کھینچی، آپ اپنے چچاؤں کو دشمن کے تیروں سے بچانے کی کوشش کرتے رہے یہ جنگ چونکہ حرمت والے مہینوں میں ہوئی اس لئے تاریخ اسے "جنگ فجار" یعنی نافرمانی اور سرکشی کی جنگ سے یاد کرتی ہے۔

بالآخر مقتولین کے خون بہا ادا کرنے کی شرط پر صلح ہو گئی۔ یہ تقریباً 20 عام الفیل کا واقعہ ہے۔ آپ کی عمر مبارک اس وقت تقریباً بیس سال ہو گی۔

فہم و فراست کا عظیم المثال مظاہرہ

خانہ کعبہ کی عمارت خستہ ہو گئی تھی، فیصلہ ہوا کہ از سر نو تعمیر کی جائے تعمیر کے بعد حجر اسود کو اپنی اصلی جگہ نصب کرنے کا معاملہ درپیش آیا ہر ایک کی خواہش تھی کہ یہ سعادت اس کے حصہ میں آئے تنازعہ اس حد تک طول پکڑ گیا کہ ہر ایک نے تلواریں کھینچ لیں اور قریب تھا کہ خانہ کعبہ کو خون سے نہلا دیا جاتا۔

ایسے وقت ایک بوڑھے عربی امیہ بن مغیرہ نے تجویز پیش کی کل علی الصبح جو بھی شخص سب سے پہلے خانہ کعبہ میں داخل ہو اس شخص کو ثالث بنا دیا جائے اور اس کا ہر فیصلہ تسلیم کر لیا جائے امیہ بن مغیرہ کی اس تجویز کو مان لیا گیا۔

Marfat.com

اگلی صبح سب سے پہلے جو شخص خانہ کعبہ میں داخل ہوئے وہ حضرت محمد مصطفیٰؐ تھے۔ سب لوگوں نے سکھ کا سانس لیا اور کہا کہ ''امین'' آ گیا ہے۔ اس کا فیصلہ انتہائی انصاف پر مبنی ہوگا۔ آپ نے ایسا تاریخی فیصلہ سنایا کہ ہر شخص مطمئن ہو گیا، لڑائی اور انا کی کیفیت ختم ہوگئی آپ نے ایک بڑی چادر پھیلائی اور اس پر حجر اسود کو اٹھا کر رکھ دیا پھر موجود ہر خاندان کے ایک ایک نمائندہ کو بلایا گیا اور ان سے کہا گیا کہ وہ چادر کو مشترک طور پر پکڑ کر اسے اصل مقام تک لائیں اور پھر خود حجر اسود کو اٹھا کر اپنے اصل مقام پر نصب کر دیا۔ اس طرح آپ کی بصیرت سے خوش اسلوبی سے معاملہ طے ہو گیا اور لوگ بھی مطمئن ہو گئے کہ انہوں نے اس عمل میں بذات خود حصہ لیا۔

حضرت خدیجہؓ کا فیصلہ

حضور علیہ السلام کی سچے اور امین کی حیثیت سے شہرت ہر سو پھیل گئی ان کا ایک انتہائی غریب خاندان سے تعلق تھا ماں باپ دادا ابتدائی ایام ہی میں فوت ہو گئے تھے۔ آپ نے محنت مزدوری شروع کر دی تھی، معاوضہ پر بھیڑ بکریاں چرانا، لوگوں کے مال کو دوسرے شہروں تک لے جانا اور وہاں سے ان شہروں کے سامان کو اپنے شہر لانا۔ لیکن اس سارے کام میں محنت ذہانت امانت صداقت کے عناصر کو بنیادی اصول گرادننا، یہ ان کی ایسی منفرد المثال صفات تھیں جنہوں نے انہیں معاشرے میں ایک امتیازی حیثیت دے دی، اور ایسے میں ....

حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ جو انتہائی دولت مند بیوہ تھیں نے حضور علیہ السلام کو پیشکش کی کہ وہ ان کے ساتھ مل کر تجارت کریں اور سامان لے جائیں، حضور علیہ السلام رضا مند ہو گئے، چنانچہ آپ حضرت خدیجہ سے شراکت کی بناء پر مال لے کر ''شام'' چلے گئے اس سفر میں حضرت خدیجہ کا ایک غلام میسرہ بھی آپ کے ساتھ تھا واپسی پر بے پناہ منافع ہوا۔ اور آپ نے یہ سارا منافع حضرت خدیجہ کو دے دیا۔ حضرت خدیجہ ان کی امانت اور صداقت سے بے حد متاثر ہوئیں ان کے غلام میسرہ نے بھی راستے میں حیران کن واقعات سے حضرت خدیجہ کو آگاہ کیا۔ اس واقعہ سے حضرت خدیجہ نے اپنی زندگی کے متعلق ایک اہم فیصلہ بھی کر لیا۔

Marfat.com

محمد مصطفیٰؐ اور خدیجۃ الکبریٰؓ کی شادی مبارک

شروع دن سے ہی حضرت محمد مصطفیٰؐ ہر جگہ ایک نمایاں مقام حاصل کر رہے تھے ان کا اخلاق، استقامت، عمل، حسنِ خلق، حسن معاملہ، صاحب عدل وانصاف، صداقت، امانت، منصف مزاجی، دیانت، شجاعت، مہمان نوازی، ایثار، گداگری سے نفرت، صدقہ لینے سے پرہیز، احسان قبول نہ کرنا، عدم تشدد، ایفائے عہد، زہد وقناعت، عفو وحلم، دشمنوں سے در گزر، لوگوں سے اچھا برتاؤ، غریبوں ناداروں، بیکسوں سے محبت، مستورات کے ساتھ حسن وسلوک، حیوانات پر رحم وکرم، عزم واستقلال، امارت پسندی اور دکھلاوے سے پرہیز اور مساوات کی علمبرداری جیسی سینکڑوں صفات عرب کے کونہ کونہ میں پہنچ گئیں، ہر ایک ان کو دیکھنے کا ارمان کرنے لگا، ان کی مقبولیت سارے ریکارڈ توڑ گئی۔

ایسے میں حضرت خدیجہ بھی یہی سوچ رہی تھیں وہ سوچ رہی تھیں یہ کیسی شخصیت ہے جو ہر ایک سے الگ ہر ایک سے منفرد، جس میں نہ لالچ ہے نہ کوئی خوف، جس میں نہ بد دیانتی ہے اور نہ کوئی خیانت، جو جھوٹ سے ایسے مبرا ہے جیسے کوئی کورا کاغذ، جس کا کردار ایسا صاف اجلا اور شفاف ہے، جس پر کہیں بھی کوئی دھبہ نہیں۔

وہ سوچ رہی تھیں کہ یہ چمنستانِ کائنات کا کوئی ایک پھول ہے، نہیں ان کے اندر سے آواز آتی۔ یہ کوئی ایک پھول نہیں بلکہ چمنستانِ کائنات کا ایسا خوبصورت گلدستہ ہے جس میں ہر رنگ، ہر خوشبو سے مزین پھول پرویا گیا ہے اور ہر ایک پھول اپنی رعنائی وزیبائی میں گلِ سبد ہے اس گلدستہ میں گلاب کا پھول ہے، جس میں گوناں گوں اخلاق کریمہ کی خوشبو سموئی گئی ہے اس گلدستہ میں چنبیلی کا پھول ہے جس میں شفقت ورحمت کی گلکاریاں ہیں اس میں کنول کا پھول بھی ہے جس میں صبر وتحمل کی عطر ریزیاں نمایاں ہیں۔

وہ سوچ رہی تھیں کہ ان کی شخصیت انتہائی خوبصورت اور معطر پھولوں کی خوشبو سے مہکائی گئی ہے۔

نہ کوئی داستان ہے جس میں لطف داستان بھر دوں
نہ افسانہ ہے جس کو جس طرح چاہوں بیان کر دوں
یہ قرآنی بیان ہے ایک کالی کملی والے کا
وہ جس کے نور سے ظلمت نے منہ دیکھا اجالے کا
اسے شمس الضحیٰ کہیے اسے بدرالدجیٰ کہیے
مگر اس کی شریعت کا ادب مانع ہے کیا کہیے

بنی نوع انسان کے ہر اس فرد نے محمد مصطفیٰؐ سے محبت کی ہے ان سے عشق کیا ہے ان سے پیار کیا ہے

Marfat.com

جس نے اپنے آپ کو پہچانا، جس نے انسانیت کو پہچانا اور جس نے رب کائنات کو پہچانا اور خود حضرت خدیجہ ایک تاریخ ساز شخصیت تھیں، جو اپنی پاکبازی اور عصمت وعفت کی وجہ سے اہل مکہ میں ''طاہرہ'' کے لقب سے مشہور تھیں۔ انہوں نے اُم المومنین کا درجہ اختیار کرنا تھا۔ لہذا انہوں نے آخری اور قطعی فیصلہ کرلیا اور محمد مصطفٰے کو نکاح کا پیغام بھیجوایا اور محمد مصطفٰے جن کی جوانی طہارت نفس، مثالی شرم وحیاء، پاکیزگی، قلب ونظر کا بے مثال مرقع ہے، جس معاشرہ میں انہوں نے آنکھ کھولی وہاں عیش وعشرت، ظلم وستم، ہوس رانی، لہو ولہب کا دور دورہ تھا۔ مگر آپ نے کسی بھی طور پر اپنا دامن آلودہ نہ ہونے دیا اخلاقی زوال کے عہد میں آپ کی جوانی مانند سحر بے داغ تھی۔ آپ نے مکہ کے سرمایہ داروں کی نوخیز اور حسین بیٹیوں کی پیشکش مسترد کرتے ہوئے ایک پاکیزہ وفا شعار باکردار باوقار خاتون خدیجۃ الکبریٰ کا پیغام نکاح منظور فرمالیا۔ اور دونوں خاندانوں کے بزرگوں نے حسب دستور محمد مصطفٰے اور خدیجۃ الکبریٰ کو ایک دوسرے کے ساتھ عقد زوجیت میں منسلک کر دیا۔

بعثت نبویؐ

حضور علیہ السلام اچانک نہیں آئے، انہیں مخصوص وقت، حالات خاندان اور مقام پر لانے کا منصوبہ تو اس وقت بنا دیا گیا تھا جب تخلیق کائنات کی بنیاد ڈالی جارہی تھی۔

کتاب فطرت کے سرورق پر — جو نام احمد رقم نہ ہوتا
تو نقش ہستی ابھر نہ سکتا — وجود لوح وقلم نہ ہوتا
ترے غلاموں میں بھی نمایاں — جو ترا عکس کرم نہ ہوتا
تو بارگاہ ازل میں — ترا خطاب خیرالامم نہ ہوتا

جیسے پہلے میں بتا چکا ہوں کہ جب آپ پیدا ہو رہے تھے، ساری نشانیاں ایک خاص ترتیب سے ظہور پذیر ہو رہی تھیں۔ بلکہ آپ کے والد محترم حضرت عبداللہ کو دیکھ کر ایک یہودی عالمہ خاتون نے ان کے ماتھے پر مہر نبوت ثبت دیکھ کر اندازہ لگالیا۔ کہ یہ وہی شخص ہے جو اس عظیم ترین شخصیت کا باپ بننے والا ہے۔

اور اس بنیاد پر اس نے ایک سو اونٹوں کی پیشکش کی کہ میرے ساتھ شادی کرلو۔ تاکہ اس خاتون کو اس عظیم ترین شخصیت کی ماں ہونے کا اعزاز حاصل ہو سکے۔ مگر یہ اعزاز تو حضرت آمنہ کو ملنا تھا۔ سو مل گیا، بالکل اسی طرح، نبوت سے پہلے بعثت سے پہلے، نشانیوں کا ایک لامتناعی سلسلہ شروع ہو گیا۔

Marfat.com

اب وہ وقت آ گیا تھا۔ جس کی نسبت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ کی تعمیر کے وقت خدائے بزرگ و برتر سے دعا مانگی تھی۔ کہ ''اے میرے پروردگار کہ میری اولاد سے ایسا نبی مبعوث فرمائیں جو قوم کو تیری آیتیں پڑھ کر سنائے اور انہیں پاک صاف بنائے''

وہ وقت آ گیا تھا جس کی نسبت حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کہا گیا تھا کہ میں بنو اسماعیل میں سے تیری مانند ایک نبی پیدا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جس نے اس کی بات نہ مانی تو میں اس سے حساب لوں گا۔ (بائبل عہد نامہ وعتیق کتاب اللہ ثنا، باب 18 آیت نمبر 18)

حضرت یحیٰ نے یہودیوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ میں تو بیابان میں پکارنے والے کی آواز ہوں۔ میں وہ نبی نہیں ہوں جس کی انتظار ہے۔ وہ اپنے وقت پر ہی آئے گا۔

(عہد نامہ جدید یوحنا انجیل باب 1 آیت 19)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا عظیم الشان اعلان ''میں تصدیق کرتا ہوں اور اس رسول کی خوشخبری دیتا ہوں جو میرے بعد آئے گا اور اس کا نام احمد ہوگا'' یہ خوشخبری اناجیل میں متعدد جگہ موجود ہے۔

''اگر تم مجھ سے محبت رکھتے ہو تو مرے حکموں پر چلو اور دعا کرتا ہوں کہ وہ تمہیں ایسا مددگار دے جو ابد تک تمہارے ساتھ رہے۔ (قول مسیح)

میں تم سے بہت سی باتیں نہیں کروں گا کیونکہ اس دنیا کا سردار آ رہا ہے وہی یہ باتیں کرے گا۔

(باب 14 آیت نمبر 20)

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ واضح اعلان کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے اگر میں نہ گیا تو وہ کیسے آئے گا۔ (آیت 7 تا 14)

ان تمام بشارات اور دعاؤں پر عمل کا وقت آ رہا تھا۔ اور اس عظیم رسول کے اعلان نبوت کا انتظار۔ فاران کی چوٹیاں بھی کر رہی تھیں۔ وہ فاران جس کی چوٹیوں پر نور مبین کی تجلی کو موسیٰ نے دیکھا۔ وہ نور مبین جس کے عشق میں داؤد نے نغمہ سرائی کی۔ جس کے جمال الٰہی کی تقدیس میں سلیمان اپنے تخت جلال پر جھک گیا، یوحنا سے پوچھنے والوں نے جس کی طرف بیقرارانہ اشارہ کیا، اور جس کیلئے ناصرہ کے اسرائیلی نبی نے اپنا جانا ہی بہتر جانا۔

یہ ہدایت الٰہی کی تکمیل تھی یہ وراثت ارضی کی آخری بخشش تھی اور یہ خدائے بزرگ و برتر کے جلال و جبروت کی آخری مثال کا اظہار تھا۔

Marfat.com

انسانیت کی تکمیل صرف وحی سے ہی ہو سکتی ہے۔

اس دنیا میں لاکھوں شخصیات ہیں جنہوں نے اپنے اپنے انداز میں انسانیت کی خدمت کی کوشش کی اور اپنی زندگیاں لوگوں کے سامنے نمونہ کے طور پر پیش کیں ان میں ہمیں ایک طرف شاہان عالم کے پرشکوہ دربار نظر آتے ہیں تو دوسری طرف سپہ سالاروں کے جنگی منصوبے نظر آتے ہیں، ایک طرف حکماء اور فلاسفروں کا قافلہ نظر آتا ہے تو دوسری طرف فاتحین عالم کی پرجلال صفیں، ایک طرف ادیبوں شاعروں اور فلسفیوں کی رنگین بزمیں ہیں تو دوسری طرف سامراجیوں، سرمایہ داروں اور خزانوں کے مالکوں کی کھنکھناتی تجوریاں نظر آتی ہیں، سقراط افلاطون، بقراط، تھامس ہابز جان لاک، میکاولی، روسو، کارتھیج کا ہنی بال، مقدونیہ کا سکندر، روم کا سیزر، ایران کا دارا، فرانس کا نپولین اور جرمنی کا ہٹلر، ہر ایک کی زندگی میں ایک خاص رنگ نمایاں ہے، سقراط افلاطون اور دیوجانس سے لے کر اسپنسر تک تمام فلسفیوں کی زندگیوں میں اپنے اپنے چاہنے والوں کیلئے ایک خاص کشش ہے۔

اس دنیا میں بڑے بڑے انقلاب واقع ہوئے ہیں ہر انقلاب ایک مخصوص پیش منظر اور پس منظر کا آئینہ دار تھا، ان میں بادشاہوں کے زرنگار کی قطاریں ہیں، سپہ سالاروں کی تلواروں کی جھنکاریں ہیں حکیموں کی حکمتیں، صناعوں کی ایجادیں، لکھاریوں کے تصوراتی محلات اور مجاہدوں کی سرفروشیوں کی ناقابل فراموش داستانیں ہیں لیکن کوئی بتائے کہ ان سپہ سالاروں نے جہاں اپنی تلوار کی نوک سے دنیا کے طبقے الٹ دیئے وہاں انہوں نے انسانیت کی فلاح و بہبود کیلئے کوئی نمونہ چھوڑا۔

کیا ان کی تلوار کی کاٹ میدان جنگ سے آگے بڑھ کر انسانی خیالات کی بیڑیوں کو بھی کاٹ سکی، انسانی معاشرت کا کوئی خاکہ پیش کر سکی، ہمارے روحانی مایوسیوں کا کوئی علاج بتا سکی۔

انہوں نے زمین کو برباد کیا، خون کی ندیاں بہائیں انسانی گردنوں میں اپنی غلامی کا طوق ڈالا، کوئی بتائے کہ کیا دنیا ان کو کیوں یاد کرے۔

دنیا میں بڑے بڑے شاعر پیدا ہوئے لیکن یہ خیالی دنیا کے بادشاہ عملی دنیا میں بالکل بیکار ثابت ہوئے۔

ارسطو نے فلسفہ اخلاق کی بنیاد ڈالی ہر یونیورسٹی میں اس کے Ethics (فلسفہ اخلاق) پر لیکچر دیئے جاتے ہیں لیکن کوئی بتائے کہ ان کو سن کر نوع انسانی کے کتنے افراد راہ راست پر آئے۔

دنیا کا اصلی مرض حقیقی انسانیت کی گمشدگی ہے۔ سکونِ قلب ہی وہ نعمت ہے جس کی تلاش میں کائنات کا ذرہ ذرہ تبہ و بالا ہو رہا ہے۔

Marfat.com

اس دنیا میں جہاں کہیں بھی نیکی کی روشنی اور اچھائی کا نور ہے جہاں کہیں بھی خلوص اور سکون قلب کا اجالا ہے، وہ انبیائے کرام ہی کی محنت اور تبلیغ کا مرہون منت ہے وہ خداذ والجلال کے اس حکم کا نتیجہ ہے جو وحی کے ذریعہ نبیوں کی وساطت سے انسانیت تک پہنچا ہے۔

وحی

وحی کا مطلب یہ ہے کہ نبی کے قلب مبارک پر جو کلام نازل کیا گیا اس کو وحی کہتے ہیں، نبی کبھی بھی اپنی مرضی سے نہیں بولتا۔ اور جو وہ بولتا ہے وہ خدا کی طرف سے ہوتا ہے۔

وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ

رسول کریم اپنی مرضی سے نہیں بولتے، وہ تو صرف وحی الٰہی کی زبان ہے۔

وحی کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں۔

۱) معنی ومفہوم کو نبی کے دل پر پھونک دیا جاتا ہے، اس طرح وہ پیغام نبی کے دل پر منقش ہوجاتی ہے۔

۲) اللہ تعالیٰ نبی سے براہ راست ہمکلام ہوتا ہے۔

۳) خدا اپنے فرشتے کے ذریعے نبی کو کوئی پیغام دیتا ہے۔

حضور خود فرماتے ہیں کہ نزول وحی کے وقت مجھے گھنٹی کی سی آواز سنائی دیتی ہے یہ میرے لئے بہت سخت ہوتی ہے۔ جب یہ کیفیت دور ہوجاتی ہے تو مجھے جو کچھ بتایا گیا ہوتا ہے یاد ہوجاتا ہے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ سخت سردی میں جب آپ پر وحی نازل ہوتی تھی تو آپ کی پیشانی مبارک سے پسینہ بہنے لگتا۔

جب آپ جانور پر سوار ہوتے تو وحی کے وقت وہ بوجھ تلے دب کر بیٹھ جاتا۔

ایک دفعہ حضور علیہ السلام حضرت زید بن ثابتؓ کی ران پر اپنا سر رکھے ہوئے تھے تو وحی نازل ہوئی۔ حضرت زید پر اسقدر بوجھ پڑا کہ ان کی ران ٹوٹنے لگی۔ (زادالمعاد۔ص 25)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور پاک پر وحی کی ابتداء رویائے صالح سے ہوئی جو خواب بھی دیکھتے وہ صبح کی روشنی میں ظاہر ہوکر رہتا۔ (بخاری ومسلم)

وحی کے ذریعہ خدا اپنے نبی پر پیغام ارسال کرتا ہے۔ یہ اس کی مرضی ہے کہ وہ کون سا ذریعہ اختیار کرتا ہے۔ میں یہاں آپ کو اس بحث میں نہیں الجھانا چاہتا کہ وحی صرف جلی ہے، خفی نہیں، متلو ہے،

Marfat.com

غیر متلو نہیں، البتہ میں اتنا ضرور کہوں گا کہ وحی بے مثال ہے، وحی قطعی ہے اس پر ایمان لازم ہے اس پر شک وشبہ کی عمارت نہیں کھڑی کی جا سکتی ہے اور اس کو من وعن تسلیم کیا جانا لازمی ہے۔

ایک عالمی سیمینار میں ایک انگریز سکالر نے علامہ اقبال سے پوچھا ''کہ کیا قرآن کے معنی ومفہوم کو نبی کے دل پر پھونک دیا گیا اور بعد ازاں حضور علیہ السلام نے اس مفہوم کو اپنے الفاظ سے ادا کیا''۔

علامہ کا جواب بڑا معنی خیز تھا کہ نہیں آپ پر مفہوم نہیں بلکہ اصل عبارت نازل ہوتی۔

حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں ''جس طرح ادراک عقلی کا طریقہ ادراک حس کے علاوہ ہے کہ وہ شے حس ظاہر سے نہ معلوم ہو سکے، عقل اس کا ادراک کر لیتی ہے۔ اس طرح طور نبوت، طور عقل سے سوا ہے کہ جن چیزوں کے ادراک سے عقل قاصر اور عاجز ہے وہ چیزیں بذریعہ نبوت ادراک کی جا سکتی ہیں، یعنی حسِ ظاہر سے فقط محسوسات کا، اور عقل سے فقط معقولات کا ادراک ہو سکتا ہے، لیکن وہ غیبی امور کہ جو حس اور عقل سے بالا ہیں نہ وہاں حس کی رسائی ہے اور نہ عقل کی، غیبی امور صرف بذریعہ وحی نبی پر ظاہر ہوتے ہیں۔ جن کی حقیقت کو صرف نبی ہی سمجھ سکتا ہے لیکن یہ ہمیشہ یاد رکھیں کہ وحی ہمیشہ صرف اور صرف ''نبی'' پر ہی اترتی ہے کسی غیر نبی پر نہیں۔

پہلی وحی

17 رمضان المبارک بروز دوشنبہ آپ غار حرا میں اعتکاف فرما رہے تھے کہ اچانک حضرت جبرائیل علیہ السلام آتے ہیں اور کہتے ہیں ''السلام علیکم'' اور پھر ایک تحریر دکھاتے ہیں اور کہتے ہیں اے نبی ''پڑھیے'' آپ نے فرمایا ''ما انا بقاری'' میں پڑھ نہیں سکتا۔ اس پر فرشتہ نے انہیں پکڑ کر اس شدت سے دبایا کہ برداشت جواب دے گئی۔ پھر انہوں نے کہا کہ میں پڑھ نہیں سکتا۔ پھر فرشتہ نے انہیں اسی طرح دبایا مگر انہوں نے وہی جواب دیا کہ پڑھا ہوا نہیں ہوں یہ عمل تین بار دھرایا گیا۔

یہ تھی پہلی وحی جو حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعہ آپ پر اتری،

اقراء باسم ربک الذی خلق، خلق الانسان من علق، اقراء وربک الاکرم الذی علم بالقلم، علم الانسان مالم یعلم،

اے نبی پاک۔ پڑھیے۔ اپنے پیدا کرنے والے کے نام سے۔ جس نے پوری کائنات کو پیدا کیا جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔

اے نبی پاک پڑھیئے۔ آپ کا رب بہت ہی کرم کرنے والا ہے جس نے قلم سے علم سکھایا۔

Marfat.com

اور انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ پہلے نہیں جانتا تھا۔ یہ تھی پہلی وحی کی داستان جس نے پوری کائنات کا رخ ہی موڑ دیا تھا۔ وحی کے آنے سے جو کیفیت ہوتی تھی اس کا صحیح اندازہ تو وہی جان سکتا ہے جو اس کا مخاطب ہوتا، روایات میں ہے کہ یہ کیفیت اتنی شدید ہوتی کہ اگر آپ اونٹنی پر بیٹھے ہوتے تو اس کی شدت سے وہ اونٹنی بیٹھ جاتی۔

اگر آپ سخت ترین سردی کے موسم میں اس کا سامنا کرتے تو آپؐ پسینہ میں ڈوب جاتے۔

آپؐ اس وحی کے بعد گھر تشریف لاتے ہیں۔ آپ پر لرزہ اور کپکپی طاری ہو جاتی ہے آپ حضرت خدیجہؓ سے فرماتے ہیں۔ زملونی زملونی

مجھے اڑھاؤ۔ مجھے اڑھاؤ، حضرت خدیجہ ان پر کمبل ڈال دیتی ہیں کچھ دیر کے بعد، جب یہ گھبراہٹ اور پریشانی دور ہوتی ہے تو آپ یہ تمام واقعہ حضرت خدیجہ سے من وعن بیان کرتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ شاید میری جان نہ نکل جائے۔

اس موقعہ پر حضرت خدیجہؓ بغیر کچھ سوچے، بغیر کسی سے مشورہ کیئے فوری طور پر فی البدیہہ، اپنے دل کی آواز پر اپنے پندرہ سال رفاقت، کے تجربہ کی روشنی میں آپ کی معاشرہ میں عمومی شہرت کو مدنظر رکھتے ہوئے، آپ سے شادی سے پہلے شام کے تجارتی سفر کے پس منظر میں۔ ایک یقین کے ساتھ، ایک اعتماد کے ساتھ ایک مستحکم انداز میں فرماتی ہیں۔

الا کلا، مایخذیک اللہ ابداً ، انکالتصل رحم وتحمل کلا، وتکسب المعدوم، وتقری الضیف ماااتیت فاحشۃ قط.

قطعاً نہیں، ہرگز نہیں، ہرگز نہ ڈریئے، اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی بھی رسوا نہیں کریں گے۔ کیونکہ آپ تو صلہ رحمی کرتے ہیں بیکسوں کی امداد فرماتے ہیں، مظلوموں کا ساتھ دیتے ہیں اور مہمان نوازی کرتے ہیں اور آپ اتنے بلند و بالا کردار کے مالک ہیں کہ آپ کسی فاحشہ، کسی بدکار عورت کے پاس بھٹکتے تک نہیں۔

یہ الفاظ کون کہہ رہا ہے وہ عورت جو ان کی پندرہ سال سے شریک حیات ہے اس سے پہلے وہ ان کی بزنس partner بھی رہ چکی ہیں ہر طرح سے وہ ان کی واقف ہے وہ کسی ایسے تجربے کیلئے ذہنی طور پر تیار نہیں تھی۔

حضور پاکؐ اچانک کانپتے ہوئے لرزتے ہوئے آتے ہیں پہلے یہ انہیں کمبل اڑھاتی ہیں بعد میں تسلی سے آرام سے بات پوچھتی ہیں۔ اور پھر ایک یقینی اعتماد کے ساتھ عزم کے ساتھ فرماتی ہیں اے مرے محبوب اللہ آپ کو کبھی بھی رسوا نہیں کر سکتے، ویسے ہی نہیں رشتہ کی بنا پر نہیں۔ اپنے خاوند کے ساتھ

Marfat.com

ایک فطری محبت کی بناء پر نہیں بلکہ اس بناء پر کہ آپ سچے ہیں۔ آپ رشتہ داروں کا احترام کرتے ہیں مہمان نوازی کرتے ہیں، غریبوں، ناداروں، بے کسوں یتیموں اور مظلوموں کی دادرسی کرتے ہیں اور۔ اور۔ اور آپ انتہائی باکردار ہیں کسی ایسی ویسی عورت کے پاس جانا تو دور کی بات ہے بلکہ کبھی اس کے پاس بھٹکتے بھی نہیں۔

یہ بات کون کہہ رہا ہے وہ بیوی جو اس وقت 55 سال کی ہے اور خاوند اس کا 40 سال کا ہے وہ بیوی جو شادی کے وقت چالیس سال کی تھی اور اس کا خاوند 25 سال کا، وہ عورت جو تجربہ کار ہے وہ عورت جو اتنی منتظم ہے جو اپنے تجارتی قافلہ اور کاروبار کو گھر بیٹھ کر کنٹرول کرتی ہے۔

کیا دنیا کی تاریخ۔ اقوام عالم میں سے ازل سے لیکر ابد تک کوئی ایسی مثال، پیش کر سکتی ہے؟

خدیجہؓ نے ان کے رشتہ داروں سے ان کا حسن سلوک خود ملاحظہ کیا، غریبوں کے ساتھ ان کا سلوک خود ملاحظہ کیا، مہمانوں کی تکریم خود ملاحظہ کی۔ بغیر کسی تردد کے، بغیر کسی پشمانی کے، انہوں نے کہا کہ میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ حضرت محمد مصطفٰے اللہ کے رسول ہیں۔

پھر ان کی تسلی کیلئے آپ کو لے کر اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے کر آتی ہیں۔

ان سے پورا واقعہ بیان کیا وہ آسمانی کتابوں کا بہت بڑا عالم ہے۔

سب سن کر۔ اُس نے کہا خوشخبری ہو۔ آپ ہی اللہ کے نبی ہیں لیکن جب لوگ یہ جانیں گے وہ آپ کو تکلیف پہنچائیں گے۔ اور آپ کو اس شہر سے نکال دیا جائے گا۔ کاش میں اس وقت ہوتا تو آپ کے ساتھ کھڑا ہوتا۔

دوسری وحی اے مرے سوہنے کملی والے

پہلی وحی میں واشگاف الفاظ میں پیغام دیا گیا تھا علم ہی انسان کی بنیاد ہے رب کائنات اس کائنات کا خالق ہے پھر علم کی بنیاد قلم کو بنا کر واضح کر دیا گیا ہے کہ اسلام علم کو کس حد تک اہمیت دیتا ہے پھر پہلی وحی میں ''رب'' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اللہ کا لفظ استعمال نہیں ہوا۔ رب ''پالنے والا'' کے معنی میں استعمال ہوتا ہے یہ اسلام کے عالیشان نظام معیشت پر دلالت کرتا ہے، پہلی وحی کے ردعمل میں حضور علیہ السلام جس طرح لرزے کانپتے ہوئے انہوں نے ''زملونی زملونی'' کہا مجھے اوڑھاؤ مجھے اوڑھاؤ یہ ادا خدا پاک کو ایسی پسند آئی کہ دوسری وحی میں خدا پاک نے آپ کو مخاطب ہی 'یاایھا المدثر'' اے میرے سوہنے کملی والے سے کیا اور کہا قم فانذر، اٹھیے لوگوں کو عذاب سے ڈرائیں شرک اور بت پرستی کو چھوڑنے کا حکم دیں، قیامت کے برحق ہونے کی خبر دیں لوگوں کو بتائیں کہ اللہ ایک ہے وہی عبادت کے

Marfat.com

لائق ہے، اور میں یعنی (محمد مصطفیٰ) اللہ کا رسول ہوں جس پر اللہ کا کلام وحی کے ذریعہ سے نازل ہوتا ہے میرا کام یہ ہے کہ میں اللہ کے کلام کو لوگوں تک پہنچاؤں، جو لوگ ایمان لے آئیں انہیں جنت کی خوشخبری دوں اور جو نہ مانے اسے بتادوں کہ اس پر اللہ کا قہر اور عذاب نازل ہوگا۔

اسلام کی دعوت تبلیغ

پہلی وحی کے بعد حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ کو وضو اور دو رکعت نماز کا طریقہ بتادیا۔ حضرت جبرائیلؑ نے زمین پر اپنی ایڑی سے ٹھوکر ماری جس سے پانی کا چشمہ جاری ہوگیا۔ پہلے حضرت جبرائیلؑ نے وضو کیا، حضور علیہ السلام نے بھی اسی طرح وضو کیا اور حضرت جبرائیلؑ کی امامت میں نماز باجماعت پڑھی۔ بعد ازاں حضور علیہ السلام نے وضو اور نماز کا طریقہ خدیجہؓ کو بتایا۔ اسی طرح انہیں نماز پڑھتا دیکھ کر حضرت علیؓ نے پوچھا کہ یہ کیا ہے حضور علیہ السلام نے انہیں خدا کی وحدانیت اور اپنی رسالت کا بتایا حضور علیہ السلام نے حضرت علیؓ کو جو اس وقت بہت چھوٹی عمر کے تھے۔ دعوت اسلام دی۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ میں اپنے والد سے مشورہ کر کے بتاؤں گا۔ حضور علیہ السلام پر یہ بات شاق گزری اور کہا کہ کسی سے ذکر نہ کرنا۔ اگلی صبح حضرت علیؓ جو اس وقت دس سال کے تھے خود ہی حضور کی دعوت پر ''لبیک'' کہہ کر اسلام قبول کرلیا۔

بعد ازاں آپ کے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ نے اسلام قبول کیا۔ اس کے بعد آپ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اسلام کی دعوت دی حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس وقت بلاتوقف یہ دعوت قبول کرلی۔ اور اسلامی تاریخ میں پہلے آزاد مرد کی حیثیت سے اسلام قبول کرنے کا اعزاز حاصل کرلیا۔ اسی بناء پر انہیں صدیق کا لقب دیا گیا۔

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا
افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق

اور

وہ گلستان دین کا مہکتا ہوا گلاب
جس کو دیا حضورؐ نے صدیق کا خطاب
وہ جس کی نیکیاں تھیں ستاروں سے بھی فزوں
وہ جس سے مصطفیٰ کو محبت تھی بے حساب

Marfat.com

پہلے چار مسلمان

حضور علیہ السلام نے نبوت کے حصول کے بعد تبلیغ اسلام کیلئے جو لائحہ عمل ترتیب دیا وہ فطرتی اصولوں کے عین مطابق تھا۔ سب سے پہلے انہوں نے خدیجہؓ کو اعتماد میں لیا۔ ظاہر ہے دکھ سکھ کے ساتھی ہونے کی حیثیت سے ان میں مکمل ہم آہنگی تھی، جس اعتماد کے ساتھ حضرت خدیجہؓ نے انہیں ابتداء میں حوصلہ دیا اور یقین محکم کے ساتھ انہوں نے فرمایا تھا۔ الا کلا مایخذیک اللہ ابداً.

حضور علیہ السلام کو بھی اپنی رفیقہ حیات پر اسی قدر اعتماد تھا۔ لہذا حضرت خدیجہؓ کو پہلی مسلمان ہونے کا شرف حاصل ہوا حضرت خدیجہ کے بعد جن تین عظیم الشان شخصیات کو دائرہ اسلام میں آنے کا شرف حاصل ہوا ان میں حضرت علیؓ، حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت زید بن حارثہ شامل تھے۔ حضرت علی اس وقت بچے تھے اور ان کی عمر مبارک صرف دس سال تھی، جبکہ حضرت زید بن حارثہ حضرت محمدؐ کے آزاد کردہ غلام تھے۔

حضرت علی حضورؐ کے چھوٹے چچازاد بھائی اور زیر کفالت تھے لہذا جو پہلے چار مسلمانوں میں سے تین حضورؐ کے اپنے گھر اور خاندان سے متعلق تھے۔ جبکہ حضرت ابوبکر صدیقؓ پہلے آزاد مرد تھے جنہوں نے پہلی ہی دعوت پر بغیر کسی ہچکچاہٹ کے حضورؐ کے نبی ہونے کی تصدیق کی۔ اور یہی امتیازی حیثیت انہیں دنیا میں بعد از انبیاء سب سے افضل بنا گئی۔

تین سالہ تبلیغِ اسلام

حضور علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی رہنمائی میں تبلیغ اسلام کا جو طریقہ اختیار کیا وہ ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔ برسر عام اعلان کرنے کی بجائے بڑے آرام کے ساتھ خفیہ طور پر ایک ابتدائی منظم، مضبوط ٹیم بنانے کی کوشش کی گئی۔ رازداری میں اس حد تک احتیاط برتی گئی کہ جب حضرت علی کو دعوت دی گئی تو حضرت علی نے اپنے والد سے مشورہ کیلئے وقت مانگا تو اس وقت انہیں کہہ دیا گیا کہ فی الحال اس کی ضرورت نہ ہے مشورہ کے بغیر ہی اسلام قبول کرتے ہیں تو ٹھیک ہے ورنہ چھوڑ دیں۔ جس کو بھی دعوت دی گئی اسے کہا گیا کہ اسے راز میں رکھنا، اس وقت تک جب تک اعلان عام کا فیصلہ نہ ہو۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ جن کا بے پناہ اثر ورسوخ تھا نے اپنے آپ کو اس کام کیلئے وقف کر دیا۔ اس طرح سب کی کوششوں سے دین اسلام آہستہ آہستہ مگر احتیاط کے ساتھ آگے بڑھتا گیا۔

اس زمانہ میں مسلمان چھپ چھپ کر مکہ کی سنسان گھاٹیوں میں نماز پڑھتے تھے تاکہ تبدیلی دین کا کفار کو علم نہ ہو۔

Marfat.com

دارِارقم

ابتدائی اڑھائی تین سال سے خفیہ دعوت تبلیغ کا کام انتہائی کامیابی سے جاری تھا۔ اڑھائی سال کے فوری بعد ایک ایسا واقعہ پیش آ گیا جس کی بنا پر یہ اندیشہ کیا گیا کہ کہیں کفار سے قبل از وقت تصادم نہ ہو جائے، جب مسلمان اپنی منصوبہ بندی کے مطابق مکہ کی ایک گھاٹی میں نماز پڑھ رہے تھے کہ مشرکین کے ایک گروہ نے گزرتے ہوئے انہیں دیکھ لیا۔ اور اس پر برہم ہوئے، جواباً ایک اصحابی رسول حضرت سعد بن ابی وقاص نے عبداللہ بن خطل کو اونٹ کی ہڈی دے ماری جس سے اس کا سر زخمی ہو گیا، بہر حال بات رفع دفع ہو گئی لیکن حضور علیہ السلام نے محسوس کیا کہ یہ جگہ عبادت کیلئے مناسب نہیں ہے اور متبادل جگہ کی تلاش شروع کر دی، حضرت ارقم بن ابی ارقم نے اپنا مکان بدیں مقصد پیش کیا جسے قبول کر لیا گیا۔

اس کے بعد مسلمان اس مکان میں جمع ہو کر عبادت کرنے لگے، اسلامی تاریخ میں اس مکان کو لازوال شہرت حاصل ہو گئی، ابتدائی تین سالوں کے بعد جب اعلانیہ تبلیغ کا کام شروع ہوا تو بھی اس مکان کی مرکزیت برقرار رہی۔

ابتدائی تین سالوں میں تقریباً 134 اصحاب نے اسلام کی دعوت قبول کی۔

یامعشر قریش

اس سے پہلے تقریباً تین سال تک ایک حکمت عملی کے تحت خفیہ طریقہ پر دعوت تبلیغ کا سلسلہ جاری رہا، اب خدا پاک کی طرف سے حکم دیا گیا کہ ''اے نبی جس بات کا آپ کو حکم دیا گیا ہے اس کا صاف صاف اعلان کر دیجیئے۔ سب سے پہلے اپنے قریبی رشتہ داروں کو کفر اور شرک سے ڈرایئے۔ اور آپ اعلان کر دیجیئے کہ میں واضح طور پر ڈرانے والا ہوں''

اس آیت میں جو حکم دیا گیا ہے رسول اللہ اس پر فوری عمل کرتے ہوئے کوہ صفا پر چڑھ گئے اور ''یامعشر القریش یا معشر القریش'' کی صدا بلند کر کے حسب روایت لوگوں کو جمع کیا۔ جب لوگ جمع ہو گئے اور آپ ان سے مخاطب ہوئے۔ ''اگر میں یہ کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے دشمن کا لشکر گھات لگائے بیٹھا ہے۔ تو کیا تم میری بات کا یقین کر لو گے'' لوگوں نے جواب دیا ''ہاں'' ''ہم آپ کا یقین کر لیں گے۔ کیونکہ آپ صادق اور امین ہیں ہم نے آپ کی زبان سے زندگی بھر کوئی غلط بات نہیں سنی۔

اس کے بعد نبی کریم نے سب کو دین قبول کرنے کی دعوت دی اور فرمایا ''عبادت کے لائق صرف اللہ ہی

Marfat.com

ہے اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کی طرف سے بھیجا گیا رسول ہوں''۔ یہ سن کو اہل قریش برہم ہو گئے اور کہا کہ اس مقصد کیلئے ہمیں جمع کیا گیا ہے اور اٹھ کر چلے گئے۔

آپ کے خلاف انتقامی کاروائیوں کا ایک نہ ختم ہونیوالا سلسلہ شروع کر دیا گیا۔

خاندان کی دعوت طعام اور انہیں دعوت اسلام

اس آیت ''وانذر عشیرتک الاقربین'' میں کھلی دعوت عام دینے کا حکم صادر کیا گیا تھا سو وہ آپ نے صفا کی پہاڑی پر چڑھ کر دیا۔ چونکہ اس آیت کریمہ میں یہ بھی کہا گیا تھا کہ اپنے قریبی رشتہ داروں کو کفر و شرک سے ڈرائیں، لہذا آپ نے اس آیت کی روح پر عمل کرتے ہوئے اپنے سارے رشتہ داروں کو دعوت طعام پر بلایا، حضرت علی کہتے ہیں کہ نبی کریم نے مجھے حکم دیا کہ ایک آدمی کا کھانہ تیار کرو، چنانچہ میں ایک پیالہ دودھ اور چھوٹا سا ٹکڑا گوشت پیالے میں ڈال کر لایا۔

اس وقت اس محفل میں تقریباً چالیس پینتالیس افراد جمع ہو گئے تھے آپ نے گوشت اپنے دانت مبارک سے چیرا اور پیالہ رکھ دیا۔ خدا نے اس میں برکت ڈال دی، وہ ایک آدمی کا کھانا چالیس پینتالیس ادمیوں نے سیر ہو کر کھایا پھر بھی بچ گیا ابولہب نے کہا کہ حضرت محمد نے اس کھانا پر جادو کر دیا تھا، تبھی کھانا اتنا بڑھ گیا۔ ابولہب نے لوگوں سے کہا کہ اٹھو، اس طرح لوگ اٹھ کر چلے گئے۔ اس طرح آپ کو فرمانے کی نوبت نہیں آئی۔ دوسرے روز پھر آپ نے حضرت علی سے کہا کہ اس طرح کرو۔ دوبارہ اور لوگ جمع ہو گئے کھانے کے بعد آپ نے فرمایا کہ کفر اور شرک سے باز آجاؤ اور دین اسلام قبول کر لو۔ لیکن لوگوں نے آپ کی بات نہیں مانی۔

خانہ کعبہ میں اعلان حق اور اُمت مسلمہ کے پہلے شہید

بعد ازاں آپ خانہ کعبہ گئے اور حرم شریف میں خدا کی وحدانیت اور اپنی رسالت کا اعلان کیا اور واضح کہا کہ بت پرستی حرام ہے، مشرکوں نے آپ کے اس اعلان کو حرم کعبہ اور اپنے بتوں کی توہین سمجھا اور آپ پر ٹوٹ پڑے حارث بن ابی اہالہ سن کر آئے اور مداخلت کرنے پر حضرت حارث بن اہالہ کو شہید کر دیا گیا۔

Marfat.com

مسلمانوں پر ظلم وستم کی انتہاء

جب قریش کے سارے ہتھکنڈے ناکام ہو گئے حضور علیہ السلام کو نہ تو دھمکیوں سے باز رکھا جاسکا اور نہ ترغیب وتحریص سے انہیں مقصد سے ہٹایا جاسکا تو قریش نے اسلام قبول کرنے والے ہر شخص کو اپنے انتقام کا نشانہ بنانا شروع کر دیا۔ جو بھی شخص مسلمان ہو جاتا تو اس کا سماجی بائیکاٹ کیا جاتا اور اسے مختلف طریقوں سے تنگ و پریشان کیا جاتا۔

حضرت عثمان بن عفان کو اسلام قبول کرنے پر رسی سے باندھ کر پیٹا گیا، زبیر بن عوام کو چٹائی میں لپیٹ کر ناک میں دھونی دی گئی، ابوذر غفاری کو کافروں نے حرم کعبہ میں مار مار کر بے ہوش کر دیا، مصعبؓ کو زنجیروں میں جکڑا گیا، طلحہ بن عبداللہ کو رسیوں سے باندھ کر پیٹا گیا، خالد بن سعید، ابوجندل، سعید بن زید اور دوسرے کئی صحابہ کرام کو بیدردی سے مارا گیا۔ غلاموں پر ظلم وستم کی انتہاء کر دی گئی جو غلام اسلام قبول کرتا اس پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے جاتے انہیں صحرا کی تپتی ریت پر لٹایا جاتا اور ان پر بھاری سلیں رکھی جاتیں۔ ان غلاموں میں بلال حبشی خباب بن الارث، عمار، صہیب، عامر بن فہیدہ یاسر جیسے نامور صحابہ ان ظلموں کی زندہ مثال تھے۔ کنیزوں پر بھی اس طرح کے ظلم کیے جاتے ام عمار سمیعہ، لبینہ، زنیرہ نہدیہ، ام عبیس پر تو بے پناہ تشدد کیا گیا حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مشرکین کے کئی غلاموں کو خرید کر آزاد کر دیا اس طرح انہیں قریش کے ظلم وستم سے نجات دلائی۔

قل یا ایھا الکفرون

آپؐ پر ظلم وستم کیا گیا تنگ و پریشان کیا گیا مگر جب آپ باز نہ آئے تو کفار مکہ نے ترغیب وتحریص کا حربہ آزمانا شروع کر دیا۔ اسی اثناء میں حضرت حمزہؓ نے اسلام قبول کر لیا۔ کفار مکہ نے عتبہ بن ربیعہ جو فن خطابت اور شاعری میں یکتا تھا کو اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا اس نے حضور علیہ السلام سے کہا کہ آپ کے حسب ونسب میں کوئی شک نہیں۔ آپ ہمارے آباؤ اجداد کے دین کو برا بھلا کہنا چھوڑ دیں۔ تو آپ کو ہم اپنا سردار بنانے کی پیشکش کرتے ہیں۔ آپ کو بے پناہ دولت دیں گے اور اچھی جگہ آپ کی شادی بھی کرتے ہیں۔ جس پر آپ نے فرمایا کہ مجھے نہ سرداری کی ضرورت ہے اور نہ مال ودولت کی طمع میں تو آپ کو کفر وشرک سے باز رکھنے کیلئے اپنی جدوجہد جاری رکھوں گا آپ بت پرستی چھوڑ دیں اور اللہ کو واحد معبود تسلیم کریں۔ آپ قرآن کی آیتیں پڑھتے رہے اور عتبہ اپنے دونوں ہاتھ زمین پر ٹیک کر سنتا رہا۔ عتبہ بالکل مبہوت ہو گیا۔ اور ڈر گیا کہ کہیں قوم عاد اور ثمود کی طرح اس پر عذاب نازل نہ ہو جائے۔

Marfat.com

عتبہ آپؐ سے بے حد متاثر ہو گیا تھا واپسی پر اس نے قریش سے کہا کہ میں نے اس کا کلام سنا ہے نہ وہ شعر ہے اور نہ سحر۔ تم انہیں اپنے حال پر چھوڑ دو۔ قریش نے کہا کہ اس نے تم پر بھی جادو کر دیا ہے۔ قریش ہر قسم کے حربے استعمال کرتے رہے۔ بلکہ یہاں تک پیشکش کی کہ ایک سال آپ ہمارے بتوں کی پوجا کریں اور ایک سال ہم آپ کے خدا کی عبادت پھر اس پر خدا نے یہ آیت نازل کی۔ ''قل یاایھا الکفرون'' نہ تم میرے خدا کی عبادت کرو اور نہ میں تمہارے بتوں کی پرستش۔ تمہارے لئے تمہارا دین اور میرے لئے میرا دین۔

اہل کفار کی مزاحمتی تحریک۔ ایک جائزہ

حضور علیہ السلام اعلان نبوت سے پہلے جملہ اہل قریش کی آنکھوں کا تارا تھے ہر کوئی ان سے محبت کرتا تھا۔ ان کی ہر بات کو تسلیم کیا جاتا ان کا رشتہ دار ہونا ان کیلئے قابل فخر ہوتا تھا۔

اگر یہی کیفیت برقرار رہتی، اگر دعویٰ نبوت نہ ہوتا یا آپ اہل قریش کی دھمکیوں یا ان کی ترغیب وتحریص کے آگے سرنگوں ہو جاتے تو وہ ان کو اپنا سردار بھی مان لیتے اپنی حسین وجمیل لڑکیوں کا نکاح بھی آپ کے ساتھ کر دیتے، دولت سونا چاندی کے انبار لگا دیتے، جائیدادوں، باغوں بلکہ ہر قسم کے سامانِ پرتعیش سے ان کو لیس کر دیتے، مگر محمد مصطفےٰؐ کا مشن ہی تھا کہ حکم خدا کو پوری دنیا میں پھیلایا جائے لات ومنات اور ہر اس شے کو جھٹلایا جائے، جو وحدانیت کی نفی کرتی ہو چاہے اس کے لئے انہیں ہر چیز سے محروم کیوں نہ ہونا پڑے، چاہے ان کے عزیزوں حتیٰ کہ ان کی اپنی جان کیوں نہ چلی جائے۔

محمد مصطفےٰؐ کی یہی تاریخی جدوجہد تھی جو بالآخر رنگ لائی ان کا پیغام ایک آدمی سے شروع ہوا اور کروڑوں اربوں لوگوں تک پہنچا۔ خدا نے اتنی بڑی کامیابی کسی اور کو نہیں دی۔ ان کا پیغام کسی ایک نسل قوم علاقہ کیلئے نہیں تھا، بلکہ ان کا پیغام قیامت تک ہر آنے والی قوم، علاقہ اور نسل کیلئے تھا اہل کفار نے انہیں اپنے مشن سے روکنے کیلئے جو حرکتیں کیں ان کا مختصر سا جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

(1) عتبہ بن ربیعہ کے ذریعے مشن سے ہٹانے کی کوششیں۔

(2) ابوسفیان بن حرب، نضر بن حارث اور دوسرے سرداران قریش کے ذریعے کلمہ حق سے باز رکھنے کی کوشش۔

(3) مال ودولت دینے کی پیشکش

(4) کچھ لو اور کچھ دو کی بنیاد پر مصالحت کی کوشش۔

Marfat.com

(5) حضرت ابوطالب پر دباؤ ڈالا گیا کہ وہ آپ کا ساتھ دینے سے دستبردار ہو جائیں۔

(6) ایک دفعہ جب نماز میں سجدہ میں گئے تو ابوجہل بھاری پتھر لے کر آپ کو کچلنے کیلئے آگے بڑھا، تو اچانک عجیب وغریب اونٹ بیچ میں آ گیا جس سے ابوجہل ڈر گیا۔ بعد میں حضورؐ نے فرمایا کہ وہ جبرائیل تھے جو اونٹ کی شکل میں آئے۔

(7) قتل کیلئے باقاعدہ پارٹیاں ترتیب دینا۔

(8) راہ چلتے آپ کو تنگ کیا جاتا۔

(9) چادر سے گلہ گھونٹنے کی کوشش کرنا۔

(10) آپ پر نماز پڑھتے وقت اوجھری ڈالنا۔

(11) آپ کے مخلص ساتھیوں اور اہل وعیال کو تنگ کرنا۔

(12) آپ کی بیٹیوں حضرت رقیہ، حضرت ام کلثوم کو طلاق دلوا کر آپ کو ذہنی طور پر پریشان کیا گیا۔

(13) آپ کی تیسری صاحبزادی حضرت زینب کو طلاق دلوانے کی ناکام کوشش کی گئی تاکہ آپ کی پریشانی میں اضافہ ہو۔

(14) آپ کے صاحبزادوں حضرت القاسم اور حضرت عبداللہ کا کمسنی میں انتقال ہو گیا اس پر جشن منائے گئے کہ محمد مصطفیٰؐ بے نشان ہو گئے۔

ایک ہاتھ پر سورج۔اور۔دوسرے پر چاند

کوہ صفاء اور حرم کعبہ میں اعلان حق کے ساتھ ہی کفار میں تشویش کی لہر دوڑ گئی پہلے تو وہ مذاق اڑاتے تھے اب انہیں فکر لاحق ہوگئی کہ مسلمانوں کی طاقت بڑھتی ہی جارہی ہے۔

چنانچہ ان کا ایک وفد ابوطالب کے پاس گیا اور شکایت کی کہ آپ کے بھتیجے ہمارے آباؤ اجداد کے دین کو غلط کہتے ہیں اس وقت ابوطالب نے انہیں سرسری سا جواب دیکر ٹال دیا۔ بعد ازاں روسائے مکہ جن میں عتبہ بن ربیعہ، ولید بن مغیرہ، ابوجہل اور ابوسفیان جیسے معززین قریش شامل تھے، انہوں نے ابوطالب سے کہا کہ آپ اپنے بھتیجے کی حمایت سے دست بردار ہو جائیں یا انہیں سمجھائیں، جس پر ابوطالب نے حضرت محمد مصطفیٰؐ سے کہا کہ ”بیٹے مجھ پر اتنا بوجھ نہ ڈالو جسے میں برداشت نہ کرسکوں“ جس پر حضور علیہ السلام نے فیصلہ کن انداز میں انتہائی پرعزم لہجے میں کہا کہ ”آپ مجھے چھوڑ دیں میں اپنے فرائض نبوت سے باز نہیں رہ سکتا اگر یہ لوگ میرے ایک ہاتھ پر سورج اور دوسرے پر چاند بھی رکھ دیں تو

Marfat.com

بھی میں اپنا کام جاری رکھوں گا۔ اور اپنی جان قربان کر دوں گا۔ حضرت ابو طالب نے کہا کہ ٹھیک ہے آپ اپنا کام کریں کوئی شخص آپ کا بال بیکا بھی نہیں کر سکتا۔

جس پر کفار مکہ نے آپ پر ظلم وستم کرنا شروع کر دیا آپ کے راستہ میں کانٹے بچھائے جاتے، راہ چلتے مٹی پھینک دیتے، آوازے کستے، مذاق اڑاتے، یہاں تک کہ ایک دفعہ آپ سربسجود تھے تو آپ پر اونٹ کی اوجھڑی ڈال دی گئی جسے حضرت فاطمہ نے ہٹایا، اور ایک دفعہ آپ کے گلے میں چادر ڈال کر کھینچا گیا۔

حبشہ کی طرف ہجرت اور حضرت جعفر بن ابی طالب کی شاندار وکالت

(رجب 5 نبوی 615ء)

بے پناہ ظلم وستم اور ایذا رسانیوں نے مسلمانوں پر زندگی گزارنی مشکل بنا دی، تو حضرت محمد صلعم نے مسلمانوں کو اجازت دے دی کہ وہ اپنی بقاء کیلئے ہجرت کر جائیں "تم اللہ کی زمین پر کہیں چلے جاؤ صحابہ نے عرض کیا کہ کہاں جائیں تو آپ نے فرمایا کہ ملک حبشہ کی طرف (زرقانی)

چنانچہ ماہ رجب 5 نبوی 615ء میں مسلمان مرد اور عورتوں کے ایک قافلہ نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔

مشرکین اس پر پریشان ہو گئے۔ انہوں نے محسوس کیا کہ اس طرح شاید مسلمان محفوظ مقام ملنے پر مزید ترقی نہ کر لیں اس پر قریش نے اپنا وفد شاہ حبشہ نجاشی کے پاس بھیجا۔ اور کہا کہ یہ لوگ آپ کے اور ہمارے دین کو برا بھلا کہتے ہیں، اس پر نجاشی نے مسلمانوں کو طلب کیا اور ان کی طرف سے حضرت جعفر بن ابی طالب نے اپنا مؤقف پیش کیا۔ اور کہا کہ اللہ نے ہماری قوم میں ایک نبی بھیجا ہے جو ہمیں بت پرستی سے روکتا ہے اور برائیوں سے منع کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مردار نہ کھاؤ خونریزی سے بچو۔ یتیموں کا مال نہ کھاؤ نماز پڑھو روزے رکھو اور سچ بولو۔ اس پر نجاشی نے حضرت جعفرؓ سے کہا کہ اپنے نبی کے کلام سے کچھ سناؤ، جس پر انہوں نے سورۃ مریم کی چند آیات تلاوت کیں، نجاشی پر رقت طاری ہوگئی اور کہا کہ خدا کی قسم یہ کلام اور انجیل دونوں ایک چراغ کے نور ہیں اس طرح قریش کا وفد بے مراد واپس آ گیا۔

بعد ازاں یہاں مسلمانوں میں افواہ پھیلی کہ مکہ والوں نے بھی اسلام قبول کر لیا ہے اس پر اکثر مسلمان واپس آ گئے، واپسی پر جب انہیں حقیقت حال کا علم ہوا تو دوبارہ مسلمان حبشہ کی طرف لوٹ گئے اور ان کی تعداد 100 تک پہنچ گئی۔

Marfat.com

شعب ابی طالب میں محصوری

ابو طالب کوہ ابو قبیس میں واقع ایک گھاٹی میں رہتے تھے آج کل اس کا نام شعب علی اور سوق اللیل ہے۔

ابو طالب نے اپنے خاندان کے کچھ افراد کو بلایا اور ان سے کہا کہ چونکہ قریش حضور علیہ السلام کی جان کے درپے ہو گئے ہیں ان سے کہا کہ آپ لوگ حضور علیہ السلام کو ساتھ لے کر شعب ابی طالب میں جمع ہو جائیں اور آخر وقت تک آپ کی حفاظت کریں، اس تجویز کو قبول کر لیا گیا چنانچہ اس کے ردعمل میں آپ پر دباؤ بڑھانے کی خاطر یکم محرم 7 بعد بعثت کو اتفاق رائے سے ایک دستاویز لکھی گئی جس میں حلفیہ طور پر عہد کیا گیا کہ جب تک بنی ہاشم حضور کو ان کے حوالے نہ کریں تو اس وقت تک ان سے مکمل سماجی بائیکاٹ کیا جائے یعنی ان سے میل جول، بول چال، شادی بیاہ اور کسی قسم کی خرید و فروخت نہ کی جائے۔ اس دستاویز کو خانہ کعبہ میں لٹکا دیا گیا۔ اس طرح قریش نے آپ کے خاندان کے مخلص افراد سمیت مکمل سماجی مقاطعہ کر دیا۔ ان کو کھانے پینے کی اشیاء بند کر دیں۔ تمام راستے بند ہو گئے ان کے بچے بھوکے پیاسے بلکنے لگے، سماجی بائیکاٹ کا عرصہ دو تین سال رہا۔ شق القمر کا واقعہ اسی عرصہ میں وقوع پذیر ہوا۔

معجزہ شق القمر۔ اقتربت الساعۃ و انشق القمر.

شعب ابی طالب میں محصوری کے دوران مشرکین مکہ جن میں ابو جہل، عاصم بن ہشام، نضر بن حارث سمیت دیگر افراد حضور علیہ السلام کے پاس آئے، اور کہا کہ اگر آپ اللہ کے سچے نبی ہیں تو اپنی نبوت کا کوئی خاص ثبوت دکھائیں، یا چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھائیں، اس وقت چودھویں کا چاند بڑی آب و تاب سے چمک رہا تھا، آپ نے فرمایا کہ اگر ایسا کر کے دکھاؤں تو کیا تم لوگ ایمان لے آؤ گے، تو انہوں نے کہا کہ ہم ایمان لے آئیں گے، تو اس وقت حضور علیہ السلام نے اللہ سے دعا کی اے خدا ایسا کر دکھائیں، اور پھر انگشت مبارک سے چاند کی طرف اشارہ کیا، اسی وقت چاند دو ٹکڑوں میں علیحدہ علیحدہ تقسیم ہو گیا، ایک ٹکڑا جبل ابی قبیس کی طرف تھا اور دوسرا جبل قیقعان پر تھا، ان لوگوں پر سکتہ چھا گیا، حضور اس وقت فرما رہے تھے "اشھدو، اشھدو"

اے لوگو گواہ رہنا۔ ایسا تقریباً ڈیڑھ دو گھنٹے رہا، پھر پہلے ہی کی طرح ہو گیا۔ ان مشرکین نے اپنی آنکھوں سے سب دیکھا مگر ایمان نہ لائے، ارد گرد ان کے علاوہ مسافر آئے ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے بھی تصدیق کی کہ واقعی ایسا ہوا ہے۔ یہ واقعہ قرآن مجید اور احادیث متواترہ سے ثابت شدہ ہے حال ہی میں ایک نئی تحقیق کے مطابق معجزہ شق القمر، ملہار کے راجہ زمورن اور اس کے درباریوں نے بھی دیکھا، جس پر راجہ زمورن نے اسلام قبول کر لیا۔

Marfat.com

سماجی بائیکاٹ کا خاتمہ

سماجی بائیکاٹ سے بنی ہاشم پر فاقہ کشی تک کی نوبت آ گئی تھی جس سے دوسرے لوگوں میں اس بائیکاٹ کے خلاف نفرت پھیلنی شروع ہوگئی۔ اس عرصہ میں قدرت الٰہی کا عجیب کرشمہ ظہور پذیر ہوا کہ حضورؐ کو اللہ کی طرف سے خبر دی گئی کہ اس دستاویز مقاطعہ کی جملہ دستاویز کو ماسوا اللہ کے نام کے دیمک چاٹ گئی ہے۔ حضورؐ نے تجویز کیا کہ سب لوگ بہترین کپڑے پہن کر قریش کی طرف نکلیں، چنانچہ یہ سب قریش کی طرف نکل پڑے۔

قریش نے ان سے تکرار کی انہیں بتایا گیا کہ اس دستاویز کو قدرت نے ضائع کر دیا ہے، قریش نے اسے تسلیم نہیں کیا، ابو طالب نے کہا کہ اس دستاویز کو منگوا کر تم خود دیکھ لو چنانچہ وہ دستاویز منگوائی گئی، تو ہر بات سچی نکلی اس پر قریشی سٹپٹا گئے، حضور علیہ السلام کی پیشنگوئی حرف بحرف ثابت ہوگئی تھی، اس پر قریش نے سماجی بائیکاٹ کا فیصلہ واپس لے لیا اور بنی ہاشم و بنی عبد المطلب کو کہا گیا کہ وہ اب وہ شعب ابی طالب سے اپنے گھروں کو آزادانہ طور پر جا سکتے ہیں۔

''عام الحزن'' ابو طالب اور حضرت خدیجہ کی وفات

سماجی بائیکاٹ کے خاتمہ سے حضور علیہ السلام کو جو خوشی حاصل ہوئی وہ جلد ہی یکے بعد دیگرے دو صدموں سے رنج و غم میں تبدیل ہوگئی شعب ابی طالب سے نکلنے کے چھ ماہ بعد ابو طالب 80 سال کی عمر میں فوت ہوگئے اور اس کے ایک ماہ پانچ دن بعد حضرت خدیجہ 65 سال کی عمر میں فوت ہو جاتی ہیں۔

ان دونوں حادثوں کے بعد حضور علیہ السلام پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا تھا، اور آپ نے اسے عام الحزن قرار دیا۔

ابو طالب کا کردار انتہائی مثبت رہا انہوں نے اپنے والد حضرت عبد المطلب کی وفات کے بعد ان کی ہدایت اور وصیت کے مطابق حضور علیہ السلام کا ہر طرح سے خیال رکھا، ان کی مکمل سرپرستی کی، ان کے دکھ سکھ میں ساتھ رہے ان کے مصائب کو اپنے مصائب جانا ان پر ہر وار کو اپنے اوپر لیا، اپنے بیٹے حضرت علی کو مکمل طور پر حضور کی معیت میں دیا اور ہر قسم کے نتائج کو گوارہ کیا۔ اتنی عظیم شخصیت کی وفات حضور علیہ السلام کیلئے ایک بہت بڑا سانحہ تھا اور ایسے میں ان کی بیوی حضرت خدیجہ بھی فوت ہو جاتی ہیں

Marfat.com

حضرت خدیجہ نے جس بے مثال صبر وتحمل اور بے پناہ جذبہ ایثار سے حضور علیہ السلام کا ساتھ دیا۔ تاریخ انسانی قیامت تک اس کی مثال دینے سے قاصر رہے گی ان کی وفات پر قریش کا حوصلہ مزید بڑھ گیا اور انہوں نے آپ پر زیادتیوں کا دائرہ اور وسیع کر دیا۔

طائف کا سفر۔9 بعد از بعثت 619ء

حضور علیہ السلام کے عزیز ترین ابو طالب اور حضرت خدیجہ کی وفات کے بعد حضور علیہ السلام خاندانی طور پر تنہا رہ گئے اور یہ واقعات ان کیلئے انتہائی بھاری صدمہ کے باعث بنے، اور ادھر قریش مکہ نے اس پر آپ کو مزید تنگ اور پریشان کرنا شروع کر دیا یہ لوگ بہت زیادہ گستاخ اور بیباک ہو گئے قرآن کی آواز سے یہ بہت زیادہ بدکتے تھے، حضرت عبداللہ بن مسعود کو حرم کعبہ میں بہ آواز بلند قرآن پڑھنے پر مار مار کر لہولہان کر دیا، خانہ کعبہ کے کلید بردار عثمان بن طلحہ عبدری نے رسول اللہ کو کعبہ کے اندر داخل ہونے سے روک دیا۔ حضرت ابوبکر صدیق کو قضا کے منصب سے برطرف کر دیا گیا اور انہیں تنگ کیا گیا کہ وہ ملک چھوڑ کر حبشہ کی طرف ہجرت کر جانے پر آمادہ ہو گئے۔ (مگر بعد میں انہیں روک لیا گیا)

رسول اللہ کے سر مبارک پر کیچڑ ڈالنے کی ناپاک جسارت کی گئی، ہمسایوں نے آپ کے دروازہ پر کانٹے، ہڈیاں اور کوڑا پھینکنا شروع کر دیا۔ ان کے نوجوان گلی کوچوں میں آقائے دو جہان پر آوازے کستے، پتھر مارتے اور مذاق اڑاتے چنانچہ ان حالات میں مجبوراً محمد مصطفےٰ نے چاہا کہ اللہ کا پیغام مکہ سے باہر دوسرے علاقوں میں پہنچایا جائے، شاید وہی ایمان کی سعادت کا اعزاز حاصل کر سکیں۔

اس بنا پر آپ مکہ سے جنوب مشرق کی جانب 75 میل کے فاصلہ پر زرخیز شاداب اور آباد جگہ طائف روانہ ہو گئے راستہ میں بھی ان کی حوصلہ شکنی کی گئی بنو بکر کے لوگوں نے اپنے ہاں قیام کی اجازت نہ دی، قبیلہ قحطان نے ترشوئی اختیار کی اور خود طائف کے لوگ بھی بداخلاقی سے پیش آئے، وہاں کے مسعود بن عمرو، حبیب بن عمرو اور عبد یالیل نے گھٹیا طرز عمل اختیار کیا، آپ کو وہاں سے واپس آنا پڑا واپسی پر ان لوگوں نے آپ کے پیچھے غنڈے لگا دیئے جو آوازے کستے اور پتھر برساتے، آپ اور آپ کے غلام حضرت زید لہولہان ہو گئے نعلین مبارک خون جم جانے سے پاؤں سے چمٹ گئے آپ نے ایک باغ میں پناہ لی وہاں انہیں انگور پیش کئے گئے، حضرت زیدؓ نے آپ کے زخم دھوئے، کپڑے صاف کئے آپ کو اہل طائف کی بدبختی پر بڑا افسوس تھا واپسی پر قدرت نے مطعم بن عدی کو آپ کا حمایتی بنا کر ساتھ بھیج دیا، اور اس نے اعلان کیا کہ میں نے محمد کو اپنی پناہ میں لے لیا کوئی شخص انہیں گزند پہنچانے سے گریز کرے۔

Marfat.com

حضور علیہ السلام کی شان رحمت اللعالمین

طائف کی طرف ہجرت کے سفر میں اہل طائف نے جس ظلم سنگدلی اور قابل مذمت شرمناک رویہ اپنایا اس سے محمد مصطفٰے کو بہت زیادہ دکھ پہنچا عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ آپ پہ سب سے زیادہ سخت وقت واقعہ احد میں پیش آیا تھا اور یہی تاثرات آپ کی رفیقہ حیات حضرت عائشہ بھی محسوس کر رہی تھیں۔ ایک دفعہ انہوں نے رسول اللہ سے خود ہی اس نسبت پوچھ لیا۔ کہ یا رسول اللہ آپ پہ غزوہ احد سے بھی زیادہ سخت وقت آیا ہے؟

آپ نے فرمایا کہ ''ہاں آیا ہے طائف کی طرف ہجرت میں'' اس سے اس واقعہ کی سنگینی کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

حضور کی خدا کے حضور رقت آمیز دعا

جب اہل طائف آپ کو تنگ کر رہے تھے تو آپ نے اس نازک وقت پر اپنے پروردگار کو پکارا ''اے میرے پروردگار میں انتہائی انتہائی بے چارگی، بے بسی میں اور عاجزی میں ان لوگوں کی بے قدری کا شکوہ کرتا ہوں، جو کچھ یہ لوگ کر رہے ہیں تو انہیں دیکھ رہا ہے، اگر تو مجھ سے راضی ہے تو مجھے کسی بھی مصیبت کی پرواہ نہیں ہے اے اللہ میں تیری رضا پر راضی ہوں، کوئی زور اور طاقت تیرے بغیر نہیں اس رقت آمیز دعا کے فوری بعد آپ نے اپنی نگاہ اٹھائی تو آپ پہ بادلوں نے سایہ کیا ہوا تھا اور وہاں حضرت جبرائیل بیٹھے تھے اور انہوں نے کہا کہ آپ کی دعا خدا نے سن لی ہے۔ پہاڑوں کا فرشتہ میرے پاس ہے اگر آپ اسے حکم دیں تو یہ اس علاقے کے اردگرد پہاڑوں ابوقبیس اور قعیقعان کو اس طرح آپس میں جوڑ دے گا کہ جس سے درمیان میں آنے والی ہر چیز ریزہ ریزہ ہو جائے گی اور کوئی بھی ہوتا ان کی پیشکش قبول کر لیتا مگر رحمت اللعالمین نے فرمایا نہیں، میں ان کی تباہی نہیں چاہتا شاید ان کی نسل میرے پیغام کو سمجھ لے یہ ہے آپ کی شان رحمت اللعالمینی کیا تاریخ انسانی ان کی کوئی نظیر لا سکتی ہے۔

حضرت سودہ بنت زمعہ سے نکاح

حضرت خدیجہ کی وفات کے کچھ ہی عرصہ بعد 10 بعثت میں حضرت محمدؐ نے حضرت سودہ بنت زمعہ سے نکاح کر لیا، دراصل حضرت خدیجہ کی وفات کے بعد آپ کیلئے انتہائی پریشان کن مسئلہ پیدا ہو گیا، آپ کی دو کمسن صاحبزادیاں حضرت ام کلثوم اور حضرت فاطمہ رہ گئی تھیں گھر میں ان کی خبر گیری

Marfat.com

کرنے والا کوئی نہ تھا، اور حضرت محمدؐ نے رسالت کے فرائض بھی سرانجام دینے تھے۔ حضرت سودہ ایک سن رسیدہ خاتون تھیں اور بچیوں کی پرورش کیلئے وہ موزوں ترین خاتون ہو سکتی تھیں۔

ابن سعد کے مطابق جب حضور علیہ السلام نے انہیں نکاح کا پیغام بھجوایا جواب میں انہوں نے کہا کہ مرے معاملہ میں آپ کو ہر فیصلے کا اختیار ہے اس طرح ان کا نکاح ہو گیا۔ نکاح کی مجلس میں حضرت سودہ کی طرف سے حضرت حاطب وعمرو بن عبدالشمس کو ولی مقرر کیا گیا جنہوں نے ان کی طرف سے نکاح کر دیا۔

واقعہ معراج

نبوت کا دسواں سال گزر گیا، مشکلات ومصائب اپنے قریب ترین خونی رشتوں کی جدائی اور ہر وہ تکلیف، آزمائش اور حتیٰ کہ ذلت ورسوائی تک خدائے ذوالجلال کی راہ میں صبر وتحمل اور کھلے دل سے برداشت کی گئی اس وقت خدائے بزرگ وبرتر نے انہیں تصور سے بھی زیادہ حسین انعام دینے کا فیصلہ کیا اور وہ انعام تھا۔

سبحن الذی اسریٰ بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الی مسجد الاقصیٰ..

آپ کو ایسے مقام کی سیر کروائی گئی جو اس پوری کائنات کی انتہا تھا آپ نے مکمل جسمانی طور پر یہ سفر کیا۔ جس کی تفصیل یوں ہے۔

ایک رات آپؐ حضرت ام ہانی کے مکان میں آرام فرما رہے تھے، نیم خوابی کی حالت میں تھے حتیٰ کہ اس مکان کی چھت پھٹ پڑی، حضرت جبرائیل، حضرت میکائیل اور دوسرے فرشتوں کے ساتھ اترے، انہیں نیند سے بیدار کیا اور بئر زم زم لے گئے۔ جہاں آپ کو لٹا کر آپ کے سینہ مبارک کو چاق کر کے قلب مبارک کو نکال کر زم زم سے دھویا گیا اور ایمان وحکمت سے آپ کے دل کو بھر کے سینہ دوبارہ ٹھیک کر دیا دونوں شانوں کے درمیان مہر ختم نبوت ثبت کی گئی۔

ایک براق نامی بہشتی جانور لایا گیا جو گدھے اور خچر کی درمیانی پوزیشن کا تھا اس کا ایک قدم نظر کی انتہا تک پہنچتا تھا، جب آپ اس پر بیٹھے تو یہ تھوڑی بہت شوخی کرنے لگا تو جبرائیل نے اسے کہا کہ اے براق تو خوش قسمت ہے کہ تیری پشت پر محمد مصطفےٰؐ جیسی عظیم ترین شخصیت بیٹھی ہے تو فخر کر، تو براق شرم کی وجہ سے پسینہ پسینہ ہو گیا راستے میں مدینہ وادی سینا (جہاں موسیٰ علیہ السلام اللہ سے مخاطب ہوئے تھے) مدین (مسکن شعیب) اور مقام بیت اللحم پر نمازیں پڑھیں۔

آپ براق پر چلے جا رہے تھے آگے راستے میں بڑھیا کے روپ میں دنیا اور بوڑھے کے

Marfat.com

روپ میں شیطان نے سلام پیش کیا۔ جس کا آپ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ آگے گئے تو حضرت ابراہیم حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ نے آپ کو سلام کیا۔ تو آپ نے ان کے سلام کا جواب دیا۔ راستہ میں آپ نے دجال اور داروغہ جہنم کو بھی دیکھا۔

براق تیزی سے اپنی منزل کی طرف بڑھے چلے جارہا تھا۔ آگے راستہ میں آپ نے تانبے کے ناخن والی قوم دیکھی جوان ناخنوں سے اپنے چہروں اور سینوں کو چھیل رہی تھیں۔ پوچھنے پر آپ کو بتایا گیا کہ یہ پیٹھ پیچھے لوگوں کی غیبت کرتے تھے۔ ایک سود خور کو دیکھا نہر میں بیٹھ کر پتھر کھا رہا تھا۔

نماز میں سستی کرنے والی قوم کو دیکھا، جنکے سروں کو پتھروں سے کچلا جارہا تھا، ننگے لوگوں کو دیکھا جو جانوروں کی طرح چر رہے تھے مگر کانٹے اور دوزخ کے پتھر کھا رہے تھے، پوچھنے پر بتایا گیا کہ یہ لوگ اپنے مالوں کی زکواۃ نہیں دیتے تھے، ایسے لوگوں کو دیکھا جو پکے ہوئے گوشت کی موجودگی میں کچا اور سڑا ہوا گوشت کھا رہے تھے بتایا گیا کہ یہ حلال عورت مرد ہونے کے باوجود غیروں کے ساتھ زنا کرتے تھے آگے گئے تو آپ نے دیکھا کہ لوگوں کی زبانیں لوہے کی قینچی سے کاٹی جارہی تھیں کٹنے کے بعد پھر ویسے ہی ہو جاتی اور یہ سلسلہ جاری رہتا، پوچھنے پر بتایا گیا کہ وہ علماء ہیں جو خود عمل نہیں کرتے تھے۔ آگے گئے تو آپ نے ایسی قوم دیکھی جن کی فصل ایک ہی دن میں تخم ریزی سے کٹنے تک جملہ مراحل طے کر لیتی تھی آپ کو بتایا گیا کہ یہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے لوگ ہیں۔ اور پھر اس دنیا میں وہ آخری مقام دیکھا جہاں جنت کی خوشبو اور دوزخ کی بدبو صاف محسوس کی جارہی تھی۔ آپ نے مسجد اقصیٰ بیت المقدس میں جملہ انبیاء کرام اور فرشتوں کی جماعت کو امامت کروائی تمام نبیوں نے انہیں فرداً فرداً خراج تحسین پیش کیا اور بعد ازاں انہیں دودھ، شراب، پانی اور شہد پیش کیے گئے مگر آپ نے دودھ نوش کیا اور ثابت کیا کہ آپ نے دین فطرت اختیار کیا۔

عروج السموٰۃ۔ آپ پہلے آسمان پر پہنچتے ہیں

براق کو مسجد اقصیٰ میں باندھ دیا گیا تھا تاکہ واپسی پر اسی براق کے ذریعے آپ واپس اپنے گھر مکہ آ سکیں۔ یہاں سے آپ سیڑھی کے ذریعے آسمان پر تشریف لے گئے۔ علم ہونے پر فرشتوں نے ''مرحبا'' کہہ کر آسمان کے دروازے کھول دیئے، سب سے پہلے آپ نے حضرت آدم کو دیکھا اور انہیں سلام کیا۔ تو حضرت آدم نے جواباً کہا ''مرحبا الابن الصالح والنبی الصالح'' خوش آمدید نیک فرزند اور نیک نبی۔

Marfat.com

حضرت آدم علیہ السلام کے دائیں نیک لوگ جمع تھے جبکہ بائیں جانب لوگ رو رہے تھے جو برے لوگ تھے۔

دوسرے آسمان سے ساتویں آسمان تک کی روئیداد۔

پھر آپؐ دوسرے آسمان پر تشریف لے گئے، جہاں آپ کی ملاقات حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہوئی۔ تیسرے آسمان پر حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ ملاقات ہوئی، چوتھے پر حضرت ادریس، پانچویں پر حضرت ہارون علیہ السلام، چھٹے پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے سلام کلام ہوا۔ پھر اس کے بعد آپ ساتویں آسمان پر تشریف لے گئے جہاں آپ نے ایک بزرگ شخصیت کو دیکھا جو بیت معمور سے پشت لگائے بیٹھے تھے۔ بیت معمور قبلہ ملائک ہے، جو ٹھیک خانہ کعبہ کے اوپر ہے۔ جہاں ستر ہزار فرشتے اس کا طواف کرتے ہیں اور پھر ان کی باری نہیں آتی۔
پوچھنے پر بتایا گیا کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ آپ نے انہیں سلام کیا۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا۔ خوش آمدید میرے نیک بیٹے۔

سدرۃ المنتہیٰ

سدرۃ المنتہیٰ ساتوں آسمان پر ایک بیری کا درخت ہے ہر چیز جو دنیا سے آتی ہے یہاں ٹھہر جاتی ہے اور پھر اوپر اٹھائی جاتی ہے، اس طرح جو چیز اوپر سے نیچے آتی ہے وہ بھی یہیں ٹھہر جاتی ہے پھر نیچے اترتی ہے اس لئے اسے سدرۃ المنتہیٰ کہتے ہیں۔
یہی وہ مقام ہے جہاں حضرت محمدؐ کے ہمسفر حضرت جبرائیل نے یہ کہہ کر انکا ساتھ چھوڑ دیا کہ آگے میں نہیں جا سکتا میرے پر جلتے ہیں۔ یہیں حضرت محمدؐ نے حضرت جبرائیل کو ان کی اصلی صورت میں دیکھا۔ اسی مقام پر حضور نے حق جل شانہ کی عجیب وغریب انوار وتجلیات کا مشاہدہ کیا اور بے شمار فرشتوں کو جنہوں نے سدرۃ المنتہیٰ کو گھیرا ہوا تھا آپ نے یہاں جنت اور دوزخ کا ملاحظہ کیا۔

مقام صریف الاقلام

یہاں قضاء قدر کے قلم مشغول کتابت تھے، فرشتے امور الٰہیہ کی کتابت اور احکام خداوندی کی لوح محفوظ سے نقل کر رہے تھے آپ یہاں پہنچے، آپ نے یہ سب دیکھا، یہ سدرۃ المنتہیٰ سے اوپر کا مقام

Marfat.com

ہے جہاں تدابیر عالم کے متعلق احکام کا نزول ہوتا ہے یہ تدابیر الٰہی اور تقادیر خداوندی کا بے مثال صدر مقام ہے لکھتے وقت قلم کی جو آواز پیدا ہوتی ہے اسے صریف الاقلام کہتے ہیں۔

دیدارالٰہی

مقام صریف الاقلام سے آپ ایک زفرف یعنی سبز مخملی مسند کی سواری کے ذریعہ آپ کو اوراتنا بلند کیا گیا کہ آپ اپنے پروردگار کے قریب پہنچ گئے حضور علیہ السلام خود فرماتے ہیں کہ جب میں وہاں پہنچا تو میرے لئے ایک دروازہ کھولا گیا تو میں نے سامنے نور اعظم کو دیکھا اور پردہ میں سے موتیوں کی ایک مسند کو دیکھا، پھر اللہ تعالیٰ نے مجھ سے براہ راست مخاطب ہو کر مجھ سے کلام فرمایا''

حضور علیہ السلام نے رب العزت کی بارگاہ میں سجدہ شکر بجالایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس موقعہ پر آپ کی امت پر پچاس نمازیں فرض کیں۔ آپ ساری ہدایات لے کر واپس ہوئے، راستہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام ملے تو انہوں نے اس پر کوئی تبصرہ نہیں کیا، آگے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ مجھے اپنی اُمت کا بخوبی تجربہ ہے آپ کی امت بھی ضعیف اور کمزور ہے وہ اتنی نمازیں نہیں پڑھ سکے گی۔ حضور علیہ السلام پھر اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو اللہ نے پانچ نمازیں کم کردیں۔ موسیٰ علیہ السلام بار بار مشورہ دیتے رہے کہ نماز کی تعداد میں کمی کروائیں اور جب پانچ نمازیں رہ گئیں تو آپ نے فرمایا کہ مجھے اب شرم آتی ہے۔ بس ٹھیک ہے غیب سے آواز آئی کہ پانچ نمازوں کا ثواب پچاس نمازوں جتنا ہوگا۔ بہرحال اصل طے شدہ بات یہی تھی۔

واپسی کا سفر

حضور علیہ السلام ایک منفرد اعزاز لے کر واپس لوٹے، یہ بھی ان کا کمال ہے اگر وہ چاہتے تو کہہ سکتے تھے کہ میں اتنی عظیم الشان جگہ سے واپس نہیں ہونا چاہتا، مگر یہ نبی کی عظمت ہے کیونکہ ان کا کام دنیا میں راہ انسانیت کی رہنمائی تھی۔ اور اسے لوگوں میں رہ کر ہی سرانجام دیا جاسکتا تھا بقول اقبال اگر کوئی ولی ہوتا تو وہ اس مقام سے واپس نہ آتا مگر۔ نبی واپس آ گیا اور یہی نبی اور ولی میں فرق ہے۔

آسمانوں سے اس ترتیب سے واپسی ہوئی سبز مسند سے صریف الاقلام سدرۃ المنتہیٰ، ساتواں آسمان، چھٹا آسمان، پانچواں آسمان، چوتھا آسمان، تیسرا، دوسرا اور پہلا آسمان۔

پھر پہلے مقام سے آپ بیت المقدس پر اترے۔ پھر وہاں سے اس براق پر سوار ہو کر صبح سے

Marfat.com

پہلے مکہ مکرمہ پہنچ جاتے ہیں صبح کے وقت آپ نے یہ واقعہ قریش کے سامنے پیش کیا۔ سب حیران رہ گئے اہل قریش نے مذاق کیا، کہ یہ کیسے ممکن ہے اہل قریش نے بیت المقدس کی علامات دریافت کیں۔ حق تعالیٰ نے پورا بیت المقدس آپ کے سامنے پیش کر دیا، ہر سوال کا جواب دیا گیا، پھر انہوں نے کہا کہ کوئی واقعہ بتائیں آپ نے فرمایا ایک قافلہ راستے میں ملا، جو شام سے مکہ واپس آ رہا تھا اس کا ایک اونٹ گم ہو گیا۔ بعد میں مل گیا ان شاء اللہ تین دن بعد مکہ واپس آ جائے گا خاکستری رنگ کا اونٹ سب سے آگے ہوگا، بعد میں اسی طرح ہوا لیکن وہ لوگ ایمان نہ لائے، لیکن جب حضرت ابو بکرؓ کو کسی نے کہا کہ آپ کے دوست محمدؐ نے آج یہ دعویٰ کیا ہے تو حضرت ابو بکر صدیق پکار اٹھے۔ میں گواہی دیتا ہوں جو وہ کہتے ہیں سچ کہتے ہیں۔

معجزہ حبس شمس

یہ معجزہ مکہ مکرمہ میں پیش آیا، محمد مصطفیٰؐ جب معراج سے واپس تشریف لائے اور قریش کے سامنے واقعہ معراج پیش کیا تو قریش نے بیت المقدس کی علامتیں دریافت کیں۔ اور آپ سے ایک قافلہ کا حال پوچھا جو کہ تجارت کی غرض سے شام گیا ہوا تھا کہ کب واپس آئے گا۔

آپ نے فرمایا کہ وہ قافلہ بدھ کے روز مکہ میں داخل ہوگا۔ بدھ کا دن آ گیا جوں جوں وقت آگے بڑھ رہا تھا تشویش بڑھتی گئی، جب شام ہونے لگی کفار نے جشن منانا شروع کر دیا۔ کہ وقت ختم ہونے والا ہے مگر قافلہ حضور علیہ السلام کی پیشگوئی کے مطابق مکہ نہیں پہنچا۔ تو ایسے وقت محمد مصطفیٰؐ خود بھی پریشان ہو گئے اور اسی پریشانی کے عالم میں اپنے خدا سے دعا مانگتے ہیں۔ کہ سورج ٹھہر جائے اور اس کی موجودگی میں قافلہ واپس آ جائے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی دعا قبول فرمائی۔ اور سورج کو حکم دیا کہ وہ اپنی جگہ سے اس وقت تک نہ چلے جب تک قافلہ مکہ میں داخل نہ ہو جائے۔ اور قافلہ واپس مکہ پہنچ گیا تب سورج غروب ہوا۔

سورۃ روم کی پیشگوئی

ان ہی دنوں سورۃ روم کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں جن میں فرمایا گیا تھا کہ ''رومی قریب کی سرزمین میں مغلوب ہو گئے ہیں اور اپنی اس شکست کے بعد چند سال کے اندر وہ پھر غالب ہو جائیں گے'' سب کچھ اللہ کے اختیار میں ہے۔

Marfat.com

جب یہ آیات نازل ہوئیں تو کفار مکہ نے ان کا خوب مذاق اڑایا، اور اُبی بن خلف نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے شرط لگائی کہ اگر تین سال کے اندر رومی غالب آ گئے تو میں آپ کو دس اونٹ دونگا ورنہ آپ مجھے دس اونٹ دیں گے، جب یہ بات حضور علیہ السلام کے علم میں لائی گئی تو آپ نے فرمایا کہ اس میں اس طرح ترمیم کر دو کہ تین سال کی بجائے دس سال اور دس اونٹوں کی بجائے سو اونٹ یعنی اگر رومی دس سال کے اندر دوبارہ غالب آتے ہیں تو ابی بن خلف کو سو اونٹ دینے ہوں گے، اگر نہیں آئے تو حضرت ابوبکر صدیق کو سو اونٹ اسے دینے ہوں گے۔

622ء میں حضور علیہ السلام ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے، اور انہی ایام میں قیصر ہرقل خاموشی کے ساتھ قسطنطنیہ سے بحر اسود کے راستے طرابزوں کی طرف روانہ ہوا۔ ہرقل نے اپنا حملہ 623ء میں ارمین سے شروع کیا، اور دوسرے سال 624ء میں اس نے آذر بائیجان میں گھس کر زرتشت کے مقام پیدائش ارمیاہ کو تباہ کر دیا۔ اور ایرانیوں کے سب سے بڑے آتشکدہ کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ یہی وہ سال تھا جس میں مسلمانوں نے بدر کے مقام پر کفار کے مقابلہ میں پہلی فیصلہ کن تاریخی لڑائی میں کامیابی حاصل کی دونوں پیشنگوئیاں دس سال کے اندر بخوبی پوری ہوگئیں اور حضور کی بات سچ ثابت ہوگئی۔

اس دوران ابی بن خلف فوت ہوگیا اس کے وارثوں نے شرط ہارنے پر سو اونٹ حضرت ابوبکرؓ کے حوالے کر دیئے۔ حضرت ابوبکر صدیق نے وہ اونٹ حضور کی خدمت میں پیش کیئے جنہوں نے ان اونٹوں کو صدقہ کرنے کا حکم دیا۔ یاد رہے کہ اس شرط کے وقت جوئے کے حرام ہونے کا حکم نہیں آیا تھا اور اب آ چکا تھا لہذا اونٹ خود استعمال کرنے کی بجائے صدقہ کر دیئے۔

Marfat.com

نیا معاشرہ معرض وجود میں آتا ہے۔

1ھ اسلام مدینہ میں

(1) محمد مصطفیٰؐ کی تیسری اور آخری ہجرت۔

(2) محمد مصطفیٰؐ کے قتل کی سازش۔

(3) صدیق اکبر ابو بکر صدیقؓ "یار غار" کا اعزاز حاصل کرتے ہیں۔

(4) علی المرتضیٰ۔ محمدؐ کے بستر پر۔

(5) سراقہ بن جعشم۔ محمد مصطفیٰؐ کے خلاف سازش کرنے پر سو اونٹوں کی لالچ میں۔

(6) قباء میں داخلہ اور قیام۔

(مدینہ میں ورود) محمد مصطفیٰؐ مدینہ میں داخل ہوتے ہیں۔ مسجد نبوی تعمیر ہوتی ہے۔

ازواج مطہرات کے حجرے تعمیر ہوتے ہیں۔

پہلی آذان دی جاتی ہے۔

انصار اور مہاجرین شیر و شکر ہو کر تمام تعصبات مٹا دیتے ہیں۔

اسلامی قانون بین الاقوام۔ معرض وجود میں آتا ہے۔

ظہر عصر اور عشاء کے فرضوں کی تعداد دو سے چار کی جاتی ہے۔

محمد مصطفیٰؐ اپنے اہل بیت کو مکہ سے مدینہ بلاتے ہیں۔

محمد مصطفیٰؐ کے "قبا" کے میزبان کلثوم بن یدم فوت ہوتے ہیں۔

مدینہ کے پہلے مسلمان۔ اسعد بن زرارہ اس جہان فانی سے کوچ کرتے ہیں۔

محمد مصطفیٰؐ کے جانثار ابو بکر صدیقؓ کے نواسے عبداللہ بن زبیر پیدا ہوتے ہیں۔

سریہ سیف البحر۔ 1ھ مارچ 623

شوال 1ھ اپریل 623ء سریہ رابغ عبیدہ بن حارث، محمد مصطفیٰؐ کی طرف سے سالار نامزد۔

سریہ خرار (سعد بن ابی وقاص) ذی قعدہ 1ھ مارچ 623

Marfat.com

اسلام مدینہ میں 11 بعد از بعثت)

ہر طرف مایوسی ہی مایوسی تھی، آپ جہاں کہیں بھی خدا کی وحدانیت کا پیغام دیتے لات ومنات کے پجاری وہیں آجاتے، اور اعلان کرتے کہ ان سے بچیں یہ آپ کو اور آپ کے آبائی دین بت پرستی سے برگشتہ کرنے کیلئے آیا ہے۔ لہٰذا اب اسلام کی دعوت نئے انداز سے سامنے آتی ہے، نبوت کے گیارہویں سال مدینہ کے قبیلہ خزرج کے چھ افراد، حج کے موقعہ پر محمد مصطفےٰ کی زبانی اللہ کے کلام کو سنتے ہیں، ان کے دل کی دنیا تبدیل ہو جاتی ہے اور کفر کے اندھیرے سے اسلام کی روشنی میں داخل ہو جاتے ہیں۔ وہ روشنی جسے قریش مکہ اور دوسرے قبائل نے رد کر دیا، تو مکہ سے تین سو میل دور مدینہ کے ابو اثیم، اسعد بن زرارہ، عوف بن حارث، واقع بن مالک، قطبہ بن عامر، اور جابر بن عبداللہ نے اس روشنی کو اپنی منزل بنالیا۔ یہ چھ اشخاص اسلام قبول کرنے کے بعد اپنے شہر مدینہ پہنچ گئے۔ اور لوگوں سے تذکرہ کیا کہ ہم نے اللہ کے آخری نبی کو دیکھ لیا ہے۔ وہ وہی نبی ہے جس کی پیشنگوئیاں آسمانی کتابوں میں موجود ہیں۔ لوگوں میں تجسس پیدا ہو گیا۔ اگلے سال مدینہ کے بارہ مزید آدمی حج کے موقع پر مکہ آئے انہوں نے منیٰ اور حرا کے درمیان پہاڑ کی ایک گھاٹی ''عقبہ'' پر نبی کریمؐ سے شرف ملاقات کی سعادت حاصل کی اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کر کے اقرار کیا کہ کوئی معبود نہیں ماسوا اللہ کے اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔ ان لوگوں نے رسول اللہ سے درخواست کی کہ آپ ہمارے ساتھ کسی اصحابی کو مدینہ بھجوائیں تا کہ مدینہ میں منظم طریقہ سے اشاعت ہو سکے۔

چنانچہ آپ رسول اللہ نے حضرت مصعب بن عمیر کو ان لوگوں کے ساتھ مدینہ بھیج دیا، جنہوں نے وہاں جا کر مدینہ کے عرب گھرانوں کی اکثریت کو حلقہ بگوش اسلام بنالیا قبیلہ اوس نے اپنے سردار سعد بن معاذ کی قیادت میں اجتماعی طور پر اسلام قبول کر لیا۔ تیسرے مرحلہ میں اگلے سال مدینہ کے مزید 72 آدمی رسول اللہ کی بارگاہ میں آئے اور اسلام قبول کر لیا۔ اور عہد کیا کہ وہ اسلامی نظام کے قیام کیلئے اپنی جانیں قربان کریں گے۔ یہاں اس وقت یہ معاہدہ طے پا گیا کہ مدینہ اسلام کا مرکز بنے گا، نبی کریم ہجرت کر کے مدینہ آجائیں گے، اس موقعہ پر باہمی مشورہ سے مدینہ کے انتظام کے لئے بارہ افراد پر مشتمل مجلس شوریٰ نامزد کر دی گئی اس طرح مدینہ اسلام کا مرکز بن گیا۔

Marfat.com

ہجرت مدینہ

اپنا وطن اپنا علاقہ اپنی قوم برادری، اپنے رشتہ دار اور اپنے بچپن کی معصوم یادوں کو چھوڑنا عام حالات میں بڑا مشکل فیصلہ ہوتا ہے۔اور بہت کم لوگ ہی ایسا کر پاتے ہیں ہمارے معاشرہ میں یہ بہت بڑی قربانی جانی گردانی ہے۔مگر فرض کریں کہ آپ اپنے محل نما مکان میں بیٹھے ہیں جہاں سوئمنگ پول سے لے کر ہر قسم کی نعمت آپ کو میسر ہے۔مال و دولت سونے چاندی اور ہیرے جواہرات کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں ایسے میں ریڈیو پر اعلان آ جاتا ہے کہ چند ہی لمحوں میں ایک بہت بڑا اسیلابی ریلا یہاں سے گزرنے والا ہے جو اپنی راہ میں آنے والی ہر چیز کو خس و خاشاک کی طرح بہا کر لے جائے گا۔

اس وقت آپ کا فیصلہ کیا ہوگا۔ظاہر ہے کہ آپ ادھر سے خالی ہاتھ۔اٹھ کر اپنی جان بچانے کی فکر کریں گے۔اور آپ وہاں سے بھاگ جائیں گے۔سارے احساسات کو چھوڑ کر، سارے مال و دولت کو چھوڑ کر۔آپ کو اس وقت صرف اپنی جان کی فکر ہوگی کہ کسی طرح یہ بچ جائے۔ایسا ہی واقعہ 27 صفر 13 نبوت 12 ستمبر 621ء کو محمد مصطفیؐ اور ان کے ساتھیوں پر ظہور پذیر ہوتا ہے۔

لیکن ذرا ٹھہریں۔یہ بالکل ویسا ہی واقعہ نہیں ہے کہ جان بچانے کی خاطر۔اپنا وطن چھوڑ دیا جائے یہ اپنے ایمان بچانے کی خاطر سب کچھ چھوڑ کر خدا کی بارگاہ میں ہجرت اختیار کرنے کا واقعہ ہے کیونکہ محمد مصطفیؐ کی جان تو سب کو عزیز تھی۔مکہ کا ہر شخص ان پر قربان ہونا، چاہتا تھا ان کی اصول پرستی، انسان دوستی، ان کی سچائی، ان کی امانت، تو کبھی وجہ تنازعہ تھی ہی نہیں۔پورا عرب ان کی رشتہ داری میں تسبیح کے دانوں کی طرح پرویا ہوا تھا۔ان کے اصحابہ کرام بھی اسی معاشرہ کے فرد تھے وہ بھی اپنے اپنے مقام پر اسی طرح لوگوں میں مقبول تھے۔مگر جھگڑا کیا تھا جھگڑا تو صرف یہ تھا کہ محمد مصطفیؐ کی تعلیمات سے ان کے لات و منات منہدم ہو رہے تھے، ان کے بت مسمار ہو رہے تھے اور ان کے کاغذی خدا۔زمین برد ہو رہے تھے۔

اگر محمد مصطفیؐ ان کے اس باطل نظام پر کاری ضرب لگانا بند کر دیتے تو وہ ان کی آنکھوں کا تارا بن جاتے، مگر خدا کا حکم تھا کہ اے میرے سوہنے کالی کملی والے اس نرم گداز بستر سے اٹھیئے، اور اپنے عزیز و اقارب دوستوں رشتہ داروں اور سارے انسانوں کو پیغام دیں کہ سجدے کے قابل صرف ایک ہی ذات ہے جو صرف اللہ کی ذات ہے۔

اللہ کے اس پیغام کو پوری آواز، پوری جرات اور پوری استقامت کے ساتھ محمد مصطفیؐ نے فاران کی چوٹیوں صفاء و مروہ کی پہاڑیوں، شعب بن ہاشم کی گھاٹیوں اور قریش کے ایوانوں میں کھڑے ہو کر بانگ دہل بلند کیا، جس کی پاداش میں ان پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے گئے لعن و تشنع کا نشانہ بنایا گیا اور ہر وہ

Marfat.com

حرکت کی گئی جو کہ وہ کر سکتے تھے۔ مگر محمد مصطفیٰؐ نے یہ اعلان کیا کہ میں اپنے مشن سے کسی طرح بھی ہٹ نہیں سکتا اور یہ اس وقت بھی نہیں ہو سکتا کہ اگر میرے ایک ہاتھ میں سورج رکھ دیا جائے اور دوسرے میں چاند۔

محمد مصطفیٰؐ کا مشن آہستہ آہستہ پھیل رہا تھا، مگر رفتار بہت دھیمی تھی کیونکہ اہل قریش کسی بھی قیمت پر اپنے باپ دادا کے مذہب کو چھوڑنا نہیں چاہتے تھے عام آدمی کا رابطہ بھی محمد مصطفیٰؐ سے نہیں ہو پا رہا تھا۔ معاشرتی مقاطعہ ایک الگ دردسر بنا ہوا تھا۔ ایسے میں محمد مصطفیٰؐ کا مقدس مشن ایک روشنی کی طرح مکہ سے باہر مدینہ میں جلوہ گر ہونے لگا۔ مدینہ پوری طرح محمدؐ کے نور سے منور ہونے لگا۔ وہاں محمد مصطفیٰؐ کے ساتھیوں کی مجلس شوریٰ ایک cily state کی نگرانی کر رہی تھی۔ راستہ ہموار ہو گیا تھا اور ایسے میں محمد مصطفیٰؐ نے اپنے اصحاب کو مدینہ جانے کی باقاعدہ اجازت دیدی۔

محمد مصطفیٰؐ سازش کے نرغے میں

محمد مصطفیٰؐ کے مقدس مشن کی کرنوں کو مدینہ میں بکھرتا سبھی دیکھ رہے تھے۔ قریش بھی یہ محسوس کر رہے تھے کہ مدینہ میں محمد مصطفیٰؐ کا قبضہ ان کی موت ہے۔ ان کے سارے تجارتی قافلے یہیں سے ہو کر شام اور دیگر علاقوں میں جایا کرتے ہیں۔ محمد مصطفیٰؐ کو اپنے مشن سے ہٹانے کی انہوں نے جو بھی کوشش کی۔ وہ ناکام ہوئی، طاقت برادری، ترغیب و تحریص غرضیکہ منت سماجت، مگر محمد مصطفیٰؐ کی ایک 'ناں' سب پر حاوی ہوگئی۔ اور بالآخر۔ اہل قریش کی پارلیمنٹ کو متفقہ فیصلہ کرنا پڑا۔ کہ۔ محمد مصطفیٰؐ کو قتل کر دیا جائے۔ اور یہی مسئلے کا آخری حل ٹھہرا۔

اس کیلئے حکمت عملی یہ ترتیب دی گئی کہ قریش کے ہر خاندان کا ایک ایک آدمی چن کر ایک قاتلی دستہ ترتیب دیا گیا جس نے محمد مصطفیٰؐ کو سحری کے وقت نماز تہجد کیلئے گھر سے نکلتے وقت مشترکہ طور پر قتل کرنا تھا۔ اور الزام کسی ایک خاندان یا شخص پر نہیں آنا تھا۔ ایسے ناگزیر وقت اس امر کے علاوہ کوئی چارہ (option) نہیں تھا کہ آپ بھی ہجرت کر جائیں اور ایسا کرنے کا حکم آ گیا۔

شب ہجرت

اہل قریش کی جنرل باڈی سے قتل رسول کی قرارداد بااتفاق رائے سے پاس ہو چکی تھی، اور اس کے عملدرآمد کیلئے وقت مقرر ہو چکا تھا۔ اکابرین قریش کا نمائندہ دستہ گھات لگانے کی تیاریاں مکمل کر چکا

Marfat.com

تھا اور ادھر اللہ رب العزت یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے اور انہوں نے آپ کو وحی کے ذریعہ اس گھناؤنی سازش سے آگاہ کر دیا۔

یہ انتہائی نازک وقت تھا۔ محمد مصطفیٰؐ نے ایسے وقت اپنے اس ساتھی کو اعتماد میں لیا۔ جس ساتھی نے آئندہ ''یار غار'' کا لقب اختیار کرنا تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ ہم گھر میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ہمارے گھر رسول اللہ تشریف لائے۔ سارے فکر مند ہو گئے۔ ابو بکر نے کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ آپ کیسے تشریف لائے۔ آپ نے فرمایا کہ ہجرت کی روانگی کی اجازت مل چکی ہے۔ بس تیاری کرو۔ پروگرام ترتیب دیا گیا۔ ساری تیاری ابو بکر نے کرنی تھی۔ اس کے بعد آپ اپنے گھر تشریف لے آئے۔

محمد مصطفیٰؐ کے مکان کا محاصرہ

اہل قریش نے اپنے منصوبہ کے مطابق رات گئے گھات لگا کر آپ کے مکان کا گھیراؤ کر لیا، تاکہ طے شدہ وقت پر آپ پر بھرپور قاتلانہ حملہ کیا جائے۔ انہیں مکمل یقین تھا کہ آج کی رات محمد مصطفیٰؐ کی اس روئے زمین پر آخری رات ہے آج اس شخصیت کا ہمیشہ کیلئے خاتمہ ہو جائے گا جس نے ان کی روایات کو للکارا تھا۔ وہ بہت خوش تھے۔ ان کا سردار ابو جہل بن ہشام، حکم بن عاص، ابولہب اور دوسرے سرداروں سمیت پوری تیاری کے ساتھ گھات لگائے بیٹھے تھے۔ تاکہ وقت مقررہ پر اپنی ناپاک سازش کو عملی جامہ پہنا سکیں۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ کا اعزاز۔ اور مدینہ میں ورود

کفار مکہ حضورؐ کے قتل پر تل گئے تھے۔ آپ نے بہر حال گھر سے نکلنا تھا۔ سو اللہ کی تائید اور نصرت سے ایسے نکلے کہ قاتل دستہ سمجھ ہی نہیں سکا۔ اپنے بستر پر حضرت علیؓ کو لٹا کر آپ نے حضرت ابو بکر صدیق کو اپنی ہمراہی کیلئے چنا۔ یہ انتہائی نازک وقت تھا اور ایسے میں حضرت ابو بکر کی نامزدگی اور اللہ سے بھی اس امر کی اجازت، اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق سچے عاشق رسول، آپ کے انتہائی آزمودہ دوست، محب خاص، جانثار، جانباز اور غم گسار کی حیثیت رکھتے تھے۔ اگر حضرت ابو بکر صدیق کی شخصیت ذرا سی بھی مشکوک ہوتی تو زندگی کے اس نازک ترین مرحلے میں حضرت محمدؐ سے کیسے مخفی رہ سکتی اور پھر اللہ تعالیٰ کی ذات تو ہر چیز جاننے والی ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق نے سب سے پہلے حضور کی نبوت پر ایمان لا کر دنیا میں پہلے مسلمان کا درجہ حاصل کیا۔ معراج کے واقعہ کی تصدیق کرنے والے بھی وہ پہلے

Marfat.com

آدمی تھے اور اس لئے انہیں صدیق کا لقب دیا گیا۔ اس سفر میں ابوبکر صدیق نے جس بے مثال وفاداری ثابت قدمی اور جانثاری کا مظاہرہ کیا تاریخ اس کی مثال دینے سے قاصر ہے۔

حضرت محمدؐ نے صدیق اکبر کو تین روز پہلے سفر ہجرت کیلئے تیار رہنے کا حکم دے دیا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق نے اس سفر کیلئے دو اونٹنیوں کا انتظام کیا، دونوں عظیم شخصیات ان پر سوار ہو کر مدینہ کیلئے اللہ کے نام پر نکل پڑیں۔ صبح ہونے سے پہلے جبل ثور کی ایک غار میں جا چھپے۔ آپ تین دن اور تین راتیں یہاں چھپے رہے جہاں ابوبکر صدیق کے گھر سے کھانا اور دیگر اطلاعات ملتی رہیں چوتھے روز آپ شام کو غار سے نکلے معاوضہ پر لیا گیا ایک شخص عبداللہ بن اریقط ان کی رہنمائی کر رہا تھا۔ اسفل مکہ سے نکل کر ساحل اور اسفل عسفان سے منزل بمنزل ہوتے ہوئے قباء میں داخل ہونے میں کامیاب ہو گئے۔ اہل مدینہ بڑی بیتابی سے آپ کی آمد کا انتظار کر رہے تھے۔ وہ جوق در جوق آپ کے استقبال کیلئے دوڑ پڑے اور سب نے مل کر اللہ اکبر کا نعرہ لگایا اور اپنے محبوب کی راہ میں عقیدت کے پھول پیش کیئے۔ آپ نے یہاں کلثوم بن الہدم کے ہاں قیام فرمایا۔ یہیں حضرت علی بھی امانتیں لوٹا کر پہنچ آئے۔ قباء میں آپؐ نے چودہ دن قیام کیا۔ اور ایک عالیشان مسجد تعمیر کروائی۔ بعدازاں آپ مدینہ روانہ ہو گئے جہاں آپ کا بے مثال اور عالیشان استقبال کیا گیا۔ آپ کی اونٹنی ابوایوب انصاری کے گھر کے سامنے رک گئی۔ جہاں آپ اتر کر وہاں ٹھہرے۔

سفر ہجرت کے چند واقعات

محمد مصطفےٰؐ اور ابوبکر صدیق پر مشتمل یہ قافلہ خوفناک ریگستانوں مشکل ترین راستوں، اور دشوار گزار پہاڑی سلسلوں کو عبور کرتا ہوا بڑے اعتماد، بھرپور قوت ارادی اور منزل پر اپنی نظریں مرکوز کیئے ہوئے آہستہ آہستہ بڑھتا ہی چلا جا رہا تھا۔ نہ دن کی گرمی کی پروا، نہ رات کا اندھیرا ان کے آڑے آیا، نہ انہیں تھکاوٹ محسوس ہوئی اور نہ مسلسل بے خوابی نے انکا راستہ روکا، چلتے چلتے ابوبکر صدیقؓ نے محسوس کیا کہ میرے آقا تھک گئے ہوں گے۔ یہ آگ کے شعلے برساتا سورج، یہ تپتی ریت سے اگتے انگارے، کہیں میرے محبوب کو نقصان نہ پہنچائیں، تو دست بدستہ عرض کی میرے آقا تھوڑی دیر آرام فرمایئے۔ تو آپ اس چلچلاتی دھوپ میں ایک چٹان کے سائے میں بیٹھ گئے۔ بھوک سے جسم مضمحل ہو گیا تھا جسم سے نمی ختم ہو گئی تھی۔ اور پیاس سے زبانیں خشک۔ اتنے میں ادھر سے ایک ریوڑ گزرتا ہے ابوبکر صدیقؓ نے اس سے دودھ مانگا۔ چرواہے نے ایک بکری سے دودھ دوہ لیا۔ ابوبکر صدیقؓ نے دودھ کو پانی کے برتن میں رکھ کر ٹھنڈا کیا۔ اور اسے آپ کی خدمت اقدس میں پیش کیا۔ جسے آپ نے نوش فرمایا۔

Marfat.com

ابوبکر صدیقؓ کو یار غار کا لقب دیا جاتا ہے

وہ پاسبان ختم نبوت وہ یار غار
قائم ہے جس کے صدق سے کونین کا نظام
جس نے خدا کی راہ میں سب کچھ لٹا دیا
مولائے کائنات کو تھا جس کا احترام

محمد مصطفےٰؐ ہجرت مدینہ کیلئے اپنے پیارے ساتھی کے ساتھ جب گھر سے نکلے اس وقت قریشی دستہ نے ان کے گھر کو گھیرا ہوا تھا مگر محمد مصطفےٰؐ اور ابوبکر صدیقؓ نے حکمت الٰہی سے ان کا گھیراؤ توڑ دیا۔ اور غار ثور تک پہنچ گئے غار ثور میں ابوبکر صدیقؓ اپنی جان کو داؤ پر لگاتے ہوئے آپ کی حفاظت کی حتیٰ کہ غار کے سوراخ کو خطرہ سمجھتے ہوئے وہاں اپنے پاؤں کی انگلی ڈال دی مبادا کہ وہاں سے کوئی چیز نکل کر ان کے حبیب کو نہ کاٹے۔ اور ایسے ہی ہوا سوراخ سے سانپ نے نکل کو ابوبکر صدیقؓ کو ڈس لیا۔ مگر ابوبکر صدیق نے اُف تک نہیں کی کیونکہ ان کی ہلکی سی بھی ''آہ'' محمد مصطفےٰؐ کے آرام میں خلل بن سکتی تھی۔ جو ابوبکرؓ کو گوارہ نہ تھی۔ سو انہوں نے یہ بھی نہ کی لیکن درد کی شدت آنسو بن کر ان کی آنکھوں سے چھلک پڑی۔ ان آنسوؤں کو محمد مصطفےٰؐ نے دیکھ لیا۔ اپنا لعاب مبارک متاثرہ جگہ پر لگایا۔ درد کی شدت ختم ہوگئی۔ جو بارہ سال تک سوئی رہی، اور اس وقت جاگی جب ابوبکر صدیقؓ نے سوا دو سال، پہلے کامیاب خلیفہ راشد کی حیثیت سے مسلمہ بن کذاب، مرتدین اسلام، منکرین زکواۃ، دشمنان اسلام اور منافقین کے عزائم کو ناکام بنانے اور محمد مصطفےٰؐ کے مشن کو پوری طرح مستحکم کرلیا، اور وہ آخر میں سانپ کے زہر سے فوت ہوئے۔ مگر درمیان میں اسی ''غار'' کی برکت سے اتنے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ جن کی بنا پر انہیں افضل البشر بعدازانبیاء کا خطاب دیا گیا۔

شاعر مشرق علامہ اقبال نے ابوبکر صدیقؓ کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا ہے۔

ان امنا الناس برمولائے ما
ان کلیم اول سینائے ما
ہمت او کشتِ ملت راچو ابر
ثانی اسلام و غار و بدر و قبر

Marfat.com

دودھ کی نہر

یہاں تھوڑی دیر آرام فرمانے کے بعد یہ دونوں مسافر پھر اپنی منزل پر گامزن ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح چلچلاتی دھوپ میں چلتے چلتے تھکے ماندے ایک پرانے خیمہ سے گزرتے ہیں۔

صدیق اکبرؓ نے اس خیمے میں رہائش پذیر ایک خاتون سے پوچھا کہ تمہارے پاس فروخت کرنے کیلئے کوئی دودھ گوشت یا کھجوریں تو نہیں۔ خاتون نے کہا کہ ہمارے ہاں تو خشک سالی کی وجہ سے قحط پڑا ہوا ہے۔ ایک کونے میں بکری کھڑی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ اس میں کچھ دودھ ہے۔ خاتون کہنے لگی کہ یہ تو بڑی لاغر اور کمزور سی بکری ہے۔ جو چل پھر بھی نہیں سکتی۔ اس کی کھیری میں دودھ کہاں۔

محمد مصطفیٰؐ نے فرمایا کہ کیا تم ہمیں اجازت دیتی ہو کہ ہم اس سلسلے میں کچھ کوشش کر لیں۔

خاتون نے اجازت دے دی۔ محمد مصطفیٰؐ نے اپنے مبارک ہاتھ اس کی کھیری پر رکھے ہی تھے کہ دودھ ہی دودھ۔ اس خاتون کے گھر کا ہر برتن دودھ سے بھر گیا۔ محمد مصطفیٰؐ اور ابو بکر صدیقؓ نے دودھ پیا اور اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گئے۔ بعد میں اس عورت کا خاوند آیا اور دودھ ہی دودھ کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اس نے وجہ پوچھی تو عورت نے سارا واقعہ بیان کر دیا۔ مرد نے پوچھا کہ وہ مبارک آدمی کون تھا۔ تو خاتون نے جواب دیا کہ میں تو انہیں نہیں جانتی۔ البتہ ان کا حلیہ ایسا تھا۔ اس عورت نے آپ کا حلیہ جس انداز میں بیان کیا وہ انداز اپنی فصاحت و بلاغت حسن ادب کمال فن اور خوبصورتی کی ایک ایسی لازوال مثال بن گیا جسے دھرانا ناممکن بن گیا۔

اُم معبد کی زبانی۔ محمد مصطفیٰؐ کے حلیہ کی کہانی

جس خاتون کے گھر بکری کے دوھنے کا واقعہ پیش آیا، اس خاتون کا نام اُم معبد تھا۔ وہ یونیورسٹی کی پڑھی ہوئی نہیں تھی۔ وہ تو بالکل سادہ اور ان پڑھ تھی۔ مگر دیکھیئے اس نے محمد مصطفیٰؐ کے حلیہ کا نقشہ کس خوبصورت انداز میں کھینچا۔ وہ کہنے لگی۔

''میں نے ایسا شخص دیکھا جو سراپا مجسمہ حسن تھا۔ جس کا چہرہ چمکتا چاند اور روشن آفتاب تھا۔ جس کی ساخت ایسی خوبصورت متوازن اور پرکشش تھی۔ کہ جس سے نظر اٹھائی ہی نہ جا سکتی ہو۔ جمال جہاں تاب تابناک اور جاذب نظر تھا۔ سرمگیں سیاہی کی حامل روشن آنکھیں، لمبی پلکیں، باریک اور باہم ملے ہوئے ابرو پتلیاں سیاہ ڈھیلے بہت سفید اور کوئے سیاہی مائل تھے۔ لمبی چمکدار گردن چمکتے کالے بال

Marfat.com

اور گھنی داڑھی تھی خاموش ہوتے تو وقار ڈھلکتا۔ بولتے تو کائنات میں سکوت چھا جاتا۔ خوبصورت میٹھی آواز گفتگو موتیوں کی لڑی، ایسے جیسے کہ موتی جھڑ رہے ہوں۔ دور سے دیکھیں تو بارعب قریب آئیں تو خوبرو۔ قد ایسا کہ لمبا نہ چھوٹا بس درمیانہ سا۔ ایک سرسبز شاداب شاخ کی مانند سب سے بلند، خوش آہنگ اور خوش منظر، مطاع و مکرم، نہ ترش رو نہ لغوگو۔ جھٹک کے پاؤں اٹھاتے جیسے ڈھلوان پر چل رہے ہوں۔ ہمہ تن گوش کشادہ ہتھیلیاں، ہلکی سرخی مائل ایڑیاں۔ دونوں کاندھوں کے درمیان فاصلہ، کانوں کی لو تک مانگ سے مزین بال۔

رواں دواں تیز رفتار چال۔ غصے میں ہوتے تو سرخ جیسے رخساروں میں انار نچوڑ دیا گیا ہو۔ قدرے پتلی پنڈلیاں الگ الگ دانت بیچ میں نور نکلتا نظر آتا۔

سینہ اور پیٹ برابر، کشادہ سینہ تلوے خالی، بڑے بڑے اعضاء۔ جدھر چلتے ہر سو خوشبو بکھر جاتی۔ یہ سن کر اس کا خاوند پکار اٹھا۔ کہ واقعی یہ وہی شخص ہے جس کے لئے قریش نے بھاری انعام کا اعلان کر رکھا ہے اور یہ وہ شخص ہے جس کے متعلق الہامی کتابوں میں پیشنگوئی کی گئی ہے۔

سراقہ بن جعشم سو اونٹوں کی لالچ میں

محمد مصطفیٰؐ اپنے جگری دوست ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ جب گھر سے نکلے حکم خداوندی سے قریش کے سرداروں کی آنکھیں بند ہوگئی تھیں۔ اور اطمینان سے یہ دو ساتھی اپنے سفر پر روانہ ہو گئے۔ ادھر جب قریشیوں کو ہوش آیا تو انہوں نے اندر دیکھا کہ محمد مصطفیٰؐ کے بستر پر تو حضرت علیؓ لیٹے ہیں۔ یہ دیکھ کر قریشی ٹپٹا گئے۔ ان کی ساری منصوبہ بندی خاک میں مل گئی تھی اور وہ بہت شرمندہ ہوئے اب انہوں نے اس پورے علاقے میں اعلان کرا دیا کہ جو شخص بھی ان دونوں کو ڈھونڈ نکالے گا، اسے سو اونٹ انعام میں دیئے جائیں گے۔ یہ اعلان عام بہت سے لوگوں نے سنا، مکہ سے ذرا آگے، بنی مدلج قبیلہ آباد تھا۔ اس قبیلہ کا بہادر جفاکش اور ماہر تیرانداز سراقہ بن مالک جعشم ایک ٹیلے کی اوٹ میں پریشان بیٹھا ہوا تھا۔ اس منادی کی آواز اس نے جونہی سنی، وہ فوراً اپنے سرپٹ گھوڑے پر کود گیا، کہ شاید اس کی قسمت بھی بدل جائے اور وہ سو اونٹوں کا مالک بن جائے، اب وہ تھا یا لق دق صحرا، بن جعشم کا گھوڑا اپنی پوری آزادی کے ساتھ دوڑ رہا تھا۔ اور بن جعشم نے اسے لگاموں سے بھی آزاد کر دیا تھا اچانک دیکھتا ہے کہ دو سوار اپنے خیالات میں مگن خاموشی مگر وقار کے ساتھ رواں دواں ہیں۔

سراقہ نے ان سواروں کو پہچاننے میں ذرا بھی دیر نہیں لگائی۔ اور اب اس کی نگاہ تصور میں سو

Marfat.com

اونٹ گھوم رہے تھے۔ ابوبکر صدیق نے اسے اپنی طرف آتے دیکھ لیا تھا اور فاصلہ دو چار گز سے بھی کم رہ گیا تھا۔ پریشان ہو گئے مگر محمد مصطفیٰؐ جس رفتار سے جا رہے تھے بالکل اسی طرح چلتے رہے۔ کوئی فکر یا پریشانی ان کے چہرے سے عیاں نہیں ہوئی۔

سراقہ کا فاصلہ اور کم ہوا۔ اس نے نیزہ سنبھالا۔ اس کے اندر کا ضمیر اس کا ساتھ نہیں دے رہا تھا۔ مگر وہ تو 100 اونٹوں کی لالچ میں تھا۔ ان کو کیسے چھوڑ سکتا تھا۔ جونہی وہ حملہ کیلئے آگے بڑھا۔ تو عین اسی لمحے۔ زمین پھٹی۔ اس کا گھوڑا زمین میں دھنس گیا اور وہ قلابازیاں کھاتا ہوا دور جا گرا۔ پھر وہ اٹھا۔ محمد مصطفیٰؐ کے سامنے سر جھکایا۔ معافی مانگی۔ اور پیشکش کی کہ میرا سب کچھ لے لیا جائے۔ اور مجھے امان نامہ لکھ دیا جائے۔ محمد مصطفیٰؐ نے اسے معافی دے دی۔ اور فی البدیہہ ایک جملہ آپ کی زبان مبارک سے نکلا۔

''وہ بھی کیا وقت ہوگا جب تم کسریٰ کے کنگن پہنو گے''

اس معنی خیز جملہ کو کوئی بھی نہ سمجھ سکا۔ سراقہ بن جعشم جیسے بدو کیلئے ''کسریٰ کے کنگن'' نا قابل تصور تھے۔ سو اس نے اس پر سوچا بھی نہیں۔

16 سال بعد

سراقہ بن مالک جعشم نے تو ان لفظوں پر کان بھی نہیں دھرا۔ لیکن خدا تو یہ سب دیکھ سن رہا تھا۔ 'محمدؐ' کی زبان سے انعام کا اعلان ہو۔ اور اس پر عملدرآمد نہ ہو۔ یہ کیسے ممکن تھا۔ اس واقعہ کے 8 سال بعد مکہ فتح ہوتا ہے، اور دو سال بعد حجۃ الوداع اور پھر کچھ ہی عرصہ بعد۔ محمد مصطفیٰؐ اس جان فانی سے کوچ کر جاتے ہیں۔ سوا دو سال۔ ابوبکر صدیق زمام خلافت سنبھالتے ہیں۔ اور عمر فاروق۔ ایسے آتے ہیں کہ محمدؐ کے جھنڈے کو پوری دنیا میں بلند کر دیتے ہیں۔ فتوحات کا سلسلہ بیت المقدس ایران سے بھی آگے۔ چلا جاتا ہے اور ایک وقت آتا ہے کہ عمر فاروق کے سامنے کسریٰ کے کنگن پیش کئے جاتے ہیں۔

عمر فاروق جونہی ان کنگنوں کو دیکھتے ہیں۔ ان کو محمد مصطفیٰؐ کی زبان مبارک سے نکلا ہوا جملہ یاد آ جاتا ہے کہ ''اے سراقہ جب تم کسریٰ کے کنگن پہنو گے تو تم کیا محسوس کرو گے''۔ عمر فاروقؓ فوری طور پر سراقہ بن جعشم کو طلب کرتے ہیں اور اسے یہ کنگن پہنا دیتے ہیں اور اس طرح محمد مصطفیٰؐ کا وعدہ۔ عمر فاروقؓ پورا کرتے ہیں۔ اور یہ عکس کرم ہی ہے۔

Marfat.com

خطبۃ التقویٰ

وادی قباء میں آپ چودہ روز رہے اوران دنوں میں آپ نے وہاں پہلی مسجد الموسومہ ''مسجد التقویٰ'' تعمیر کروائی جس کیلئے پہلا پتھر آپ نے دوسرا حضرت ابوبکر صدیقؓ اور تیسرا پتھر حضرت عمر فاروقؓ نے لگایا۔ یہاں آپ نے صحابہ کی معیت میں پہلی نماز جمعہ ادا کی اوراس سے پہلے فصاحت وبلاغت میں ڈوبا ہوامتاثر کن خطبہ دیا۔ یہ آپ کا پہلا خطبہ ہے جوآپ نے ہجرت کے بعد آزادانہ ماحول میں دیا۔

اس سے قبل تیرہ سال مظلومانہ زندگی گزاری، جس کا ایک ایک لمحہ کافروں کی ریشہ دوانیوں کا گواہ تھا۔ مگراس خطبہ میں کسی کی مذمت، شکایت، یا انتقام کی بات نہیں کی گئی۔ آپ نے فرمایا سب تعریفیں صرف اللہ ہی کی ذات کیلئے ہیں میں صرف اس سے مدد حاصل کرتا ہوں میں اللہ پر ایمان رکھتا ہوں اوراس کا کفرنہیں کرتا ہوں۔ بلکہ اس کا انکار کرنے والوں سے کھلی لڑائی کرتا ہوں۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے اور وہی عبادت کے لائق ہے اور محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں جن کو اللہ نے ہدایت اور نور حکمت دیکر ایسے وقت بھیجا۔ جب نبیوں اور رسولوں کا سلسلہ منقطع ہو گیا تھا۔ جو شخص اللہ کے ساتھ معاملہ درست رکھے گا وہ کامیاب ہوگا۔ جب آپ مدینہ پہنچے تو اس تاریخ کو سنہ ہجرت کی ابتداء ہوئی اور یہ اسلامی تاریخ کا اہم ترین باب ہے۔

پہلی اذان دی جاتی ہے

مدینہ آکر مسلمان انتہائی پرسکون ہو گئے کسی قسم کا کوئی خطرہ نہیں رہا تھا۔ اب وہ مکمل آزاد تھے اورانہوں نے اپنی ایک خودمختار ریاست قائم کرلی تھی جب یہاں نماز پڑھنے لگے تو سوال اٹھا کہ مسلمانوں کو اکٹھا کرنے کیلئے کیا طریقہ اختیار کیا جائے، صحابہ کرام نے اپنی اپنی تجویز دی، چونکہ اس سے قبل معمول تھا کہ جب نماز کا وقت ہوتا تو لوگ خود بخود جمع ہو جاتے تھے کسی نے کہا کہ نصاریٰ کی طرح ناقوس بجایا جائے، کسی نے کہا کہ کسی بلند جگہ آگ جلادی جائے، لیکن آپؐ نے عیسائیوں یہودیوں اور مجوسیوں کی مشابہت کو پسند نہیں فرمایا۔ اس مجلس میں اس پر اتفاق نہ ہوسکا اور سب گھروں کو چلے گئے۔ اگلے دن حضرت عمر فاروقؓ اور عبداللہ بن زید دونوں الگ الگ خواب میں دیکھتے ہیں کہ ایک سبز پوش شخص ناقوس ہاتھ میں لیئے ان کی طرف بڑھ رہا ہے انہوں نے پوچھا کہ یہ ناقوس فروخت کرو گے تو سبز پوش نے پوچھا آپ اس کا کیا کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ ہم اس کو بجا کر مسلمانوں کو نماز کیلئے بلائیں گے سبز پوش شخص

Marfat.com

نے کہا کہ میں تمہیں اس سے بھی اچھا طریقہ بتاتا ہوں کہ تم اس طرح کہو۔ اللہ اکبر اللہ اکبر۔ پوری اذان دے دی جب یہ خواب حضور علیہ السلام کے علم میں لائی گئی۔ آپ نے اس خواب کو سچے خواب سے تشبیہہ دی۔ اور فرمایا کہ میں نے بھی یہی آذان شب معراج میں حضرت جبرائیلؑ سے سنی تھی۔ حضور علیہ السلام کے حکم پر یہ آذان حضرت بلال کو سکھائی گئی اور حضرت بلال کی آذان تو اسلامی تاریخ میں مثال بن گئی۔

یہی آذان محمد مصطفےٰؐ نے اپنے آسمانوں کے سفر میں جبرائیل امین سے سنی اور ان کے ذہن نشین بھی تھی۔ مگر انہوں نے خود اس کا اظہار نہیں فرمایا، کیونکہ اس نسبت وحی نہیں آئی تھی۔ اور نبی کی یہی خصوصیت ہوتی ہے کہ وہ بغیر وحی بغیر حکم خداوندی اپنی رائے کا اظہار نہیں کرتا۔ جب عمر فاروقؓ جیسے جلیل القدر اصحابی اور حضرت عبداللہ بن زید کو ایک ہی واقعہ خواب میں ہو بہو ایک جیسا دکھایا گیا۔ اور اس کے ساتھ شب معراج کے موقعہ پر جبرائیلؑ کی طرف سے دی گئی اذان کے بھی وہی الفاظ تھے۔ جو تائیدی شہادت کی بنیاد رکھتے تھے، ان ہی عوامل کی بنا پر آپؐ نے ان خوابوں کو سچے خواب سے تشبیہہ دی اور یہ بھی آپ کے عکس کرم کا نتیجہ ہے۔

ترے غلاموں میں بھی نمایاں
جو ترا عکس کرم نہ ہوتا

سریہ سیف البحر۔ رمضان 1ھ 623 مارچ

اس سریہ کو سریہ حمزہ بھی کہتے ہیں۔ اس لڑائی میں حضرت محمد مصطفےٰؐ نے تیس مہاجرین پر ایک فوجی دستہ ترتیب دیا، اس کی کمانڈ حضرت حمزہؓ کے سپرد کی گئی۔ حضور علیہ السلام نے اپنے دست مبارک سے سفید رنگ کا جھنڈا باندھ کر اس سریہ کے علمبردار حضرت ابو مرثد کنانہ بن حصین غنوی کے سپرد کیا۔

مسلمان جب تمیص کے مقام پر پہنچے تو ان کا تین سو افراد پر مشتمل قریشی دستہ سے ٹکراؤ ہو گیا۔ قریش کے قافلہ کی قیادت ابو جہل کر رہا تھا دونوں ایک دوسرے سے جنگ کیلئے تیار ہو گئے مگر سردار مجدی بن عمرو کی مصالحانہ کوششوں سے یہ جنگ ٹل گئی۔

سریہ عبیدہ بن حارث۔ شوال 1ھ

محمد مصطفےٰؐ نے 80 سواروں کا ایک دستہ ترتیب دیا جس کی قیادت حضرت عبیدہ بن حارث کو سونپی گئی۔ ''رابغ'' کے مقام پر ابوسفیان کی فوج سے انکا آمنا سامنا ہوا ابوسفیان کے دستہ میں تقریباً

Marfat.com

200 افراد شامل تھے۔اس سریہ کی خاص بات حضرت مقداد اور حضرت عتبہ کا قریش کے لشکر سے نکل کر مسلمانوں کے ساتھ شامل ہونا تھا۔فریقین نے ایک دوسرے پر تیر چلائے لیکن مصالحانہ کوششوں کی وجہ سے جنگ رُک گئی۔

سریہ خرار۔ذیقعدہ 1ھ مئی 623ء

محمد مصطفیٰؐ نے 20 افراد پر مشتمل ایک جنگی دستہ تشکیل کیا جس کا سربراہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو بنایا گیا۔انہیں قریش کے ایک قافلے کا سراغ لگانے کا کام سونپا گیا۔انہیں ہدایت دی گئی کہ وہ خرار کے مقام سے آگے نہ بڑھیں۔یہ رات کو سفر کرتے اور دن کو چھپے رہتے۔مقصد حاصل ہونے پر یہ چار دن بعد واپس آ گئے۔

Marfat.com

۲ھ ایک نظر میں

غزوہ ابواصفر 2ھ 623ء

غزوہ براط ربیع الاول 2ھ 623ء

غزوہ سفوان ربیع الاول 2ھ 623ء (بدر اولیٰ)

غزوہ ذی العشیرہ 2ھ جمادی الاول 2ھ 624ء

سریہ نخلہ رجب 2ھ جنوری 624ء (سریہ عبداللہ بن جحش)

تحویل قبلہ ________ شعبان 2ھ 624 فروری

محمد مصطفےٰ ﷺ کو حکم دیا جاتا ہے کہ وہ بیت المقدس کی بجائے خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی جائے۔

محمد مصطفےٰ ﷺ کی پہلی جنگ عظیم (غزوہ بدر۔ ۱۷ رمضان ۲ھ)

محمد مصطفےٰ ﷺ کا عظیم دشمن ابوجہل واصل جہنم ہوتا ہے۔

ماہ رمضان کے روزے فرض کیے جاتے ہیں۔

عیدالفطر سے پہلے صدقہ فطر/ سوا دو سیر گندم فی کس ادا کرنیکا حکم دیا جاتا ہے۔

پہلی دفعہ یکم شوال کو عید گاہ میں نماز عیدالفطر کی ابتداء

زکواۃ فرض کی جاتی ہے۔

قصاص کے قانون کا نفاذ

نظام دیت کا قیام

علی المرتضےٰ اور فاطمہ الزہراء نکاح کے مقدس بندھن ۲ھ میں۔ غزوہ بنوقینقاع

غزوہ سویق ۵ ذوالحجہ ۲ھ میں

محمد مصطفےٰ ﷺ پہلی دفعہ عیدالاضحیٰ ادا کرتے ہیں اور قربانی کرتے ہیں۔

Marfat.com

غزوہ ابواء صفر ۲ھ اگست ۶۲۳ء

یہ پہلا معرکہ تھا کہ جس میں حضرت محمد مصطفیٰ بنفس نفیس شریک ہوئے۔ ۷۰ جانثار صحابہ کرام آپ کے ہم رکاب تھے راستہ میں آپ نے قبیلہ بنوضمرہ کے سردار عمرو بن مخشی سے خلیفانہ معاہدہ کیا،، جس میں یہ طے پایا کہ بنوضمرہ کسی بھی جنگ کی صورت میں مکمل طور پر غیر جانبدار رہیں گے اور جنگ کے دونوں فریقوں سے ایک جیسا سلوک کریں گے اسی مہم میں آپ نے قبیلہ جہیہ سے اس قسم کا معاہدہ کیا۔

اس غزوہ میں ۱۴ دن صرف ہوتے اس مہم میں جھنڈے کے علمبردار حضرت حمزہؓ تھے۔

غزوہ سفوان (ربیع الاول ۲ھ ستمبر ۶۲۳ء)

غزوہ ابواء کے ایک ماہ بعد ربیع الاول میں مکہ کے رئیس کرز بن جابر نے مدینہ کی چراگاہ پر حملہ کیا اور نبی کریم کے کچھ مویشی لے کر بھاگ گیا آپ نے دوسو اصحابہ پر مشتمل ایک دستہ ترتیب دیا اور قریش کے اس قافلہ کا تعاقب کیا جس نے مدینہ کی چراگاہ پر حملہ کیا تھا۔ لیکن وہ لوگ بھاگ گئے حضور علیہ السلام جب اس مشن پر گئے تو مدینہ میں حضرت سعد بن معاذ کو امیر بنایا گیا تھا اس سے آپ کی انتظامی صلاحیتوں کے بارے اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

غزوہ ذی العشیرہ (جمادی الاول ۲ء نومبر ۶۲۳ء)

آپ دوسو اصحابہ کے ساتھ مدینہ سے آگے ذوالشبرہ کے مقام تک گئے۔ قافلہ میں ۳۰ اونٹ تھے اصحابہ باری باری اس پر سوار ہوتے تھے لوگ خود رضا کارانہ طور پر اس میں شامل ہوئے تھے۔ لیکن جب اپنے ٹارگٹ پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ وہ قافلہ جاچکا ہے۔

سریہ عبداللہ بن جحش (رجب ۲ھ ۶۲۴ء جنوری)

رجب ۲ھ میں رسول اللہ نے ۱۲ افراد پر مشتمل ایک دستہ کونخلہ بھیجا۔ یہ علاقہ مکہ اور طائف کے درمیان واقع ہے۔ اس کی قیادت عبداللہ بن جحش کو دی گئی۔ روانگی کے وقت کمانڈر کو ایک بند لفافہ دیا گیا اور کہا کہ اسے دو دن بعد کھولنا جب دو دن بعد لفافہ کھولا گیا تو اس میں لکھا تھا کہ نخلہ تک جاؤ، وہاں ٹھہرو اور قریش کی نقل و حرکت کا سراغ لگاؤ اور مرکز کو اس سے باخبر کرو۔ راستے میں کافروں سے آمنا سامنا

Marfat.com

ہو گیا اور قریش کا ایک آدمی عمرو بن حضرمی مارا گیا۔

اس مہم میں عبداللہ بن جحش کو بہت مال غنیمت ملا۔ واپسی پر حضور خفا ہوئے کہ رجب میں قتال کرنا گناہ ہے۔

بہر حال اس موقع پر قرآن کی آیت اتری جس میں وضاحت کی گئی کہ ان مہینوں میں لڑنا اگرچہ حرام ہے لیکن جو لوگ مسلمانوں کو خانہ کعبہ جانے سے روکتے ہیں اور وہ اس سے بھی بڑا گناہ کرتے ہیں۔ اس جنگ میں قریش کے اہم آدمی مارے گئے یا پکڑے گئے اس پر قریش برہم اور مشتعل ہو گئے اور انہوں نے مسلمانوں سے ایک اور فیصلہ کن جنگ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

شعبان ۲ھ (فروری ۶۲۳ء) تحویل قبلہ (مسجد قبلتین)

۱۷ ماہ کا عرصہ گزر چکا تھا۔ مسلمان محمد مصطفیٰؐ کی زیر قیادت نماز بیت المقدس کی طرف منہ کر کے پڑھ رہے تھے۔ اگرچہ محمد مصطفیٰ کی یہ دلی خواہش تھی کہ کعبہ شریف کی طرف رخ کر کے نماز پڑھیں۔ مگر انہیں اپنے رب کی طرف سے اس نسبت ہدایت نہیں ملی تھی۔ اور وہ اسی طرح بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھ رہے تھے، مگر چونکہ وہ پہلے مکہ میں تھے۔ اس مقام سے اگر بیت المقدس کی طرف منہ کیا جائے بیچ میں خانہ کعبہ خود بخود ہی آ جاتا تھا۔ اس طرح وہ مطمئن تھے۔ اب محمد مصطفیٰؐ اپنے ساتھیوں سمیت ہجرت کر کے مدینہ آ گئے تھے اب وہ پہلے کی طرح خانہ کعبہ درمیان میں نہیں آ رہا تھا۔ اس طرح خانہ کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کی خواہش بہت بڑھ گئی۔ آپ نے حضرت جبرائیل سے اس نسبت خواہش کا اظہار کیا۔ مگر حضرت جبرائیل نے کہا کہ میں بھی خدا کی مخلوق میں سے ہوں آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہا کریں۔

اس طرح حضورؐ اللہ تعالیٰ سے ہمہ تن مصروف دعا رہتے۔

شعبان ۲ھ (فروری ۶۲۴ء) میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب کی دعا سن لی۔ جب آپ بنی سلمہ کے محلّہ میں نماز ظہر ادا کر رہے تھے ابھی آپ نے صرف دو رکعتیں ہی نماز پڑھی تھی۔ کہ اللہ کا حکم آ گیا۔ فول وجھک شطر المسجد الحرام۔ بس آپ نے اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر لیا۔

حکم ملتے ہی آپ نے نماز ہی میں اپنا رخ بیت المقدس سے خانہ کعبہ کی طرف موڑ دیا۔ آپ جس مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے حکم تحویل قبلہ دو رکعتوں کے بعد آیا اور باقی رکعتیں خانہ کعبہ کی طرف رخ کر کے پڑھی گئیں۔ اس طرح اس مسجد میں ایک ہی نماز میں ایک وقت یکے بعد دیگرے دو قبلوں کی

Marfat.com

طرف رخ کر کے نماز پڑھی گئی۔ لہذا اس مسجد کا نام مسجد قبلتین مشہور ہو گیا۔ (یعنی دو قبلوں والی مسجد)

بیت المقدس کی طرف ابتداء میں منہ کر کے نماز پڑھنے کی وجہ بنیادی طور پر یہی تھی کہ اہل قریش کے غرور وتکبر کو توڑا جائے۔ اور وطنیت کے بت کو پاش پاش کیا جائے۔

تقریباً انہی ایام میں محمد مصطفےٰ ﷺ پر درود شریف پڑھنے کا حکم نازل ہوا۔ (بروایت حضرت ابوذرؓ) (فتح الباری کے مطابق یہ حکم شب معراج میں دیا گیا)

محمد مصطفےٰ ﷺ نے اپنے مشن مقصد اور فرض کو جس الوالعزمی کمال استقامت اور جذبہ ایثار سے پایہ تکمیل تک پہنچایا کہ خدائے بزرگ وبرتر نے انہیں درود شریف کے ذریعہ بھرپور خراج تحسین پیش کیا ہے اور اس سلسلہ کو تا قیامت برقرار رکھا گیا ہے۔

آیئے ہم بھی محمد مصطفےٰ ﷺ کو ان کے بلند ومقام کے پیش نظر لاکھوں کروڑوں بار تحسین وتبریک کے پھول نچھاور کریں۔

جنگ بدر۔ پس منظر

محمد مصطفےٰ نے مکہ میں دشمنان اسلام کی مکروہ سرگرمیوں سے تنگ آ کر مدینہ ہجرت کا فیصلہ کیا، یہاں ان کی فراست، محنت اور جدوجہد سے ماحول کافی سازگار ہو گیا تھا۔ لوگوں نے آپؐ سے متاثر ہو کر جوق درجوق اسلام قبول کرنا شروع کر دیا تھا۔ مسجدیں بننی شروع ہو گئیں مسلمان سازشوں سے وقتی طور پر آزاد ہو گئے تھے۔

لیکن یہ سب دشمنان اسلام کو گوارہ نہ تھا۔ جب قریش مکہ نے دیکھا کہ مسلمان ہماری بلیک میلنگ سے آزاد ہو گئے ہیں انہیں اندیشہ لاحق ہوا کہ کہیں مسلمان منظم ہو کر ان کیلئے سنگین خطرہ نہ بن جائیں۔ لیکن ادھر خود مدینہ میں بھی یہود ونصاریٰ یہی سوچنے لگے۔ یہودیوں نے مسلمانوں کے ارتقاء کو اپنے لئے خطرہ محسوس کیا، یہ سود خور حرام خور ظالم فطرت لوگ تھے، انہیں محسوس ہو رہا تھا کہ ہماری برتری ختم ہو رہی ہے اور ان کے عام آدمیوں پر اسلام کا پیغام غالب آ رہا ہے۔

مدینہ میں بھاری اکثریت سے لوگوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ ان میں کچھ ایسے لوگ تھے جو دل سے اسلام کو پسند نہیں کرتے تھے، ظاہری طور پر مسلمان تو ہو گئے تھے مگر ان کی کوشش ہوتی تھی کہ مسلمان نقصان میں رہیں۔ ایسے گروہ کو منافقین سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اس گروہ کا سردار قبیلہ خزرج کا ایک رئیس عبداللہ بن ابی تھا۔ مسلمانوں کے یہاں آنے سے

Marfat.com

پہلے لوگ اسے بادشاہ بنانے کا ارادہ کر رہے تھے۔ اس کا یہ خواب ٹوٹ کے رہ گیا تھا اس طرح محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ان سازشیوں کے متحدہ محاذ کیلئے زمین ہموار ہو رہی تھی اور اس مقصد کیلئے مشرکین مکہ واضح طور پر اپنے گروپ میں لانے کے لئے خط لکھتے ہیں۔

عبداللہ بن ابی۔۔۔کے نام قریش کا خط

قریش مکہ نے محسوس کر لیا تھا کہ عبداللہ بن ابی دراصل منافق ہے اور فطرتاً بزدل بھی۔ اس طرح اسے اپنے کیمپ میں لانے کیلئے قریش مکہ نے ایک خط لکھا جس میں واضح کیا گیا کہ تم لوگوں نے محمد مصطفیٰ اور ان کے اصحابہ کرام کو اپنے ملک میں پناہ دے رکھی ہے۔ ہم اللہ کی قسم اٹھا کر کہتے ہیں کہ آپ ان لوگوں کو اپنے علاقے سے نکال دیں ورنہ بصورت دیگر ہماری آپ لوگوں سے بھی کھلی جنگ ہوگی۔ اور ہم تمہارے مردوں کو قتل کر دیں گے اور تمہاری عورتوں کو اپنی لونڈیاں بنالیں گے۔

اس خط کے ملتے ہی عبداللہ بن ابی۔ جو پہلے سے ہی اسلام کے خلاف کسی سازش کا منصوبہ بنا رہا تھا۔ اب اسے قریش مکہ کے ذریعہ مضبوط حمایتی بھی مل رہے تھے۔ چنانچہ عبداللہ بن ابی نے اپنے سارے آدمیوں کو جمع کیا۔ اور انہیں یہ سب بتایا۔ اور یہ لوگ حضرت محمد مصطفیٰ پر باقاعدہ حملے کا سوچنے لگے جب حضور علیہ السلام کو منافقین کے اس ارادے کا علم ہوا تو آپ خود ہی ان کے پاس تشریف لے آئے اور انہیں سمجھایا کہ آپ ہم سے کیوں لڑنا چاہتے ہیں ہمارے ساتھ تمہارے ہی بھائی اور رشتہ دار ہیں کیا تم اپنے ہی بھائیوں سے لڑنا چاہتے ہو۔ اس طرح تم اپنا نقصان کرو گے۔

حضور علیہ السلام کی پراثر باتیں سن کر عبداللہ بن ابی کے آدمیوں کی اکثریت سمجھ گئی عبداللہ بن ابی کو مصلحت کی بنا پر خاموش رہنا پڑا۔

اس طرح محمد مصطفیٰ کی موثر حکمت عملی سے یہ جنگ وقتی طور پر ٹل گئی۔

محمد مصطفیٰ اور ان کے ساتھیوں کو دھمکیاں دی جاتی ہیں۔

ان تمام معاندانہ کاروائیوں کے علاوہ قریش مکہ نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کو باقاعدہ دھمکیاں دینی شروع کر دیں۔ کہ تم لوگ مکہ سے تو بچ کر یہاں آگئے ہو ہم تمہارا پیچھا ہر جگہ کر سکتے ہیں اور مدینہ بھی آ کر تمہیں تباہ کر سکتے ہیں۔

Marfat.com

حالات کی سنگینی کا احساس کرتے ہوئے مسلمان مستعد ہو گئے اور احتیاطاً پہرہ بھی شروع کر دیا تھا۔ آپ یا تو جاگ کر رات گزارتے یا صحابہ کرام کے پہرے میں سوتے تھے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ایک رات ہم بیٹھے تھے تو آپ کو خطرے کا احساس ہوا۔ اور خیال پیدا ہوا کہ کاش اس وقت میرے ساتھ کوئی میرا جانثار ہوتا۔

ابھی وہ یہ سوچ ہی رہے تھے کہ اچانک سعد بن ابی وقاص آ گئے آپ نے اس سے پوچھا کے کیسے آنا ہوا سعد بن ابی وقاص نے کہا کہ میں یہاں پہرہ دینے آیا ہوں۔ تو آپ ؐ نے انہیں دعا دی اور پھر سو گئے۔ (صحیح بخاری۔ فضائل سعد بن ابی وقاص)

یہ پہرے اور احتیاطی تدابیر وقتی نہیں بلکہ دائمی ہوتے تھے۔ یہ خطرات صرف آپ ؐ کی ذات تک محدود نہیں تھے بلکہ سارے مسلمانوں کو اس قسم کے خطرات لاحق تھے۔ حضرت اُبی بن کعب روایت کرتے ہیں کہ جب محمد مصطفےٰ ؐ مدینہ آئے اور انصار نے انہیں اپنے ہاں پناہ دی تو سارا عرب ہی ہمارے خلاف متحد ہو گیا چنانچہ ہمیں اپنی حفاظت کیلئے ہتھیار رکھنا پڑے۔

مسلمانوں پر مسجد حرام کے دروازے بند کیئے جاتے ہیں۔

بعدازاں حضرت سعد بن معاذؓ مدینہ سے مکہ عمرہ کیلئے جاتے ہیں اور وہاں امیہ بن خلف کے مہمان بنتے ہیں۔

چنانچہ امیہ بن خلف اپنے مہمان حضرت سعد بن معاذ کو ساتھ لیکر بیت اللہ پہنچتے ہیں وہاں ان کی ملاقات ابو جہل سے ہوتی ہے۔ ابو جہل امیہ سے پوچھتا ہے کہ تمہارے ساتھ کون ہے امیہ ان کا تعارف کراتے ہیں۔

ابو جہل نے حضرت سعد کو مخاطب کر کے کہا کہ آپ یہاں بڑے اطمینان سے عمرہ کر رہے ہیں جبکہ آپ لوگوں نے ہمارے دشمنوں کو مدینہ میں پناہ دے رکھی ہے۔

سنو۔ اگر تمہارے ساتھ امیہ بن خلف نہ ہوتا تو تم اپنے گھر واپس جانے کے قابل نہ ہوتے۔ ابو جہل کی یہ باتیں سن کو حضرت سعد بن معاذ کو غصہ آ گیا اور انہوں نے وہیں کھڑے کھڑے ببانگ دہل اعلان کیا کہ اگر تم نے مجھے روکا تو یاد رکھو، ہمارے لوگ مدینہ کی وادیوں میں سے تمہارے قافلوں کا گزرنا بند کر دیں گے۔

Marfat.com

محمد مصطفیٰؐ کو اللہ کی راہ میں لڑائی کی اجازت

ابھی تک مسلمان خاموشی سے اپنا دفاع ہی کر رہے تھے۔ مگر قریش باز نہیں آ رہے تھے، اور مسلسل جارحیت ان کی رگ رگ میں سمائی ہوئی تھی۔ ان کی ریشہ دوانیوں سے محسوس ہو رہا تھا کہ اگر انہیں جواب نہ دیا گیا تو وہ کہیں مسلمانوں کا آخری ٹھکانہ نہ تباہ کر دیں۔

محمد مصطفیٰؐ کی پریشانی کو اللہ رب العزب نے محسوس کیا اور اس ''فرمان'' کا نزول کیا۔

''اے ایمان والو! اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں''۔ اس فرمان سے واضح ہے کہ محض حق دفاع کیلئے ہتھیار اٹھانے کی اجازت دی گئی۔ قریشیوں نے ہر حد پھلانگ دی تھی۔ اب کافروں اور مسلمانوں میں جنگ ناگزیر ہوتی جا رہی تھی۔ محمد مصطفیٰؐ نے اس کیلئے بڑی خوبصورت اور جامع حکمت عملی مرتب کی۔ اس سے محسوس ہوتا ہے کہ ان کے پائے کا سپہ سالار کوئی اور نہیں ہو سکتا۔ جنگ کی صورت میں اصل میدان کارزار اس شاہراہ کو بننا تھا۔ جس شاہراہ سے تجارتی قافلوں کو گزرنا تھا۔ اس کے ارد گرد کئی اور قبائل بھی آباد تھے۔ پہلے ان کو clear کرنا ضروری تھا۔ اور اس مقصد کیلئے آپؐ نے ان قبائل کے ساتھ دوستی اور غیر جانبداری کے معاہدے کیئے۔ تا کہ اصل توجہ ایک ہی دشمن پر مرکوز رہے۔

غزوہ بدر ۱۲ تا ۱۸ رمضان المبارک ۲ ھ

جیسے کہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ ۱ھ میں محمد رسول اللہؐ نے حق دفاع کو بھرپور استعمال کیا اور خدا کی طرف سے اجازت ملنے پر ناگزیر حالات میں جنگ کا راستہ اختیار کیا، محمد رسول اللہؐ نے بحیثیت سپہ سالار منتظم اور حکمران کی حیثیت سے مثالی حکمت عملیاں اختیار کیں۔ جس کی بدولت کلمہ حق بتدریج اس حد تک آگے بڑھا، کہ ایک آدمی سے دو، پھر چار۔ اور پھر دیکھتے دیکھتے آج تک اربوں سے بھی زائد لوگوں تک پھیل گیا۔

۱ھ میں چھوٹی چھوٹی جھڑپیں ہوتی رہیں۔ سریہ حمزہ، سریہ عبید بن حارث، سریہ سعد بن ابی وقاص، غزوہ ابواء، غزوہ سفوان، غزوہ ذی العشیرہ اور سریہ عبداللہ بن جحش اسی سلسلے کی کڑیاں تھیں۔

محمد رسول اللہؐ کے جانثاروں نے مدینہ میں اپنی ایک منظم ریاست قائم کر لی تھی۔ مدینہ مکہ سے شام والی اہم شاہراہ کے راستہ میں آتا تھا۔ اہل مکہ کی معیشت اس شاہراہ کے ذریعہ تجارت پر کلی انحصار کرتی تھی۔ اہل مکہ ان پچھلی جھڑپوں اور اپنی بے عزتی پر انتہائی مشتعل تھے، اور ادھر مکہ میں یہ افواہ پھیل گئی

Marfat.com

لا تعداد اونٹ اور بے شمار اسلحہ سے نکل پڑے۔

مدینہ سے لشکر اسلامی کا خروج

لشکر کشی کی اطلاع پہنچی تو نبی کریمؐ نے جملہ مسلمانوں کو جمع کر کے مشاورت کی، اور سب مسلمانوں میں بے پناہ جوش اور جذبہ جہاد پیدا ہو گیا۔

چنانچہ ۱۲ رمضان المبارک بروز ہفتہ مدینہ طیبہ سے بئر ابی عنبہ، مرج الظبیہ، نقب المدینہ، العقیق ذوالحلیفہ، اولاۃ الجیش، تربان ملت، غمیس الحمام، صخیرات ایمامہ، السیالہ، فج الروحاء اور شنوکہ سے ہوتے ہوتے اپنی منزل مقصود کی طرف بڑھتے چلے گئے اور بالآخر بدر پہنچ گئے۔

بدر مدینہ منورہ سے جنوب مغرب کی جانب اس شاہراہ پر واقع ہے۔ جو زمانہ قدیم سے شام اور مکہ مکرمہ کے درمیان تجارتی قافلوں کی گزرگاہ رہی ہے۔ بحیرہ احمر کے ساحل سے اس مقام کا فاصلہ تقریباً ۱۰، ۱۲ میل ہی ہوگا، بدر مستطیل شکل کے ایک میدان میں واقع ہے جس کے اردگرد پہاڑ ہیں، اس میدان کی لمبائی ۵، ۶ میل جبکہ جوڑائی چار میل ہے۔

یہاں پہنچ کر سب سے پہلے ''پڑاؤ'' کیلئے مناسب جگہ کے انتخاب کیلئے مشورہ کیا گیا۔ حباب بن منذر کے مشورے سے پانی کے چشمے کے قریب مقام کا کا انتخاب کیا گیا یہ ریتلی زمین تھی۔ رات شدید بارش ہوگئی جس سے یہ جگہ بہت سہانی بن گئی۔ مکی لشکر نے جس مقام پر پڑاؤ ڈالا تھا، وہاں نیچے چکنی مٹی تھی، رات بارش کی وجہ سے کیچڑ بن گیا، اور چلنا پھرنا مشکل ہو گیا۔ اسلامی لشکر صرف ۳۱۳ افراد پر مشتمل تھا، ان کے پاس صرف ایک گھوڑا، ۷۵ اونٹ پرانی تلواریں ٹوٹی پھوٹی کمانیں اور شکستہ نیزے تھے، جبکہ قریش مکہ کے پاس ۱۰۰ تیز رفتار گھوڑے، ۶۰۰ سے زیادہ اعلیٰ نسل کے اونٹوں کا بیڑا اور کھانے پینے کے وافر ذخائر تھے تقریباً ۱۰ اونٹ روزانہ ذبح کئے جاتے تھے۔

جنگ شروع ہونا ہی چاہتی تھی۔ محمد مصطفیٰؐ نے اپنے لشکر اور مکی لشکر کا مادی وسائل کے حوالے سے جائزہ لیا۔ تو بہت زیادہ فرق دیکھ کر حضور علیہ السلام نے نہایت عاجزی اور سوز و گداز سے اللہ کے حضور دعا کی۔ ''اے اللہ تیرے یہ سپاہی تیرے نام ہی کو سر بلند کرنے کیلئے اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر میدان میں نکلے ہیں اے اللہ اگر تیرے یہ بندے ہلاک ہو گئے تو پھر تیری عبادت کرنے والا کوئی نہ ہوگا''۔

حضور علیہ السلام نے مجاہدین کی صفوں کو منظم کیا اور انہیں ضروری ہدایات دینے کے بعد اپنے ہیڈ کوارٹر (عریش) میں اپنے یار غار حضرت ابوبکر صدیقؓ کی معیت میں آ گئے۔

Marfat.com

حضور دعا کی۔ "اے اللہ تیرے یہ سپاہی تیرے نام ہی کو سر بلند کرنے کیلئے اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر میدان میں نکلے ہیں اے اللہ اگر تیرے یہ بندے ہلاک ہو گئے تو پھر تیری عبادت کرنے والا کوئی نہ ہوگا"۔

حضور علیہ السلام نے مجاہدین کی صفوں کو منظم کیا اور انہیں ضروری ہدایات دینے کے بعد اپنے ہیڈ کوارٹر (عریش) میں اپنے یار غار حضرت ابو بکر صدیقؓ کی معیت میں آ گئے۔

ہدایات۔

موقعہ ومحل کے مطابق آپ نے جو حکمت عملی اختیار کی اور جو ہدایات دیں وہ درج ذیل ہیں۔

(۱)۔اپنی صفیں ہر حال میں درست رکھنی ہیں۔(۲)۔جب تک جنگ شروع کرنے کا حکم نہ دیا جائے اس وقت تک جنگ نہ شروع کی جائے۔(۳)۔جب مخالف ٹولیوں کی شکل میں آئیں اس وقت ہی تیر چلائے جائیں یعنی حتی الامکان اپنے تیر بچانے کی کوشش کی جائے۔(۴)۔جب تک وہ تم پر وار نہ کریں تو اس وقت تک تلوار نہ کھینچیں۔(۵)۔اس سے قبل آپ کی حکمت عملی کی بناء پر مسلمانوں کو پڑاؤ کیلئے بہترین مقام ملا۔(۶)۔دشمن کے کیمپ کا جائزہ لینے کیلئے آپ حضرت ابو بکر صدیقؓ کو لے کر بنفس نفیس تشریف لے گئے۔(۷) مشورہ کو بنیادی حیثیت دی گئی اور اس کی بناء پر پڑاؤ کیلئے مجاہدین کو بہترین مقام ملا۔

دونوں لشکر آمنے سامنے

قریش مکہ میں سے اسد بن عبد الاسد المخزومی سب سے پہلے میدان میں نکلا اس نے اعلان کیا کہ وہ مسلمانوں کے حوض کو تباہ کرے گا۔اس سے قبل کہ وہ اپنے اس ناپاک ارادے میں کامیاب ہوتا حضرت حمزہ نے تلوار کی یکے بعد دیگرے دو واروں سے اس کو تہہ تیغ کر دیا۔

اسود جب خاک وخون میں تڑپ رہا تھا تو عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ اور ولید جوش وجذبہ سے میدان میں آ گئے۔اور للکارنے لگے، تو محمد مصطفےؐ کے کیمپ سے تین انصاری نوجوان عوف، معاذ اور عبداللہ بن رواحہ شیروں کی طرح دھاڑتے ہوئے، میدان میں آ گئے، قریش مکہ نے ان سے مقابلہ کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ مقابلہ کیلئے انصاریوں کو نہیں ہمارے چچا زادوں کو بھیجو۔

حضرت محمدؐ نے ان کا چیلنج قبول کرتے ہوئے اپنے قریب ترین عزیزوں کو حکم دیا۔قم یا عبیدہ، قم یا حمزہ، قم یا علی، اے عبیدہ، اے حمزہ، اے علی تم اٹھو۔اور ان کا مقابلہ کرو۔ان تینوں نے پلک جھپکتے ہی

Marfat.com

ان تینوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے پھینک دیا۔ اس کے بعد انفرادی مقابلے ہوتے رہے۔

اس کے بعد دونوں لشکر ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے، مسلمان جذبہ جہاد سے سرشار تھے، انہیں یقین تھا کہ ہم حق پر ہیں، محمد مصطفیٰ اللہ کے سچے نبی ہیں۔ مشرکین کے حوصلے ہی پست ہو چکے تھے اور وہ بہترین شہسواروں اور کمانڈوں سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے۔

حضور علیہ السلام مسلسل اللہ سے دعا مانگ رہے تھے۔ اور اللہ کی غیبی مدد طلب فرما رہے تھے پھر آپ نے ایک مٹھی کنکریلی مٹی لی اور کفار کے لشکر پر پھینک دی پھر کیا تھا ہر ایک کی آنکھوں، نتھنوں اور منہ اس مٹی سے لبریز ہو گئے۔

ساتھ ہی حضور علیہ السلام نے اپنی فوج کو بھرپور جوابی حملہ کرنے کا حکم دیا، مسلمان سربکف ہو کر ایسے لڑے کہ دشمن کی صفیں درہم برہم ہو گئیں اور وہ بھاگنے لگے مسلمان آخری دم تک ان کا پیچھا کرتے رہے یہاں تک کہ انہیں بھرپور شکست ہو گئی۔

اور ان کا سپہ سالار ابو جہل واصل جہنم ہو گیا، قریش کے 70 آدمی مارے گئے اور اتنے ہی جنگی قیدی بنے جبکہ مسلمان شہداء کی تعداد 14 تھی اس شکست فاش پر مکہ کا ہر گھر ماتم کدہ بن گیا اور ان کے حوصلے ٹوٹ گئے۔

جنگ بدر کے اثرات ونتائج

جنگ بدر کے بے پناہ اثرات مرتب ہوئے، جن کا مختصر سا جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

(۱) عرب معاشرہ میں محمد مصطفیٰ کی شخصیت ایک مسلمہ قائد کے روپ میں جلوہ گر ہوئی ایک سپہ سالار، اعلیٰ پائے کے منتظم اور دور اندیش حکمران کی حیثیت سے وہ سامنے آئے، ایک چھوٹی سی مادی وسائل سے محروم فوج کو ایک بہت بڑی اور ہر قسم کے مادی وسائل سے لیس فوج پر فتحیاب کروانا، ان کا بہت بڑا کارنامہ سمجھا گیا۔

(۲) عرب قوم بت پرست تھی اور انہیں یقین تھا کہ ان کے لات ومنات انہیں مسلمانوں پر حاوی کروا دیں گے، اور اس بناء پر ابو جہل نے جنگ بدر میں انہی لات ومنات کا حوالہ دے کر مسلمانوں کو للکارا تھا۔ مگر ان کا جو حشر ہوا، وہ دنیا نے دیکھ لیا، اس معرکہ حق وباطل میں ان کی شکست دراصل انکے بتوں کی شکست فاش تھی۔

(۳) قریش مکہ اس سے قبل مسلمانوں کو غریب الوطن، بے کس، بے نوا، بے آسرا اور بے سہارا سمجھتے تھے اور وہ اس زعم میں تھے کہ جب وہ چاہیں گے ان کو ملیامیٹ کر دیں گے، اب جنگ بدر کے بعد

Marfat.com

ان کی غلط فہمی دور ہوگئی۔ اب انہوں نے محسوس کرلیا کہ یہ ریت کے ٹیلے نہیں۔ بلکہ آہنی عزم سے آراستہ فولاد کے پہاڑ ہیں۔

(۴) کفار مکہ اور مدینہ کے یہودیوں نے ان کی بڑھتی ہوئی طاقت کا اندازہ کرلیا اور ان کے اندر کا تعصب مزید تروتازہ ہوگیا۔

(۵) بدر کی فتح کے اثر سے بہت سے لوگ حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

(۶) اللہ تعالیٰ نے بھی واضح کر دیا کہ یہ فتح صرف ذاتی شجاعت کی بنا پر نہیں بلکہ اس میں اللہ کی تائید اور غیبی مدد شامل تھی۔

غزوہ بدر سے غزوہ احد تک

غزوہ بدر سے غزوہ احد تک حالات کا جائزہ۔26 رمضان 2ھ

یہودی عورت عصما کا قتل۔ عصماء ایک یہودی عورت تھی۔ جو حضور کی شان میں گستاخی کرتی تھی۔ پروپیگنڈے کرتی غلیظ زبان استعمال کرتی۔ بلکہ یہاں تک کہ وہ اپنے ایام ماہواری کے خون آلود کپڑے مسجد نبوی میں لاکر ڈال دیتی تھی آپ بدر سے واپس بھی ابھی نہ آئے تھے اس نے آپ کی شان میں گستاخی پر مبنی اشعار کہے اس کی یہ حرکت حضرت عمیر بن عدی پر بہت گراں گزری، حضرت عمیر نابینا تھے اس لئے خود جنگ بدر میں شرکت نہ کر سکے۔ حضرت عمیر نے منت مانی کہ اگر حضور علیہ السلام بدر سے بخیر وخوبی واپس آ گئے تو میں اس عورت کو ضرور قتل کروں گا۔ جب حضور بدر سے صحیح سالم واپس تشریف لائے تو حضرت عمیر اپنی منت پوری کرنے کیلئے تلوار لے کر نکل پڑے۔ اور اس عورت کے گھر داخل ہوئے آپ چونکہ نابینا تھے ٹٹول کر اس عورت کو تلاش کیا۔ اور تلوار کے ایک ہی وار سے اسے ہلاک کر دیا۔ واپسی پر آپ حضور کو ملے اور واقعہ کی تفصیل بتائی۔ آپ خوش ہو گئے اور نہیں دعا دی، حضور علیہ السلام حضرت عمیر کا بہت خیال رکھتے تھے اور جب کبھی یہ بیمار ہوتے تو حضور علیہ السلام ان کی تیمارداری کیلئے تشریف لے جاتے۔ اور فرماتے یہ نابینا نہیں بلکہ بینا ہیں۔

غزوہ بنی قینقاع۔15 شوال 2ھ

بنی قینقاع زرگر برادری کے لوگ تھے اور حضرت عبداللہ بن سلام کے رشتہ دار تھے جب آپ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے، آپ سے انکا معاہدہ ہوا تھا کہ یہ غیر جانبدار رہیں اور دشمن کو کسی قسم کی

Marfat.com

مدد فراہم نہیں کریں گے مگر یہ اپنے عہد سے مکر گئے اور عہد شکنی کے مرتکب ہوئے۔

آپ ۱۶/۱۵ شوال کو ان کے بازار میں تشریف لے گئے، اور سب کو جمع کر کے فرمایا۔ اے یہودیو۔ اللہ سے ڈرو، اسلام قبول کرلو، ایسے نہ ہو کہ قریش پر بدر میں جو عذاب نازل ہوا تھا کہیں وہ تم پر بھی نازل نہ ہو جائے۔ بنی قینقاع یہ سنتے ہی مشتعل ہو گئے اور کہنے لگے قریش ایک ناواقف اور ناتجربہ کار قوم تھی آپ ان پر غالب آ گئے۔ آپ کا مقابلہ اگر ہم سے ہوا تو آپ کو معلوم ہو جائے گا۔ چنانچہ انہیں سبق سکھانے کیلئے آپ نے ان کی طرف خروج فرمایا۔ یہ لوگ قلعہ بند ہو گئے آپ نے ان کا محاصرہ فرمادیا۔ سولہویں روز مجبور ہو کر یہ باہر نکل آئے حضور علیہ السلام نے ان کی مشکیں باندھنے کا حکم دے دیا۔ انکی منت سماجت پر انہیں قتل نہیں کیا گیا اور انہیں جلاوطن کر دیا۔

بہت سے مال غنیمت لے کر آپ واپس مدینہ تشریف لے آئے اس مال غنیمت سے آپ نے ایک خمس لیا اور باقی دوسروں پر تقسیم کر دیا۔

غزوہ قرقرۃ الکذر شوال 2ھ

غزوہ بدر سے واپسی پر آپ کو بتایا گیا کہ کذر کے مقام پر کافر جمع ہیں اور مسلمانوں پر حملہ کی تیاری کر رہے ہیں۔ چنانچہ آپ 200 اصحابہ کرام کے ساتھ انہیں کچلنے کیلئے نکل پڑے جب آپ چشمہ کذر پہنچے تو کفار بھاگ گئے آپ نے ادھر تین روز قیام فرمایا۔ آپ نے ایک سریا ان کے تعاقب میں بھیجا۔ تو کفار 500 اونٹ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ چنانچہ یہ دستہ 500 اونٹ بطور مال غنیمت لے کر واپس آ گیا۔

قتل ابی عفک شوال 2ھ

120 سالہ ابی عفک بوڑھا یہودی تھا، آپ کی شان میں گستاخانہ اشعار کہتا۔ بار بار سمجھانے پر بھی یہ باز نہ آیا۔ تو آپ کو مجبوراً کہنا پڑا کہ من لی بھذا الخبیث۔ کون ہے جو میرے لئے اس خبیث کا کام تمام کرے۔ حضرت سالم بن عمیر حاضر خدمت ہوئے فرمایا۔ کہ میں یہ کام کروں گا اور میں نے پہلے ہی سے اس کا تہیہ کیا ہوا ہے چنانچہ یہ رات کو روانہ ہو گئے ابی عفک سو رہا تھا آپ نے تلوار اس کے جگر پر رکھی اور اس زور سے دبائی کہ بستر تک پار کر گئی۔ اس بد بخت نے ایک چیخ ماری اور واصل جہنم ہو گیا۔

Marfat.com

غزوہ سویق 5 ذی الحجہ 2ھ

بدر میں مشرکین کی بری شکست کے بعد جب مشرکین واپس مکہ پہنچے تو ابوسفیان بن حرب نے قسم کھائی کہ جب تک میں مدینہ پر حملہ نہ کرلوں، اس وقت تک غسل جنابت نہیں کروں گا۔ چنانچہ وہ اپنی قسم پوری کرنے کیلئے 200 سواروں کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ ہوا مدینہ سے تین میل پہلے مقام عریض پہنچ کر کھجور کے ایک باغ میں جا گھسا یہاں دو کسانوں کو قتل کر کے باغ جلا دیا۔ اور سمجھا کہ قسم پوری ہوگئی ہے اور واپس چلا گیا۔

رسول اللہ کو جب اس کا علم ہوا، تو آپ 5 ذی الحجہ 200 مجاہدین کے ساتھ ابوسفیان کے تعاقب میں روانہ ہوئے مگر ابوسفیان اپنا مال واسباب چھوڑ کر بھاگ گیا۔ چونکہ ان کے مال واسباب میں ستو کے کافی تھیلے تھے۔ وہ مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔

اس لئے اس غزوہ کا نام غزوہ سویق یعنی ستو والا غزوہ مشہور ہو گیا۔

حضرت محمد مصطفےٰ پہلی بقرعید ادا فرماتے ہیں۔

9 ذی الحجہ کو رسول اللہ غزوہ السویق سے واپس لوٹے اور 10 ذی الحجہ کو دو رکعت نماز عید الاضحیٰ ادا فرمائی اور دو دنبے قربان کیئے اور مسلمانوں کو قربانی کا حکم دیا۔

اسلامی قانون فوجداری ظہور پذیر ہوتا ہے۔

2ھ مسلمانوں میں بڑی اہمیت کا حامل ہے اس سال مسلمانوں اور کافروں میں پہلی جنگ عظیم ہوئی روزے فرض ہوئے غریبوں کیلئے صدقہ فطر کا اجراء ہوا کھلے عام نماز عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی ادائیگی کا حکم جاری کیا گیا۔

اس سال قانون قصاص ودیت کا نفاذ عمل میں لایا گیا۔

چنانچہ اللہ کا حکم آیا کہ ایمان والو! تم پر قصاص فرض کیا گیا ہے کہ جو ناحق مارے جائیں آزاد کے بدلے آزاد، غلام کے بدلے غلام، اور عورت کے بدلے عورت اور دستور کے مطابق خون بہا جو مقتول کے وارث طلب کریں۔

اس طرح ریاست میں امن وامان قائم رکھنے کے سلسلے میں قصاص اور دیت کا قانون نافذ کر کے ریاست میں امن وامان اور غریب ومظلوم طبقے کو تحفظ فراہم کیا گیا۔

Marfat.com

علی المرتضےٰ اور فاطمۃ الزہراء۔نکاح کے مقدس بندھن میں۔

حضور علیہ السلام کی حضرت خدیجہ کے بطن سے چار صاحبزادیاں سیدہ زینب، سیدہ رقیہ، سیدہ ام کلثوم اور سیدہ فاطمہ اور دو صاحبزادے حضرت قاسم اور حضرت طاہر عبداللہ پیدا ہوئے۔حضرت فاطمہ کا رشتہ بہت سے افراد نے مانگا، مگر حضور علیہ السلام اس سلسلے میں حکم خداوندی کے منتظر تھے۔چنانچہ حکم آیا اور علی المرتضےٰ اور فاطمہ الزہراء کا نکاح 1ھ رجب میں منعقد کیا گیا اور رخصتی جنگ بدر کے بعد 2ھ میں عمل میں لائی گئی۔اس وقت جنابہ سیدہ کی عمر مبارک 18 سال تھی۔

Marfat.com

3ھ ایک جائزہ

عمر مبارک 55 سال۔ہجرت کا تیسرا سال، نبوت کا پندرہواں سال

غزوہ ذی امر محرم 3ھ

کعب بن اشرف کا قتل۔14 ربیع الاول 3ھ

غزوہ بحران۔ربیع الثانی 3ھ

سریہ زید بن حارثہ جمادی الثانی 3ھ

محمد مصطفےٰ اپنی دوسری حقیقی بیٹی اُم کلثوم کا نکاح حضرت عثمانؓ سے کرتے ہیں

نکاح ربیع الاول 3ھ۔رخصتی جمادی الثانی 3ھ

حفصہ بنت عمر خطاب کاشانہ نبوت میں۔

امن وصلح کے علمبردار۔حسن بن علی پیدا ہوتے ہیں 15 رمضان 3ھ

وراثت کا قانون نافذ ہوتا ہے

جنگ احد شوال 3ھ

غزوہ حمرہ الاسد 16 شوال 3ھ

حرمت شراب کا حکم نازل ہوتا ہے۔

زینب بنت خزیمہ زوجہ محمدؐ کا اعزاز حاصل کرتی ہیں۔

Marfat.com

غزوہ ذی امر

محرم 3ھ میں حضور علیہ السلام کو اطلاع ملی کہ بنو ثعلبہ اور محارب قبائل کی ایک بڑی جمعیت مدینہ پر حملہ کرنا چاہتی ہے۔

یہ اطلاع ملتے ہی آپ تقریباً 450 اصحابہ کرام کو ساتھ لے کر روانہ ہوگئے تاکہ شہر کے باہر ہی دشمن سے مقابلہ کیا جائے۔

مدینہ میں آپ نے حضرت عثمان بن عفان کو شہری نظم و نسق کیلئے امیر مقرر فرمایا۔ آپ آگے بڑھتے گئے اور چشمہ ذی امر پہنچ کر پڑاؤ ڈال دیا۔ دشمن پہلے ہی بھاگ چکا تھا۔ البتہ آپ وہاں ایک ماہ خیمہ زن رہے تاکہ اردگرد بدوؤں اور دشمن پر دبدبہ قائم رہے۔

کعب بن اشرف کا قتل 14 ربیع الاول 3ھ

یہودی کعب بن اشرف سخت دشمن اسلام تھا۔ اور ہر وقت محمدؐ کے خلاف باتیں کرتا رہتا تھا۔ جنگ بدر میں مسلمانوں کی فتح نے اسے سخت مشتعل کر دیا تھا اور اس کے مغلظات میں اضافہ ہوگیا۔ اس کی باتوں سے حضورؐ سخت اذیت محسوس کر رہے تھے اور انہیں مجبوراً کہنا پڑا کہ کون ہے جو اس بدبخت سے نمٹے۔ چنانچہ 14 ربیع الاول 3ھ کی چاندرات کو ابونائلہ اور محمد بن مسلمہ کی زیر سرپرستی ایک دستہ ترتیب دیا گیا۔ جس نے اس کے گھر جا کر اس کا کام تمام کر دیا۔

غزوہ بحران ربیع الثانی 3ھ

یہ غزوہ بھی مدینہ کے قرب و جوار دشمنان اسلام کی حوصلہ شکنی اور مسلمانوں کے دبدبے کیلئے کیا گیا۔ بحران حجاز کے اندر فرع کے مقام پر ہے آپ 300 اصحابہ کرام کو ساتھ لے کر آئے۔ آپ کے لشکر کے آنے کی اطلاع پر دشمنان اسلام تتر بتر ہوگئے۔ آپ اس مقام پر دو ماہ خیمہ زن رہے تاکہ دشمنوں کو سر اٹھانے کا موقعہ نہ مل سکے۔

سریہ زید بن حارثہ جمادی الآخر 3ھ

یہ جنگ بھی جنگ احد سے پہلے جنگی مہمات کا ایک حصہ ہے دراصل محمد مصطفےٰؐ نے مدینہ کو اپنا مرکز بنانے کا فیصلہ اس لئے کیا تھا کہ مدینہ اس مرکزی شاہراہ کے کنارے آباد تھا۔ جہاں سے ہو کر ہی مکہ

Marfat.com

کا کوئی تجارتی قافلہ۔شام تک پہنچ سکتا تھا۔اور قریش مکہ سے بھر پور اور فیصلہ کن جنگ اسی شاہراہ پر قبضے سے مشروط تھی۔قریش مکہ کو یہی خطرہ تھا اور وہ تجارت کو چھوڑ بھی نہیں سکتے تھے۔کیونکہ ان کی واحد گزر بسر اس پر تھی۔ جنگ بدر کے بعد ان کے حوصلے ویسے بھی ٹوٹ گئے تھے اب وہ کھلے عام محمد مصطفیٰ کے ساتھیوں کا مقابلہ کرنے کی سکت بھی نہیں رکھتے تھے۔لہذا اس دفعہ انہوں نے اپنی ہار مانتے ہوئے فیصلہ کیا کہ اپنے تجارتی قافلے کو مدینہ سے گزارنے کی بجائے عراق کے راستے شام لے جایا جائے۔اگرچہ یہ راستہ بہت لمبا تھا۔چنانچہ انکا قافلہ صفوان بن امیہ کی قیادت میں چل پڑا۔اس نے پہلے پڑاؤ قردہ نامی چشمہ پر کیا۔ادھر محمد مصطفیٰ اس صورتحال سے بے خبر نہ تھے وہ تو مسلسل حالت جنگ میں تھے۔ان کے جاسوسوں نے اطلاع دی کہ قریش نے متبادل راستہ اختیار کیا ہوا ہے اور وہ اس وقت قردہ چشمہ پر خیمہ زن ہیں محمد مصطفیٰ نے قریش مکہ کی مکمل اقتصادی ناکہ بندی کی ہوئی تھیں ضرب کاری کا موقع ضائع نہیں کرنا چاہتے تھے اس بنا پر آپ نے حضرت زید بن حارثہ کی کمان میں سو صحابہ کرام کا ایک دستہ ترتیب دے کر بھیج دیا۔

حضرت زید نے برق رفتاری سے فاصلہ طے کر کے اس پر یلغار کر دی۔قافلہ کے سواروں نے مقابلہ کرنے کی بجائے بھاگنے کو ترجیح دی۔اس پر مسلمانوں کو بہت سامال غنیمت ملا۔جنگ کے بہت سے محاذ ہوتے ہیں دست بدستہ لڑائی،معاشرتی،سماجی اور معاشی جنگ۔آپ نے ہر محاذ پر دشمن کا مقابلہ کیا۔

غزوہ احد شوال 3ھ

وجوہات۔

(1) غزوہ بدر کی ذلت آمیز اور عبرتناک شکست قریش مکہ کیلئے سوہان روح بن گئی تھی،اس کا سردار ابوجہل،اپنے دیگر کئی ساتھیوں سمیت قتل ہو گیا تھا،ہر گھر متاثر ہوا تھا،کسی نہ کسی کا کوئی بھائی،باپ،بیٹا، خاوند ہلاک ہوا تھا۔اور ساتھ ابوسفیان جس کا تجارتی قافلہ جنگ بدر کی ہٹ لسٹ پر تھا۔اب قریش مکہ کا نیا سردار بن گیا تھا۔اور اس نے سرداری منصب سنبھالنے پر جنگ بدر کے بدلے کا چیلنج دیا تھا۔

(2) جنگ بدر کی کامیابی نے مسلمانوں کے حوصلے بلند کر دیئے تھے،اور ارد گرد کے کفار نے انہیں تسلیم کرنا شروع کر دیا تھا۔قریش مکہ بھی یہ سب محسوس کر رہے تھے اور ان کا خیال تھا کہ اگر مسلمانوں کو کچلا نہ گیا تو وہ ناقابل شکست بن جائیں گے۔

(3) محمد مصطفیٰ اور ان کے ساتھی مدینہ میں اپنی الگ ریاست بن چکے تھے، جہاں انہیں مکمل

Marfat.com

کنٹرول حاصل تھا، مدینہ مکہ اور شام کی تجارتی شاہراہ پر واقع تھا اور اپنی تجارتی شاہراہ پر قبضہ قریش کو ہرگز گوارہ نہ تھا۔

تیاری۔

جنگ بدر کے فوری بعد ہی قریش نے اس اگلی جنگ کی تیاریاں شروع کر دی تھی، ابوسفیان کا جو قافلہ بدر سے بچا تھا اس کے سارے مال واسباب انتہائی زیادہ تھے، علاوہ ازیں قریش نے اپنا سب کچھ اس جنگ کی تیاری میں جھونک دیا، خواتین مکہ نے مردوں کو غیرت دلانی شروع کر دی تھی وہ انہیں مکمل طور پر مشتعل کر رہی تھیں، حضرت عباس جنہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا مگر اس کا بوجوہ اظہار نہیں کیا تھا نے حضور علیہ السلام کو اہل قریش کے ان مذموم مقاصد سے آگاہ کر دیا۔ اور ان کی ساری تیاری آپ کے نوٹس میں لائی۔ کہ انہوں نے کوہ احد کے قریب پڑاؤ ڈال دیا ہے۔ اس پر محمد مصطفےٰ نے اپنے ساتھیوں سے صلاح ومشورہ کیا اور یہ طے پایا کہ احد کی پہاڑی کے قریب ان سے نمٹا جائے۔ چنانچہ اللہ کے یہ سپاہی باطل کے ساتھ ایک دفعہ پھر ٹکرانے کیلئے نکل پڑتے ہیں۔

میدان احد میں تلواروں کے سائے میں محمد مصطفےٰ ؐ کا خطاب

میدان احد میں محمد مصطفےٰ نے مسلمان سپاہیوں سے تاریخ ساز خطاب کیا، اس خطاب میں انہوں نے اپنے سامنے گھربار اپنے بہن بھائیوں بچوں اور والدین کی جدائی سے بے نیاز، پرانی تلواریں اور ہاتھ میں ٹوٹے ہوئے نیزے تھامے، سربکف مجاہدین سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے مسلمانوں میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ اللہ کی کتاب میں دیئے گئے احکامات کی مکمل پیروی کرو۔ اور حرام کاموں سے باز رہو۔ اس خطاب میں آپ نے بار بار حرام سے بچنے کا حکم دیا ہے تم اجر اور ثواب کے اس مقام کو ہمیشہ کیلئے یاد رکھنا۔

اپنے نفس کو صبر یقین، جہد مسلسل اور خوش دلی کا خوگر بناؤ۔ جہاد میں ثابت قدمی بنیادی اصول ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے فرمانبردار کا ہی ساتھی ہوتا ہے جبکہ نافرمان کا ساتھی شیطان ہوتا ہے ہر شخص اپنے رزق کا آخری دانہ حاصل کر کے مرے گا رزق خود انسان کے پیچھے بھاگتا ہے۔ باہمی اختلاف سے بچو اور اتفاق رکھو، مومن ایک دوسرے کیلئے سر اور جسم کی مانند ہیں جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ دس بار درود بھیجتے ہیں۔

Marfat.com

جو کوئی کسی انسان کے ساتھ اجر کرے گا، اس کا اجر خود دے گا اس خطاب میں نماز جمعہ کی بھرپور تاکید کی گئی۔

اس موقع پر منافقین کا سردار عبداللہ بن ابی اپنے تین سو ساتھیوں سمیت لشکر اسلامی سے نکل کر لوٹ جاتا ہے۔ اس طرح مسلمانوں کو نفسیاتی طور پر پہلی زک پہنچاتا ہے۔

حکم رسول

حضور علیہ السلام اپنے لشکر کو خود صف آراء کرتے ہیں احد کا پہاڑ ان کی پشت پر تھا۔ اگرچہ یہ اچھا دفاعی حصار تھا مگر دشمن عقب سے آ کر ان پر حملہ آور ہو سکتا تھا۔ حضور علیہ السلام نے اس خطرے کو بھانپ لیا اور اس کی گھاٹی پر تیر اندازوں کا ایک دستہ کھڑا کر دیا، تا کہ پیچھے سے دشمن مسلمانوں پر حملہ کرنے کی جرات نہ کرے۔ اور اس دستہ کو خصوصی طور پر یہ حکم دیا گیا تھا کہ حالات چاہے کیسے ہی کیوں نہ ہوں اس دستہ نے یہ جگہ نہیں چھوڑنی۔

طبل جنگ بج گیا۔

دونوں لشکر بڑی بے دردی سے لڑے، مسلمان جذبہ شہادت سے سرشار تھے کفار انتقام کی آگ میں جل رہے تھے اس طرح گھمسان کا رن پڑا۔ بالآخر اہل مکہ کے لشکر کے پاؤں اکھڑ گئے اور ادھر وہ دستہ جسے حکم دیا گیا تھا "کہ تم نے یہ جگہ نہیں چھورنی تا کہ دشمن احد کے پہاڑ کے اوپر سے آ کر پیچھے سے ان پر حملہ نہ کر دے" ظاہری فتح کو سامنے دیکھ کر وہ دستہ اپنی جگہ چھوڑ گیا عین اسی لمحے قریش مکہ کے کمانڈر اور عظیم ترین سپہ سالار خالد بن ولید (اس وقت وہ مسلمان نہیں ہوئے تھے) نے اس غلطی کو بھانپ لیا اور احد کے پہاڑ کے اوپر سے آ کر اس درہ سے مسلمان مجاہدوں پر اچانک اس شدت سے حملہ کیا کہ اسلامی لشکر بدحواس ہو گیا کہ پیچھے سے مسلمانوں کی صف بندی ٹوٹ گئی مصعب بن عمیرؓ جنہوں نے جھنڈا اٹھایا ہوا تھا بھی شہید ہو گئے ان کا قد حضور علیہ السلام جتنا تھا، لوگوں نے یہ سمجھا کہ شاید حضور خود شہید ہو گئے۔ کھلبلی مچ گئی کئی حوصلہ ہار گئے اور کئی جام شہادت نوش پا گئے۔ ابوسفیان نے نعرہ بلند کیا، کہ آج کا دن بدر کا جواب ہے۔ 70 صحابہ کرام شہید ہوئے جن میں سید الشہداء حمزہ بھی تھے جنہیں بے دردی سے شہید کیا گیا اور ان کی لاش کی بے حرمتی کی گئی۔ خطرہ تھا کہ کہیں اہل قریش مدینہ پر حملہ نہ کر دیں مگر حضور علیہ السلام نے بچے کھچے مجاہدین کے ہمراہ ان کا تعاقب کیا۔ اور اہل قریش یہ سمجھے کہ شاید انہیں کمک مل گئی

Marfat.com

ہے، لہذا وہ مدینہ پر حملہ آور نہیں ہوئے اور واپس چلے گئے، اس طرح آپ کی مؤثر حکمت عملی کی وجہ سے مدینہ محفوظ ہو گیا۔

سیدنا حمزہ۔سید الشہداء کا رتبہ پاتے ہیں۔

حضرت حمزہ حضور علیہ السلام کے حقیقی چچا تھے۔شروع دن سے ہی آپ حضرت محمد کے شانہ بشانہ ہر جدوجہد میں شریک عمل رہے۔آپ نے جنگ احد میں بھی کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔آپ جنگ بدر کے بھی ہیرو تھے۔کافروں کے سامنے یہ ایک ہی دیوار تھے۔جسے پھلانگنا ان کے لئے ناممکن تھا۔ جنگ احد میں کفار کی یہی حکمت عملی تھی کہ کسی طرح حضرت حمزہ کو شہید کر کے جنگ بدر کے ابوجہل کا بھرپور انتقام لیا جائے۔

اس مقصد کیلئے اہل قریش نے ایک مست ہاتھی نما، طاقتور غلام ''وحشی'' کو تیار کیا ہوا تھا اور اس کی آزادی حضرت حمزہ کی جان سے مشروط رکھی گئی تھی۔

حضرت حمزہ شیر کی طرح گرجتے دھاڑتے چہار سو بڑھتے اور کافروں کی صفیں الٹاتے جارہے تھے جو سامنے آتا اسے لتاڑتے ہوئے آگے نکل جاتے ایک مشرک ساع بن عبدالعزی سامنے آیا، اسے للکارا اور اگلے مرحلے ہی اسے واصل جہنم کر دیا۔

عین اسی لمحے وہ شخص جسے آزادی ہی حمزہ کی شہادت سے ملنی تھی آپ کی تاک میں تھا اس شخص نے پیچھے سے حملہ کر کے آپ کو شہید کر دیا۔اور اس نے اس پر بھی بس نہیں کیا اپ کا پیٹ چاک کیا، آپ کا کلیجہ نکالا اور آپ کی لاش کی دردناک طریقہ سے بے حرمتی کی گئی۔اس شخص کا نام ''وحشی'' تھا۔

''حضرت وحشیؓ عکس کرم''

محمد مصطفےٰ رحمت اللعالمین تھے ان کا مقصد دین کی سرفرازی تھا، قوم قبیلہ یا رشتہ داری انکا مطمع نظر ہرگز نہ تھا۔جنگ احد میں حضور علیہ السلام کے قریب ترین عزیز اسلام کے انتہائی وفادار جانثار سپاہی حضرت حمزہ کو جس دردناک طریقہ سے شہید کیا گیا حضور علیہ السلام کیلئے یہ سب سے بڑا صدمہ تھا۔مگر جس شخص نے انہیں شہید کیا اس شخص کیلئے حضورؐ کی نفرت کو سمجھنا مشکل نہیں ہے اور یہی شخص اس جنگ کے بعد چھپتا چھپاتا مکہ طائف یمن اور شام چلا جاتا ہے مگر اس کا ضمیر اسے کہیں بھی چین نہیں لینے دیتا۔

جب اسے کہا جاتا ہے کہ تم اسلام قبول کر لو۔حضورؐ تمہیں معاف کر دیں گے اور پھر وہ حضور

Marfat.com

علیہ السلام کے سامنے کلمہ حق کا اقرار کرتا ہے تو وہی ظالم فاسق فاجر شخص عکس کرم کی روشنی میں آجاتا ہے اور وہ ایک اصحابی کا درجہ حاصل کر لیتا ہے، اور یہ عکس کرم اس وحشی سے محمد مصطفےؐ کی ختم نبوت کو چیلنج کرنے والے شخص مسیلمہ بن کذاب کو واصل جہنم پہنچا دیتا ہے۔ یہ ہے محمد مصطفےؐ کی محبت کا کمال، کہ کوئی کیا سے کیا بن جاتا ہے۔

محمد مصطفےؐ، ابوبکر، عمر و علی کے دفاعی حصار میں

کفار مکہ اپنے تمام تر مسائل کی بنیاد حضور علیہ السلام کو سمجھتے تھے ان کا خیال تھا کہ صرف انہی کی وجہ سے ان کے آباؤ اجداد کا دین مٹ رہا ہے ان کی پرانی روایات زوال پذیر ہو رہی ہیں، اور ان کا دنیاوی حشمت وجلال خاک میں مل رہا ہے تمام پچھلی جنگوں میں جنہیں بے پناہ حاصل وسائل کے باوجود ذلت آمیز پے در پے شکستوں کا سامنا کرنا پڑا جنگ احد بنیادی طور پر جنگ بدر کے انتقام کے طور پر لڑی گئی۔ اس جنگ میں کفار مکہ کی منصوبہ بندی یہی تھی کہ نعوذ باللہ کسی نہ کسی طرح محمد مصطفےؐ کو شہید کر دیا جائے اور وہ اگر ایسا کرنے میں کامیاب ہو جاتے مسلمان خود بخود ہی صفحہ ہستی سے مٹ جاتے۔

انہی اسباب کی بنیاد پر ان کی ساری حکمت عملی کا محور جناب محمدؐ کی ذات مبارک تھی۔ اگرچہ حضور علیہ السلام نے بڑی خوبصورت اور جامع منصوبہ بندی کی تھی مگر احد کی پہاڑی کی چوٹی پر متعین تیر انداز دستے سے اپنا مقام چھوڑنے کی غلطی نے ساری منصوبہ بندی تتر بتر کر دی تھی۔

قریش مکہ کے پاس بہت اچھا موقعہ تھا مسلمان مجاہدین عقب سے قریش مکہ کے سپہ سالار خالد بن ولید کے اچانک حملہ سے منتشر ہو گئے تھے اور ان کی صفیں الٹ پلٹ ہو چکی تھیں ایسے وقت میں انہوں نے محمدؐ کے گرد گھیرا تنگ کر دیا۔ اور ان کے ارد گرد انتہائی خونریز معرکہ آرائی ہو رہی تھی۔

محمد مصطفےؐ نے مسلمانوں کو پکارا۔ ان کی پکار سنتے ہی ابوبکر صدیق، عمر فاروق، علی المرتضیٰ، سعد بن ابی وقاص، طلحہ بن عبید اللہ شیروں کی طرح لپکے اور محمد مصطفےؐ مشرکین کے حملہ سے شدید زخمی ہو گئے تھے۔ کے گرد ایسا مضبوط فولادی دفاعی حصار قائم کر دیا۔ جسے توڑنا کفار کے بس میں نہ تھا۔ کفار کے حملہ میں مزید شدت ہوئی تو عبدالرحمان بن عوف، ابوعبیدہ بن جراح، زبیر بن عوام، حباب بن منذر، ابودجانہ، عاصم بن ثابت اور سہیل بن حنیف بھی آپ کے جانثاروں میں شامل ہو گئے۔ ان کی سیسہ پلائی ہوئی دیوار نے دشمن کی تلواروں، نیزوں کو جام کر کے رکھ دیا۔

ڈاکٹر محمد حسین ہیکل، ابن سید الناس، اور علامہ پیر سید کرم شاہ الازہری کے مطابق، اس وقت عمر فاروق نے تن تنہا دشمن کو راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور کر دیا۔

Marfat.com

ابوسفیان اپنے دستہ کے ہمراہ پہاڑ پر چڑھنے لگا تو محمد مصطفیٰ نے اس کی نیت بھانپ لی اور فرمایا کہ اسے وہاں مت چڑھنے دو، آپ کی آواز پر عمر فاروق نے اسے آہنی ہاتھوں سے روک دیا، عمر فاروق نے تو اس جنگ میں اپنی زرہ اتار کے پھینک دی تا کہ شہادت کا مرحلہ جلدی آئے مگر خدا نے ان سے حضور علیہ السلام کے دفاع کا کام لینا تھا، لہذا وہ محفوظ رہے لیکن ان کی یہ آرزو کافی عرصہ بعد انتہائی کارہائے نمایاں سرانجام دینے کے بعد منبر رسول کے پاس پوری ہوئی رومانیہ کے سابق وزیر خارجہ نے اپنی کتاب
''نظرہ جدیدہ'' میں انہیں ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا ہے۔ عمر فاروق بلند و بالا طویل و عریض قد و قامت کے کڑیل جوان تھے، جب وہ مشرکین پر حملہ آور ہوتے تھے تو ان کی صفیں الٹا دیتے تھے اور جب وہ اپنی گرجدار آواز میں شعر پڑھتے تھے تو مشرکین کے کلیجے پھٹ جاتے تھے۔

''محمدؐ خدا کے حضور''

محمد مصطفیٰؐ کے لئے جنگ احد میں اپنے پیارے ساتھیوں کی شہادت بہت بڑا سانحہ تھا، ستر اصحابہ کرام جنہوں نے محمد مصطفیٰ کے وقار کیلئے جام شہادت نوش کیا تھا ان کی لاشیں ڈھونڈ کر انہیں دفنایا گیا۔ حمزہ بن عبدالمطلب کی دردناک موت نے آپ کو رلا دیا تھا۔ آپ گھوڑے پر سوار ہوئے زخمی مجاہدین آپ کے ارد گرد حلقہ بنا کر کھڑے ہو گئے چودہ خواتین جنہوں نے مجاہدین اسلام کے شانہ بشانہ اس عظیم جہاد میں حصہ لیا تھا۔ صدمے سے دو چار وہ بھی صفیں باندھ کر کھڑی ہو گئیں ایسے میں محمد مصطفیٰؐ، آقائے نامدار آنکھوں میں آنسو لئے اپنے پروردگار کے حضور دعا کرتے ہیں۔ کہ۔

اے رب کائنات تمام تعریفیں صرف تیرے ہی لئے ہیں۔ اے اللہ جسے تو کشادہ کرے اسے تنگ کوئی نہیں کرسکتا۔ اور۔ جسے تو تنگ کرے اسے کوئی کشادہ نہیں کرسکتا۔ اے اللہ ہدایت دینے والا صرف تو ہی ہے۔

اے اللہ۔ عطا فرمانے والا۔ قریب کرنے والا، رزق دینے والا، اور امن دینے والا صرف تو ہی ہے اے اللہ۔ روکنے والا۔ دور کرنے والا قبض کرنے والا تو ہی ہے۔ اے اللہ ہم تیری نعمت کا سوال کرتے ہیں، فقر کے دن، خوف کے دن، اور غنا کے فاقہ کے دن۔

اے اللہ۔ ہم تجھ سے پناہ مانگتے ہیں اس چیز کے شر سے جو تو نے ہمیں عطا کی ہے اور اس چیز کے شر سے جو تو نے ہم سے روک رکھی ہے۔

Marfat.com

اے اللہ۔ ہمیں ایمان، ہدایت اور اپنی محبت دے، اور کفر فسق نافرمانی سے محفوظ رکھ، اے اللہ ہمیں موت آئے تو مسلمان کی حیثیت سے زندہ رہیں تو مسلمان کی حیثیت سے۔ اے اللہ کافروں کو عذاب میں مبتلا کر۔ اے اللہ ہماری دعا قبول فرما۔

''عشق رسول ﷺ کی چند لازوال مثالیں''

جنگ احد میں محمد مصطفےٰ کے جانثار ساتھیوں کی طرف سے جس بے مثال شجاعت، بہادری، قربانی وایثار کا مظاہرہ کیا گیا۔ تاریخ آج تک اس پر انگشت بدندان ہے۔ حضرت حمزہ نے جس انداز میں اپنی جان قربان کی، ابوبکر صدیق جس طرح محمد مصطفےٰ کی پکار سنتے ہی اپنے حبیب کے سامنے ڈھال بن گئے، عمر فاروق شیروں کی طرح دھاڑتے ہوئے اپنے آقا کے سامنے کھڑے ہوگئے کہ مبادا، انہیں کوئی گزند نہ پہنچے۔ اور بقول ہیکل اور علامہ ابن خلدون خالد بن ولید جیسے سپہ سالار کو پسپا ہونے پر مجبور کیا اس سلسلے میں چند مثالیں مزید پیش خدمت کرتا ہوں۔ تاکہ ہمارا ایمان تازہ ہو۔

(1) ابوبکر صدیق عشق رسول میں ایسے مگن تھے، ان کے سامنے ان کا حقیقی بیٹا عبدالرحمان، (اس وقت وہ مسلمان نہیں ہوا تھا) آ گیا، اس کا سر اپنے تن سے جدا کرنے والے ہی تھے کہ اچانک محمد مصطفےٰ نے دیکھ لیا اور حکم دیا ''اے ابوبکر اپنی تلوار کو نیام میں ڈال لو اور ہمیں اس کے وجود سے مستفید ہونے کا موقع دو''

(2) سعد بن ابی وقاص نے جس طرح بہادری کے جوہر دکھائے کہ خود محمد مصطفےٰ نے اس کے لئے فرمایا کہ میرے ماں باپ بھی تجھ پر قربان'' ایسا سرٹیفکیٹ کسی اور کو نہیں دیا گیا۔

(3) شیر خدا حضرت علی نے ابوسعد کی دعوت مبارزت کے جواب میں ایک ہی وار سے اس کا سر قلم کر دیا۔

(4) حضرت زبیر بن عوام نے کلاب بن طلحہ اور حضرت عاصم بن ثابت نے مسافع بن طلحہ کو محمدؐ کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھ کر ان کے جسموں کو ٹھنڈا کر دیا۔

(5) ابودجانہ نے سرخ پٹی باندھ کر ہاتھ میں رسول اللہ کی تلوار تھامے شمشیر زنی کے حیرت ناک کارنامے سرانجام دیئے۔

میں محمد کے غلاموں کی مثالیں اور کیا دوں۔ صرف ایک واقعہ پیش کرتا ہوں۔

حضرت حنظلہ ایک فاسق کے بیٹے ہیں نئی نئی جوانی میں آئے، شادی کے پہلے ہی دن اپنی

Marfat.com

شریک حیات سے محبت بھرے انداز میں محوِ آغوش تھے آپ کے کانوں میں ''جہاد'' کی آواز پڑی۔ سنتے ہی سب بھول گئے خوبصورت بیوی جو ابھی ان کے عقد میں آئی تھی۔ اس کا حسن اس کی محبت سب بھول گئے۔ محبت رسول کے سامنے ساری محبتیں سارے عشق ساری الفتیں، سارے جذبات ماند پڑ جاتے ہیں۔ ایسے۔ جیسے سورج کی روشنی کے سامنے موم بتیوں کی روشنی۔

آواز سنتے ہی عورت کی آغوش سے تلوار کی دھار پر آجاتے ہیں۔ دشمن کی صفیں چیرتے پھاڑتے ان کے سالار ابوسفیان تک جا پہنچتے ہیں اور اس کا سر قلم کرنے کیلئے تلوار لہراتے ہی ہیں عین اس وقت دشمن رسول شداد بن اوس کی تلوار ان کی گردن پر پڑتی ہے۔ اور وہ سارے جذبات سمیت جام شہادت نوش کر دیتے ہیں۔ تبھی تو میں کہتا ہوں کہ جس پر بھی محمد مصطفیٰ کے کرم کا عکس پڑ گیا۔ وہ آسمان کی بلندی کو چھو گیا۔ حنظلہ کی لاش سے پانی ٹپک رہا تھا فرشوں نے اسے غسل دیا تھا۔

قافلہ محمدؐ ایک بار پھر مشکلات کے گرداب میں

جنگ احد کی شکست کے بعد کفار کے حوصلے بڑھ گئے ارگرد بسنے والے یہودیوں، منافقوں اور بدوؤں نے ایک متحدہ محاذ بنا کر محمد مصطفیٰ اور ان کے ساتھیوں کو کچلنے کی خاطر سازشیں تیار کرنی شروع کر دی تھیں۔

اور ادھر خود مسلمان بھی اپنی شکست پر مایوس ہو گئے تھے اور ان کے حوصلے ٹوٹ کے رہ گئے تھے یہ انتہائی نازک وقت تھا۔ مدینہ کی نومولود ریاست اپنی بقاء کی آخری جنگ لڑ رہی تھی۔

جنگ احد کے دو مہینے بعد ہی مکہ کے ایک قبیلے بنو اسد نے مدینہ پر چھاپہ مار کر مسلمانوں کو تباہ کرنے کی سازش تیار کی ایک اور قبیلہ غصل نے قارہ قبیلہ سے مل کر دس جلیل القدر صحابہ کرام کو شہید کر دیا۔ بنو عامر کی مکارانہ چال کے ذریعہ ستر صحابہ کرام کو جام شہادت نوش کرنا پڑا۔ بنو نضیر نے اسی سال ماہ ربیع الاول میں خود حضور علیہ السلام کو شہید کرنے کی کوشش کی، اس کے دو ماہ بعد بنو غطفان نے مدینہ پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا۔ مسلمان احد کی شکست کے بعد پے در پے مشکلات میں الجھتے جا رہے تھے۔ وہ ایک غلطی جو جنگ احد میں شکست کی بنیادی وجہ بنی تھی اپنا دائرہ وسیع کر رہی تھی۔ تو ایسے نازک وقت میں محمد مصطفیٰ میدان عمل میں آتے ہیں اور اپنی شکست خوردہ قوم کو نئے سرے سے منظم کرتے ہیں اور ان کے ٹوٹے ہوئے حوصلہ کو بندھانے کیلئے ایک ایسی حکمت عملی اختیار کرتے ہیں جس سے مسلمان دوبارہ عظمت رفتہ کی طرف ایک نئے عزم سے گامزن ہو جاتے ہیں۔

Marfat.com

غزوہ حمراء الاسد 16 شوال 3ھ

جنگ احد میں کامیابی کے بعد قریش مکہ واپس آ رہے تھے تو وہ راستے میں روحاء کے مقام پر ٹھہرے وہ نشے میں سرشار تھے، یہاں ان کا منصوبہ بنا کہ مسلمانوں کو کچل دیا جائے وہ اس پر عمل پیرا ہونا ہی چاہتے تھے۔ حضور کو ان کے ناپاک ارادے کی اطلاع مل گئی حضور علیہ السلام نے گھبرانے کی بجائے ان کا کھلے عام مقابلہ کا فیصلہ کرلیا۔ اور وہ بھی ایسے کہ ان کے انتظار کی بجائے تعاقب کر کے ان سے نمٹا جائے۔

حضرت بلالؓ کو اس نسبت مدینہ میں اعلان کرنے کا حکم دے دیا گیا۔ سارے مسلمان نئے عزم سے منظم ہو کر سامنے آ گئے۔

چنانچہ محمد مصطفےٰ اپنے ساتھیوں سمیت 16 شوال 3ھ کو اس تعاقب کیلئے نکل پڑے اور حمراء الاسد کے مقام پر قیام فرمایا۔

قریش مکہ کے سردار ابوسفیان کو معبد بن حزاعی نے بتایا کہ محمد مصطفےٰ عظیم الشان لشکر لے کے تمہارے پیچھے آ رہے ہیں۔ ابوسفیان یہ سن کر گھبرا گیا۔ اور مدینہ پر حملے کا ارادہ چھوڑ دیا۔ اور واپس مکہ چلا گیا تاکہ مسلمانوں سے دوبارہ مقابلے کی نوبت نہ آئے آپ کی اس حکمت عملی سے نہ صرف مدینہ کی یہ نئی ریاست محفوظ ہوگئی بلکہ مسلمانوں کا حوصلہ بڑھ گیا جو جنگ احد کی وجہ سے ٹوٹ گیا تھا۔

Marfat.com

۴ھ ایک نظر میں

محمد مصطفیٰؐ عمر مبارک 56 سال ۔ سولہویں سال نبوت ہجرت کا تیسرا سال ۔

(1) سریہ ابو سلمہ محرم ۴ھ

(2) سریہ عبداللہ بن انیس

سریہ بئیر معونہ (سریۃ القراء) صفر ۴ھ

المیہ رجیع

غزوہ بنو نضیر

وفات حضرت زینب بنت خزیمہ (ربیع الثانی ۴ھ)

نواسہ محمد مصطفیٰؐ اور فرزند حضرت عثمان کا انتقال

نواسہ محمد مصطفیٰؐ حضرت امام حسین کی ولادت (۵ شعبان ۴ھ)

حضرت زید بن ثابت کو کافروں کی زبان سیکھنے کی ہدایت

ام سلمیٰ کاشانہ نبوت میں

والدہ حضرت علی کا انتقال

Marfat.com

سریہ ابوسلمہ۔محرم ۴ھ

محرم ۴ھ کا چاند نظر ہی آیا تھا۔کہ محمد مصطفٰے کو اطلاع ملی کہ بنو اسد آپ پر حملہ آور ہونے کیلئے منظم ہو رہے ہیں آپ نے پیش بندی کے طور پر حضرت ابوسلمہ کی سربراہی میں 150 مجاہدین کا ایک جانثار دستہ تیار کروایا۔اور انہیں حکم دیا کہ بنو اسد کے حرکت میں آنے سے پہلے ہی انہیں کچل دیا جائے ابوسلمہ نے اپنے آقا کی ہدایات پر عملدر آمد کرتے ہوئے اچانک بنو اسد پر حملہ کر دیا۔حملہ اس قدر شدید تھا کہ بنو اسد گھبرا کر بھاگ گئے۔اور اپنا جملہ سامان حرب و مال مویشی وہیں چھوڑ گئے۔حضرت ابوسلمہ نے جنگ احد میں بھی بھرپور حصہ لیا تھا اور شدید زخمی ہوئے تھے انہوں نے اس حالت کے باوجود بنو اسد کو شکست دی۔بعدازاں وہ اسی زخم کے بگڑنے سے فوت ہو گئے۔

سریہ عبداللہ بن انیس

سریہ ابوسلمہ کے دو تین دن بعد ہی آپ کو یہ اطلاع ملی کہ خالد بن سفیان یزلی مسلمانوں پر حملہ کرنے کیلئے اپنی فوج منظم کر رہا ہے تو آپ نے حضرت عبداللہ بن انیس کی قیادت میں مسلمان مجاہدین کا جانباز دستہ تشکیل دے کر بھیج دیا۔

عبداللہ بن انیس اور خالد یزلی کے آدمیوں کے درمیان دو بدو لڑائی ہوئی۔عبداللہ بن انیس نے خالد یزلی کو شکست فاش دیکر اس کا سر تن سے جدا کر دیا۔

حضرت عبداللہ بن انیس اس کا سر ساتھ لائے اور حضور علیہ السلام کی خدمت اقدس میں پیش کیا آپ نے عبداللہ بن انیس کو شاباش دی اور ایک عصاء تحفہ دیا۔فرمایا۔کہ یہ میرے اور تمہارے درمیان قیامت کے روز نشانی رہے گا۔

بعد میں جب عبداللہ بن انیس فوت ہوئے تو یہ عصاء ان کی وصیت کے مطابق ان کے کفن کے ساتھ لپیٹ کر ساتھ ہی دفن کر دیا گیا۔

سریۃ القراء۔بیئر معونہ۔صفر ۴ھ

یہ انتہائی سنگین واقعہ تھا کفار کی عہد شکنی اور منافقت کا ایسا ثبوت، جسے اسلامی تاریخ میں کبھی بھی بھلایا نہیں جا سکتا۔زرقانی کے مطابق موضع بیئر معونہ کا ایک سردار عامر بن مالک ابو براء حضور علیہ

Marfat.com

السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور ہدیہ پیش کیا۔ جسے آپ نے قبول نہیں فرمایا۔ البتہ اسے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ جس پر اس نے خاموشی کا اظہار کیا۔ اور کہا کہ آپ چند اصحاب ہماری طرف تبلیغ کیلئے بھیجوائیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے اہل نجد سے خطرہ ہے۔ جس پر ابو براء نے اپنی ضمانت پیش کی۔ حضور علیہ السلام نے 70 صحابہ پر مشتمل قراء کی ایک جماعت اس کے ساتھ روانہ کر دی منذر بن عمرو ساعری کو اس قافلہ کا امیر مقرر کیا گیا۔ یہ انتہائی مقدس لوگوں کی جماعت تھی۔ جو دن کو لکڑیاں چنتے اور شام کو انہیں بیچ کر کھانا لاتے اور رات کو اللہ کے حضور عبادت کرتے۔

جب یہ لوگ بئر معونہ پہنچے، حضرت حرام بن ملحان نے حضور کا خط عامر بن طفیل کو دیا اس کے ساتھ ہی انہیں قتل کر دیا گیا بعد ازاں سارے مسلمانوں کو شہید کیا گیا حضرت عمرو امیہ کو چوٹی کاٹ کو چھوڑ دیا گیا۔ عمرو امیہ نے اس چپقلش کے دوران اس قبیلے کے دو افراد کو قتل کر دیا۔ جس پر حضورؐ نے اس قبیلے کو خون بہا ادا کیا۔

آپ کو اپنے 70 قراء کی شہادت کا بے حد رنج پہنچا۔ اور آپ نے اس قبیلے کیلئے ایک مہینہ تک بددعا کی۔

المیہ رجیع

یہ واقعہ بھی انہی دنوں پیش آیا غصل وقارہ قبائل کے کچھ افراد تبلیغ دین کیلئے دس اصحابہ کرام کو ساتھ لے گئے راستے میں رجیع کے مقام پر بن لیحان کے 200 آدمی ان پر حملہ آور ہو گئے اور دس اصحابہ کرام کو شہید کر دیا۔ حضرت خبیب کو جب شہید کیا جا رہا تھا تو ان سے پوچھا گیا کہ تم اس بات کو پسند کرو گے کہ تمہاری جگہ محمدؐ کو قتل کر دیا جائے حضرت خبیب نے فرمایا میری جان حضور پر قربان میں یہ بات بھی برداشت نہیں کر سکتا کہ میرے بدلے حضرت محمدؐ کو کانٹا بھی چبھے۔

حضور علیہ السلام کو رجیع، بئر معونہ کے واقعات کی ایک ساتھ اطلاع ملی جس پر آپ بے پناہ اداس ہوئے۔

غزوہ بنو نضیر۔ بنو نضیر نے جب دیکھا کہ غزوہ احد کے بعد مسلمانوں کے حوصلے ٹوٹے ہوئے ہیں اس پر انہوں نے 1 ھ میں مسلمانوں کے ساتھ کیا گیا معاہدہ توڑ دیا۔ اور حملہ کرنے کا پروگرام بنانے لگے۔ حضور علیہ السلام نے کوشش کی کہ کسی نہ کسی طرح معاہدہ دوبارہ ہو جائے اور اس مقصد کیلئے آپ بذات خود تشریف لے گئے۔ یہاں بنو نضیر نے آپ کو شہید کرنے کی سازش کی۔ لیکن کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔ عبداللہ بن ابی نے کفار کو مسلمانوں پر حملے کیلئے ابھارا۔ اور دو ہزار کا لشکر ساتھ دینے کا اعلان کیا۔ حضور

Marfat.com

علیہ السلام کو جب ان کی مذموم مقاصد کی اطلاع ملی تو آپ نے بنو نضیر کا محاصرہ کرلیا بالآخر آپؐ نے انہیں مدینہ سے نکل کر جانے کی اجازت دے دی۔

اُم المومنین حضرت زینب بنت خزیمہ کی وفات۔ ربیع الثانی ۴ھ

ربیع الثانی ۴ھ حضور علیہ السلام کی زوجہ حضرت زینب خزیمہ وفات پاتی ہیں۔ آپ بہت زیادہ کریم النفس اور غریب پرور خاتون تھیں۔ جس کی بنا پر آپ ام المساکین کے لقب سے مشہور ہوگئیں۔ آپ حضرت محمد مصطفیٰؐ کی زندگی میں صرف آٹھ ماہ ہی ہمسفر رہ سکیں۔

نواسہ محمد مصطفیٰؐ حضرت عبداللہ کا انتقال۔

محمد مصطفیٰؐ کی صاحبزادی حضرت رقیہ اور حضرت عثمان کے صاحبزادے حضرت عبداللہ کا انتقال بھی انہی ایام میں ہوا۔ آپ کی عمر چھ سال تھی کہ کسی مرغ نے آپ کی آنکھ میں چونچ ماردی۔ اس طرح تکلیف بڑھتی گئی اور بالآخر اس وجہ سے آپ نے انتقال فرمایا۔

نواسہ محمد مصطفیٰ حضرت امام حسین کی ولادت۔

۵ شعبان ۴ھ حضرت فاطمہ اور حضرت علی کے فرزند امام حسین اس دنیا میں تشریف لائے۔
حضور علیہ السلام کو اپنے ان شہزادوں سے بے پناہ پیار تھا اور ان دونوں کو جنت میں نوجوانوں کے سردار کے القاب سے نوازا۔

حضرت زید بن ثابت کو یہود کی زبان سیکھنے کی ہدایت۔

۴ھ میں ہی حضور علیہ السلام نے حضرت زید بن ثابت کو یہود کی زبان ''سریانی'' سیکھنے کی ہدایت فرمائی۔ دراصل کئی معاملات میں یہود سے خط وکتابت کی ضرورت پڑتی تھی۔
ضرورت اس بات کی تھی کہ مسلمانوں میں کوئی ایسا شخص ہو جو اس زبان کو اچھی طرح سمجھتا ہو۔ اس مقصد کیلئے آپ نے حضرت زید بن ثابت کے حافظہ کا امتحان لینے کے بعد اس مقصد کیلئے انہیں منتخب فرمایا۔

Marfat.com

حضور علیہ السلام کا حضرت اُم سلمیٰ کے ساتھ نکاح انعقاد پذیر ہوتا ہے۔

انہیں حضرت زینب بنت خزیمہ کے حجرہ میں رکھا گیا۔ آپ حضور علیہ السلام کے انتقال کے بعد مزید 48 سال زندہ رہیں۔ اور ۶۰ھ میں فوت ہوئیں۔ اور جنت البقیع میں دیگر امہات المومنین کے ساتھ انہیں دفنایا گیا۔

اس سال حضور علیہ السلام کی چچی اور حضرت علی کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت اسد نے انتقال فرمایا۔ حضور علیہ السلام کو یہ بہت پیاری تھیں۔

Marfat.com

محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے پانچویں سال میں۔

۱) غزوہ ذات الرقاع محرم ۵ھ
۲) غزوہ دومۃ الجندل ۲۵ ربیع الاول ۵ھ
۳) چاند گرہن
۴) غزوہ مریسیع (غزوہ بنی مصطلق) شعبان ۵ھ
۵) تنازعہ جھجھاہ
۶) واقعہ افک
۷) غزوہ خندق (غزوہ احزاب) ذیقعدہ ۵ھ
۸) غزوہ بنو قریضہ
۹) مدینہ میں زلزلہ
۱۰) گھڑ دوڑ
۱۱) حج کی فرضیت کا حکم اور غزوہ بنی قریظہ

Marfat.com

غزوہ ذات الرقاع محرم ۵ھ

غزوہ ذات الرقاع محرم ۵ھ میں وقوع پذیر ہوا۔ یہ علاقہ سنگلاخ اور ریتلی زمین پر مشتمل تھا۔ محمد مصطفیٰؐ کے جانثار صحابہ کرام جب یہاں چلے تو ان کے پاؤں زخمی ہو گئے تھے مگر یہ پیچھے نہ ہٹے اور انہوں نے اپنے زخمی پاؤں پر پھٹے ہوئے کپڑے یعنی چھیتڑے باندھ لیئے تھے، رقاع عربی میں کپڑے کے اس ٹکڑے کو کہا جاتا ہے جس سے پیوند لگایا جاتا ہے۔ اس لئے اس غزوہ کا نام ذات الرقاع مشہور ہو گیا۔

قبیلہ انمار اور ثعلبہ مدینہ پر حملہ کرنے کیلئے اکٹھے ہوئے تو آپ کو اس کی اطلاع مل گئی۔ چنانچہ آپ نے اپنے چار سو پاؤں پر چھیتڑے بندھے صحابہ کرامؓ کے ساتھ مقابلہ کیا۔ صحابہ کرام کا یہ جذبہ دیکھ کر دشمن بھاگ گیا۔ یہ تھا محمد مصطفیٰؐ کا عکس کرم۔ جس پر پڑ گیا اس نے نہیں دیکھا کہ وہ کس حال میں ہے۔ میدان میں آ گیا۔

غزوہ دومۃ الجندل۔ یہ غزوہ ربیع الاول ۵ھ میں ہوا، کفار بھاری لشکر لے کر مدینہ پر حملہ آور ہوئے، آپ صحابہ کرام کے ساتھ مقابلہ پر آئے تو دشمن انہیں دیکھ کر بدحواس ہو گیا اور بھاگ گیا۔

غزوہ بنی مصطلق

غزوہ احد کے بعد کفار کا حوصلہ بڑھ گیا تھا اور وہ بار بار مدینہ پر یلغار کرتے رہے۔ مگر ان کے ارادے کامیاب نہیں ہوئے۔ رئیس بنو مصطلق حارث بن ضرار بہت سا مال واسباب چھوڑ کر بھاگ گیا۔ رئیس قبیلہ کی بیٹی جویریہ نے اسلام قبول کر لیا اور ان کی خواہش پر حضرت محمد مصطفیٰؐ نے انہیں کاشانہ نبوت میں شامل ہونے کا اعزاز بخشا۔

المیہ افک

محمد مصطفیٰؐ نے جب سے وحی خداوندی کے تحت نعرۂ تکبیر بلند کیا، اسی وقت سے ہی کفر کے ایوانوں میں زلزلہ برپا ہو گیا۔ اپنے غیر ہو گئے دوست دشمن بن گئے، رشتہ داروں کا خون سفید ہو گیا، ان سب کی یہی آخری خواہش تھی کہ کسی نہ کسی طرح محمد مصطفیٰؐ شرک کے خلاف جدوجہد بند کر دیں، ان کے بتوں کی مخالفت نہ کریں اور ان کے کفرانہ رسم ورواج کے خلاف اعلان بغاوت نہ کریں۔ مگر ایسا کس طرح ہو سکتا تھا۔ محمد مصطفیٰؐ اپنا اوڑھنا بچھونا احکام خداوندی کو بنا چکے تھے۔ اور حکم خداوندی یہی تھا کہ۔

یاایھا المدثر قم فانذر۔

Marfat.com

پھر وہ اس سے کس طرح پیچھے ہٹ سکتے تھے۔ حتیٰ کہ کفار نے آخری سفارش کیلئے ان کے پیارے چچا جان کو منتخب کیا۔ مگر محمد مصطفےٰؐ نے اپنے پیارے چچا جان حضرت ابوطالب سے بھی صاف صاف کہہ دیا بلکہ یہاں تک کہہ دیا کہ۔ اگر یہ لوگ میرے ایک ہاتھ پر سورج رکھ دیں اور دوسرے ہاتھ پر چاند.......... مگر پھر بھی میں اپنے اس مقدس مشن کو نہیں چھوڑوں گا۔ اس واضح جواب کے بعد سخت ترین انتقامی کاروائیاں شروع کر دی گئیں۔ ان پر قاتلانہ حملے کرائے گئے۔ ان کے راستے میں کانٹے بچھائے گئے حالت سجدہ میں اوجھریاں ڈالی گئیں۔ پروپیگنڈے کئے گئے، گالیاں دی گئیں لہولہان کیا گیا، حتیٰ کہ ان کا سماجی بائیکاٹ کیا گیا، ان کے اپنے رشتہ دار، اپنی قوم، اپنی برادری سب کی سرپرستی کر رہی تھی۔

محمد مصطفےٰؐ کے دشمن وار پر وار کر رہے تھے۔ مگر محمد مصطفےٰؐ اور ان کے ساتھی خندہ پیشانی، استقلال اور بہادری سے ان کا مقابلہ کر رہے تھے۔ اور اپنے عظیم مشن کو کامیابی کی طرف تیزی سے لئے جا رہے تھے۔ وہ کلمہ حق جسے سب سے پہلے محمد مصطفےٰؐ نے بلند کیا۔ ابوبکر صدیقؓ نے اس کی تائید کی اور آپ کے ہمقدم اور ہم آواز ہو گئے۔ یہ قافلہ، آہستہ آہستہ بڑھتا گیا حضرت علیؓ بچوں میں سب سے پہلے آگے آئے۔ حضور علیہ السلام خود ان کے کفیل اور سرپرست تھے۔ حضرت عمر فاروقؓ آئے تو حوصلہ بڑھا، تو کلمہ حق کی صدا سے خانہ کعبہ کی دیواریں گونجنے لگیں۔ ساتھ ساتھ یہ قافلہ بڑھتا گیا۔ اور ساتھ ساتھ مشرکین اور منافقین کی سرگرمیاں..........

آپؐ نے 13 سال مکہ میں اسی تکلیف دہ فضاء میں گزارے، بالآخر ہجرت پر مجبور ہونا پڑا۔ جنگ بدر، جنگ احد، جنگ خیبر اور ایسی جنگوں کا ایک لامتناعی سلسلہ شروع کر دیا گیا مگر محمد مصطفےٰؐ نے انہیں ہر محاذ پر شکست دی۔

ایسے میں سب سے پہلے جس شخصیت نے گواہی دی جس نے برسر عام یہ اعلان کیا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد مصطفےٰؐ اللہ کے سچے رسول ہیں اس شخصیت کو سب سے پہلے مسلمان ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔ پھر اس کے بعد اس شخصیت نے اپنا سب کچھ محمد مصطفےٰؐ پر نچھاور کر دیا۔

اپنے آپ کو اپنے خاندان کو اپنے اہل وعیال کو، سب کو بھول گیا، اس کی آنکھوں کے سامنے صرف ایک ذات مقدس یعنی محمد مصطفےٰؐ ہی ٹھہر گئی۔ یہ شخصیت لحہ بہ لحہ قدم بہ قدم محمد مصطفےٰؐ کے ہمرکاب ہوتی، سفر میں ہجر میں نماز میں امن میں جنگ میں ساتھ ساتھ ہوتی۔ اسی شخصیت نے اپنی بیٹی محمد مصطفےٰؐ کے عقد میں دے کر ایثار وقربانی کی لازوال تاریخ رقم کر دی۔ اس شخصیت کے خلوص وفا جذبہ قربانی، سچائی

Marfat.com

اور پاکیزگی کو اوپر والی ذات بغور دیکھ رہی تھی۔
اور پھر اسی شخصیت کو خدا اور اس کے رسول محمد مصطفےٰؐ کی طرف سے سب سے بڑا سرٹیفکیٹ دیا گیا۔
افضل البشر بعد از انبیاء۔ یعنی تمام انسانوں میں تمام امتوں میں حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر اس دنیا کے آخری انسان تک یہ شخصیت سوائے نبیوں کے ہر انسان سے افضل ہے۔ اور اس شخصیت کا نام ہے ابوبکر صدیقؓ۔

تو ایسے حالات میں ان منافقین نے ذلالت اور کمینہ پن کی انتہا کرتے ہوئے محمد مصطفےٰؐ کے ''حرم'' کو نشانہ بنانے کا منصوبہ بنایا۔

اس سازش کا مقصد..... محمد مصطفےٰؐ کی عزت دستار پگڑی، وقار، احترام کا انہدام تھا اور ساتھ ہی محمد مصطفےٰؐ کے یار غار قدم قدم لمحہ لمحہ کے ساتھی ابوبکر صدیقؓ کی عزت کو بھی داغدار کرنا تھا۔ گویا ایک تیر سے دو شکار......

اصل واقعہ صرف یہ تھا کہ غزوہ بنی مصطلق میں کامیابی کے بعد قافلہ محمد مصطفےٰؐ واپسی کیلئے جب کوچ کرنے لگا، ایک جگہ پڑاؤ ڈالا گیا، حضرت عائشہؓ حاجت کیلئے گئیں تو راستے میں کہیں وہ اپنی بہن کا ہار جو ساتھ عاریۃً لے گئی تھیں۔ گم کر بیٹھیں، تو تلاش میں مصروف ہو گئیں۔

جن لوگوں پر انکا ھودج اونٹ پر رکھنے کی ذمہ داری تھی انہوں نے وہ ھودج اٹھا کر اونٹ پر رکھ دیا۔ حضرت عائشہؓ ہار کی تلاش کے بعد اپنے مقام پر آئیں اس اثناء میں قافلہ روانہ ہو گیا تھا۔ تو آپ وہیں ٹھہر گئیں کہ تلاش میں کوئی نہ کوئی آئے گا۔ اور صفوان بن معطل اپنے اونٹ کے ساتھ آگے اور حضرت عائشہ اس اونٹ پر بیٹھ کر بحفاظت اپنے قافلہ کے ساتھ شامل ہو گئیں۔

یہ ساری اتنی سی بات تھی جو اکثر ہو جاتی ہے، مگر منافقین نے ایک سازش کے تحت اس واقعہ کو حضرت محمد مصطفےٰؐ کی عزت داغدار کرنے کیلئے بے دریغ استعمال کیا۔

منافقین کے بے پناہ پروپیگنڈے سے ظاہر ہے پریشانی ہونی تھی، محمد مصطفےٰؐ کا سارا گھرانہ اور جملہ صحابہ کرام پریشان تھے۔ اگرچہ انہیں یقین تھا کہ یہ سب جھوٹ ہے، اسامہ بن زید، ان کی لونڈی بریرہ، حضرت عمر فاروقؓ اور لاتعداد صحابہ کرام نے اس نسبت حسنِ ظن کا اظہار کیا اور اسے منافقین کی سازش کا شاخسانہ قرار دیا۔

حضرت عائشہؓ بااعتماد تھیں۔ انہیں یقین تھا کہ جس طرح یوسف کے باپ نے صبر کیا اور معاملہ خدا پر چھوڑ دیا اس طرح انہوں نے بھی سب کچھ خدا پر چھوڑ دیا۔ حضرت علی المرتضےٰؓ نے کہا کہ یہ

Marfat.com

کیسے ممکن ہے کہ اگر ایسی بات سچ ہوتی تو اللہ تعالیٰ خود اس سے مطلع نہ کرتے۔ حالانکہ ایک دفعہ آپؐ کے جوتے جن پر کوئی نجاست لگ گئی تھی۔ اللہ نے جبرائیل کے ذریعہ یہ جوتے اتارنے کا حکم دیا۔ حضرت زینب بنت جحش نے آپ کی پاکدامنی کی قسم کھائی۔

اللہ کے بندوں پر ایسی تہمتیں لگتی رہیں، حضرت یوسف پر تہمت لگائی گئی تو اللہ نے ایک دودھ پیتے بچے سے آپ کی برأت کی۔

حضرت مریم علیہ السلام پر الزام لگایا گیا تو حضرت عیسیٰ جو اس وقت صرف چند دنوں کی عمر کے تھے نے اس کی تردید کی۔ سارے لوگ دیکھ رہے تھے کہ اب کی بار...... خدائے بزرگ و برتر حرم محمد مصطفیٰؐ کی صفائی کس انداز سے کریں گے۔ اس سلسلے میں سب سے خوبصورت تبصرہ حضرت عثمان نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ یہ برداشت نہیں کرتا کہ محمد مصطفیٰؐ کا سایہ زمین پر پڑے اور اس پر کوئی پلید شخص اپنا پاؤں رکھ دے۔ تو اللہ تعالیٰ یہ کیسے برداشت کر سکتے ہیں کہ کوئی شخص محمد مصطفیٰؐ کی عزت کو تار تار کر دے''

(بحوالہ تاریخ خمیس صفحہ 477)

حضور علیہ السلام نے حضرت عمر فاروقؓ سے اس سلسلے میں پوچھا تو عمر فاروقؓ نے جو جواب دیا وہ مسلمانوں کیلئے مشعل راہ ہے۔

یارسول اللہ احمی سمعی وبصری واللہ انا قاطع بکذب المنفقین الخ......

یارسول اللہ میں اپنے کانوں اور آنکھوںؓ کی حفاظت کرتا ہوں جو یہ دیکھیں یا سنیں، وہی بیان کرتا ہوں، اور اس میں کوئی ملاوٹ نہیں کرتا۔ قسم ہے خدا کی...... کہ منافقین جھوٹ بکتے ہیں۔ کوئی گندی مکھی آپ کے جسم مبارک پر بیٹھ نہیں سکتی۔ تو یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ کی بیوی سے کوئی غیر اخلاقی فعل سرزد ہو۔

ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔ اس جواب پر حضور علیہ السلام بہت خوش ہوئے۔ (یہ خوبیاں تھیں کہ جن کی بنا پر حضور علیہ السلام نے ایک دفعہ فرمایا کہ اگر میرے بعد کسی نبی نے آنا ہوتا تو وہ عمر فاروق ہوتے مگر میں خاتم النبیین ہوں)

انتظار کی گھڑیاں طویل ہوتی جا رہی تھی۔ ایک طرف حسنِ ظن اور دوسری طرف محض جھوٹا پروپیگنڈہ ...... اللہ کی ذات ہی عالم غیب ہے۔ اسی لئے ساری کائنات کی نظریں اللہ کی طرف مرکوز تھیں۔ نبی کی عزت نبی کی پگڑی، نبی کی دستار، نبی کا حرم، منافقین کی سازشوں کا مرکز بن گیا تھا،

Marfat.com

حضور علیہ السلام خاندان ابوبکر صدیقؓ اور دوسرے مخلص اصحاب صبر وتحمل تدبر اپنائے اپنے خالق کے حضور سربسجود تھے۔اور انتظار وحی میں تھے۔

بالآخر وحی آ ہی گئی جس میں اس واقعہ کو ''واقعہ افک'' سے موسوم کیا گیا یعنی یہ انتہائی جھوٹ کذب بیانی بہتان تراشی اور افتراء پر مبنی ہے اس کے مخاطب تمام مسلمان ہیں۔خصوصاً ابوبکر صدیق اور ان کے خاندان کو مخاطب کر کے کہا گیا ہے کہ اس جھوٹے بہتان سے آپ کو تکلیف پہنچی ہے اور جو تم نے صبر کیا ہے اس پر تمہیں اجر عظیم ملے گا۔

''اے ابوبکر صدیق تمہیں اس جھوٹے الزام سے چند دن تکلیف ضرور ہوئی ہے لیکن اب قیامت تک تیری نور نظر (یعنی عائشہ) کی پاکدامنی کی شہادت قرآن دیتا رہے گا۔

تیری لخت جگر کی پاکدامنی کو ماننا ایمان اور عین اسلام ہوگا جو اس میں ذرا بھی شک کرے گا، وہ دائرہ اسلام سے خارج اور نعمت ایمان سے محروم ہو جائے گا''

(بحوالہ ضیاء النبی مصنفہ پیر محمد کرم شاہ الازہری صفحہ 650)

اس بہتان بازی پر چند حضرات کو محمد مصطفیٰؐ کے حکم سے حد قذف کے تحت کوڑے مارے گئے۔

اور جو لوگ آج بھی اس سلسلے میں کسی شک میں مبتلا ہیں انہیں اپنے خدا سے معافی مانگ کر اپنا ایمان بچانا چاہیے۔

سورۃ نور کی یہ دس آیات خود حضرت عائشہؓ کیلئے بھی ایک منفرد اعزاز رکھتی ہیں، کہ جب منافقین نے ان پر جھوٹا الزام لگایا تو اللہ تعالیٰ نے بذات خود حضرت صدیقہ کی پاکیزگی اور طہارت کی شہادت دی۔

جب تک یہ کائنات رہے گی اس وقت تک محمد مصطفیٰؐ کی رفیقہ حیات حضرت عائشہ صدیقہ کی پاکیزگی قرآن کے الفاظ میں بیان ہوتی رہے گی۔

ان الذین جاء وا بالافک عصبة منکم. الخ

بے شک جنہوں نے جھوٹی تہمت لگائی ہے وہ تم میں سے ہی ایک گروہ ہے۔

جو شخص بھی اس میں ملوث ہے اس کیلئے عذاب عظیم ہے ایسا کیوں نہیں ہوا کہ جب تم نے یہ افواہ سنی تم نے اس وقت کہہ دیا ہوتا کہ یہ جھوٹ اور کھلا بہتان ہے۔

ہمارے بعض سیرت نگاروں نے اس سلسلے میں مختلف سوالات کو جنم دیا ہے، اگرچہ میری یہ

Marfat.com

کوشش رہی ہے کہ میں اس کتاب میں نزاعی امور کو نہ چھیڑوں کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ سیرت رسولؐ اس وقت ہمارے سارے سیاسی وسماجی اور معاشی مسائل کا حل ہے اور ہم محمد مصطفیٰؐ کے نقش قدم پر چل کر اس دنیا کو جنت میں تبدیل کر سکتے ہیں۔ ہمارے مورخین نے جہاں بہت اچھا کام کیا ہے۔ وہاں بعض مقامات پر وہ اپنے قلم پر قابو نہیں پا سکے۔

میں بصد ادب یہ کہنا چاہوں گا کہ ان کی تحریروں سے ہمارے انتہائی بزرگ صحابہ کرام کے رتبہ میں گستاخی کا پہلو نکلتا ہے۔ محمد عثمان قریشی صاحب نے دانائے سبل میں بڑی محنت سے کئی ابہامات کو دور کیا ہے، وہ قابل صد ستائش ہے۔

ان کا موقف ہے کہ واقعہ افک کا حضرت عائشہ سے کوئی تعلق نہ ہے اور اس بنا پر سورۃ نور بھی اس متعلق نہ ہے۔ ان کے اس موقف کے حق میں ہماری چودہ سوسالہ تاریخ یا کسی بھی مکتب فکر کی رائے موجود نہیں ہے۔

یہ الزام حضرت عائشہ پر لگا، ایک مکتب فکر جو اگرچہ اپنے آپ کو مسلمانوں میں شمار کرتا ہے ان کے عقیدہ کے مطابق امام غائب ظاہر ہونے کے بعد جو پہلا کام کریں گے وہ خدانخواستہ (حاکم بدھن) حضرت عائشہ کو زندہ کر کے ان پر حد جاری کریں گے۔

میں سلام پیش کرتا ہوں ہر اس شخص کو ہر اس صاحب علم کو ہر اس ذی شعور شخص کو جس نے اس موضوع پر قلم اٹھایا اس بات کی مذمت کی افسوس کا اظہار کیا۔ کیونکہ یہ براہ راست پیغمبر کائنات، سرور دو عالم، محمد مصطفیٰؐ کی توہین ہے۔ کچھ لوگوں کو حضرت ابوبکر صدیقؓ سے اس لئے عداوت ہے کہ وہ پہلے خلیفہ کیوں بنے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ وہ خود نہیں بنے انہیں پہلے ہی اس منصب کیلئے خود اللہ پاک نے منتخب کر لیا تھا۔ دوسری بات یہ ہے کہ ان کے انتخاب میں تمام جملہ صحابہ کرام اور اُمت محمد مصطفیٰؐ کی رضامندی شامل تھی۔ گویا ان پر اجماع تھا۔ مگر پھر بھی کچھ لوگوں کو وہ اچھے نہیں لگتے اس کا مطلب قطعاً یہ نہیں ہے کہ خدانخواستہ ان کی بیٹی پر ناپاک الزام لگا دیا جائے اور ان کی لازوال قربانیوں کو نظر انداز کر دیا جائے۔

یہ لوگ آخر یہ کیوں نہیں سوچتے کہ الزام دراصل حضرت عائشہ یا ابوبکر صدیق کی بیٹی پر نہیں لگ رہا بلکہ یہ الزام تو درحقیقت خود حضرت محمد مصطفیٰؐ (نعوذ باللہ) پر لگ رہا ہے۔

کیونکہ ہمارے معاشرے میں کسی عورت پر بعد از شادی کسی غلط الزام کا لگنا اس کے باپ سے زیادہ اس کے شوہر کی بدنامی کا موجب ہوتا ہے۔

Marfat.com

سورۃ نور کی آیت نمبر 26 ملاحظہ فرمائیں۔

الخبیثٰت للخبیثین والخبیثون للخبیثٰت، والطیبٰت للطیبین.

خبیث عورتیں خبیث مردوں کیلئے اور خبیث مرد خبیث عورتوں کیلئے۔ پاک عورتیں پاک مردوں کیلئے اور پاک مرد پاک عورتوں کیلئے۔

کوئی مجھے بتائے کہ کیا عائشہ پر الزام دراصل کس پر ہے۔ اس کی سنگینی کو دیکھ کر ہمارے مشہور مجتہد پیر سید کرم شاہ الازہریؒ کو کہنا پڑا کہ عائشہ پر ذرا سے شک سے بھی مسلمان اپنے ایمان سے محروم ہو جاتا ہے۔ (بحوالہ ضیاء النبی صفحہ 650)

حضرت عائشہؓ کی پاکدامنی اظہر من الشمس تھی، محمد مصطفےٰؐ سے زیادہ اس کی حقیقت کو کون جانتا ہے، انہوں نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا انکا یہ خطاب سارے شکوک وشبہات دور کرنے کیلئے کافی ہے۔

انہوں نے فرمایا!

یا معشر المسلمین، من یعذر فی من رجل قد بلغنی اذاۃ فی اھل بیتی فواللہ ماعلمت علی اھلی الاخیراً

اے مسلمانو! مجھے اس شخص کے معاملہ میں کون معذور تصور کرے گا جس نے میرے اہل خانہ اہل بیت یعنی حضرت عائشہؓ کے بارے میں مجھے اذیت پہنچائی۔

میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اپنے اہل خانہ کے متعلق خیر کے علاوہ اور کچھ نہیں جانتا۔

جب محمد مصطفےٰؐ بذات خود اتنی بڑی قسم اٹھا کر اتنے واشگاف الفاظ میں حضرت عائشہ کی پاکدامنی کا اظہار کر رہے ہیں۔

اس کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ کی غیرت جوش میں آتی ہے کہ اور عصمت عائشہ عزت عائشہ پاکیزگی عائشہ کو قرآن کا جزو بنا دیا جاتا ہے۔

کسی کلمہ گو مسلمان کیلئے اس سے بڑی دلیل کوئی نہیں ہو سکتی۔

مولانا مودودیؒ صاحب تفہیم القرآن جلد سوم سورۃ نور کی آیت نمبر 11 کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

''حضرت علیؓ کا سرے سے اس فتنہ میں کوئی حصہ ہی نہ تھا بات صرف اتنی تھی کہ انہوں نے جب نبی کریم کو بہت پریشان دیکھا تو حضورؐ کے مشورہ لینے پر عرض کر دیا کہ ''اللہ تعالیٰ نے اس معاملہ میں آپ پر کوئی تنگی نہیں رکھی ہے عورتیں بہت ہیں آپ چاہیں تو عائشہ کو طلاق دے کر کسی اور عورت کو اپنی بیوی بنا سکتے ہیں''

Marfat.com

میں اس پر تبصرہ خود کرنے سے پہلے اپنے معزز قارئین سے پوچھتا ہوں کہ آج کے اس چودہ صدیوں کے بعد کے دور میں بھی معاشرے کے ہر پہلو سے انتہائی انحطاط کے باوجود بھی ...... کہیں کوئی ایسا واقعہ ہو جاتا ہے تو کوئی آدمی کسی شخص کے پاس اظہار افسوس کیلئے جائے تو مشورہ طلب کرنے پر کیا وہ ایسا مشورہ دے سکتا ہے۔ جس شخص کے خاندان پر ایسا گھناؤنا الزام لگے۔ اور اسے صرف یہ کہہ دیا جائے کہ آپ کیلئے عورتوں کی کمی تو نہیں چھوڑ دیں اس کو کسی اور سے شادی کر لیں۔ آپ کیلئے بیویوں کی کوئی حد بھی تو نہیں ہے۔

اپنے ضمیر سے پوچھ کر مجھے بتائیں کہ کوئی ایسا مشورہ دے سکتا ہے اور جب مخاطب محمد مصطفٰےؐ ہوں مشورہ دینے والے علی المرتضیٰؓ کیا ایسی گفتگو ہو سکتی ہے۔

حضرت علی المرتضےٰ ایسا کہہ سکتے ہیں کہ کیا حضور پاک ایسا سن سکتے ہیں۔

کیا ایسے قصے لکھ کر دین اسلام کی کوئی خدمت کی جا سکتی ہے کہ کیا اس مشورہ سے حضور علیہ السلام کی پریشانی دور کی جا سکتی ہے۔ کہ کیا طلاق دینے سے وہ بہتان رفع دفع ہو جاتا۔ نہیں نہیں طلاق سے بہتان رفع دفع نہیں ہوتا بلکہ یہ حقیقت میں تبدیل ہو جاتا۔

محمد حسین ہیکل اور مولانا مودودی صاحب دونوں حضرات نے حضرت علیؓ کے ساتھ بڑا ظلم کیا ان کے ساتھ ایسی بات قطعاً منسوب نہیں کرنی چاہیے تھی۔

مولانا مودودیؒ صاحب اس جگہ ایک عجیب انکشاف کرتے ہیں۔ حضرت زینب کی بہن حمنہ بنت جحش نے حضرت عائشہ پر تہمت لگانے میں محض اس وجہ سے حصہ لیا۔ کہ حضرت عائشہ انکی بہن کی سوکن تھیں۔ (نعوذ باللہ) حضرت زینب بنت جحش تو حضرت عائشہ کی بڑی عزت و احترام کرتی تھیں۔

حضرت حمنہ جحش حضرت طلحہ کی زوجہ تھیں ان دونوں میاں بیوی نے جنگ جمل کے موقع پر حضرت عائشہ کی حمایت کی تھی۔ حضرت طلحہ تو حضرت عائشہ کی طرف سے لڑتے لڑتے شہید ہو گئے تھے۔

حضرت عائشہ کے خلاف مہم جوئی میں حضرت حسان بن ثابت کا نام بھی استعمال کیا گیا ہے جو کہ غلط ہے۔ حضرت حسان شاعر نبوت تھے۔ شاعری کے محاذ پر مقابلہ کیلئے حضور انہیں ہی بھیجا کرتے تھے۔ وہ کیسے محمد مصطفٰےؐ کے حرم کے خلاف مہم چلا سکتے تھے۔ ان کا یہ قول کیا ان کی برات کیلئے کافی نہیں ہے۔

"کہا جاتا ہے کہ میں نے ان کی شان میں کوئی گستاخانہ لفظ کہا ہے
اگر یہ سچ ہے تو خدا کرے میرا ہاتھ شل ہو جائے"

(بحوالہ۔ رحمت اللعلمین مصنفہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری جلد دوئم صفحہ 61)

Marfat.com

ان تمام معروضات سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت عائشہ کے خلاف تہمت خود ساختہ اور مجوسیوں کی سازش کا نتیجہ تھی۔

میں نے صرف اپنے اطمینان کی خاطر اس کی تفصیل درج کی ہے ورنہ خدا کے واضح احکامات اور محمد مصطفیٰؐ کے خطبہ کے بعد کسی اور دلیل کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔

جنگ خندق   غزوہ احزاب

یہ جنگ محمد مصطفیٰؐ کی زیر قیادت لڑی جانے والی ایک تاریخی دفاعی جنگ تھی، جو کسی نقصان جان و مال کے نہیں بلکہ درحقیقت، اعصاب کی فیصلہ کن جنگ تھی جس سے کفار کے حوصلے ٹوٹ کے رہ گئے۔ اور یہ حقیقت تسلیم کر لی گئی کہ عرب جملہ مسلمان مخالف قوتیں ایک متحدہ محاذ بنا کر بھی محمد مصطفیٰؐ کی ایک چھوٹی سی city state مدینہ کو ختم کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتیں۔

غزوہ احد میں وقتی کامیابی کے زعم میں قریش مکہ کے سردار ابوسفیان نے آئندہ سال پھر جنگ کا چیلنج دیا تھا۔ ۴ھ میں خشک سالی کی وجہ سے وہ اپنے ناپاک ارادے کی تکمیل میں کامیاب نہ ہو سکا۔

چنانچہ ۵ھ میں قریش مکہ نے بنونضیر، بنوغطفان، بنواسد، بنوسلیم، یہود، خیبر، کنانہ، تہامہ، فزارہ، مرہ اور اشجع قبائل کے ساتھ مل کر مدینہ پر حملہ کرنے کا پروگرام بنایا۔ چنانچہ وقت مقررہ پر یہ سارے لوگ مدینہ کے پاس جمع ہو گئے۔ یہ اتنا بڑا لشکر تھا کہ جو مسلمانوں کی کل آبادی سے بھی کہیں زیادہ تھا۔

چنانچہ محمد مصطفیٰؐ کو جب ان کی اس مذموم حرکت کا علم ہوا تو انہوں نے اپنی ہائی کمان کی مجلس شوریٰ کا اجلاس طلب کیا۔ اور دفاعی منصوبے پر صلاح مشورہ کیا۔

محمد مصطفیٰؐ اپنے صحابہ کرام کے ہمراہ مدینہ کے دفاع کیلئے ایک ناقابل تسخیر اور ناقابل عبور 15 فٹ گہری خندق کھودنے کا منصوبہ بناتے ہیں اور اس مقصد کیلئے سب سے پہلے اپنے آپ کو پیش کر کے سرکار دو عالم نے عدیم المثال کردار ادا کیا۔ آپ خود مٹی کھودتے اور اسے ہٹاتے یہاں تک کہ آپ مٹی میں لت پت ہو گئے، کوئی وسائل نہ تھے، بھوکے پیاسے محمد عربی کے جانثار اسلام کی بقاء کی آخری جنگ لڑ رہے تھے۔

Marfat.com

نبوت کی نشانیاں جلوہ گر ہوتی ہیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ کیلئے ان کی بیوی بکری کا ایک بچہ اور اڑھائی سیر جو لائیں۔ اور پکا کر محمد مصطفیٰؐ کے سامنے پیش کیا گیا۔ پانچ افراد کیلئے کھانا اور اہل خندق کی تعداد ایک ہزار تھی۔ ان تمام ہزار افراد نے سیر ہو کر یہ کھانا کھایا پھر بھی۔ یہ اپنی اصل حالت میں برقرار رہا۔

ایک دن نعمان بن بشیر کی بہن تقریباً ایک پاؤ کھجور لے کر آئیں۔ آپ نے اس پر کپڑا ڈال دیا۔ ایک ہزار لوگوں نے یہ کھجوریں شکم سیر ہو کر کھائیں۔ مگر کھجوریں ختم نہیں ہوئیں بلکہ کپڑے کے کناروں سے باہر گر رہی تھیں۔

خندق کھودتے وقت ایک دن بہت بڑی چٹان آڑے آ گئی، اس وقت آپؐ دو روز سے بھوکے تھے۔ آپ ایسی حالت میں کدال لے کر خود اترے، تو کدال کی ایک ہی وار سے وہ چٹان ریزہ ریزہ ہو گئی اس موقع پر آپ کو فتح شام، فتح فارس، فتح یمن کی خوشخبریاں دی گئیں۔

جنگ بدر کی طرح اس جنگ میں بھی بھرپور نصرت الٰہی کا نزول ہوا۔ اتنے زور سے آندھی چلی، جس سے دشمنان کے خیمے اکھڑ گئے اور ان میں بد دلی پھیل گئی۔

ایک مہینہ مسلسل ان اعصاب شکن مراحل میں محمد مصطفیٰؐ نے انتہائی ثابت قدمی، بے مثل بہادری اور انتہائی قائدانہ صلاحیتوں سے مسلمانوں کی قیادت کی مشوروں کو مانا، پیٹ پر پتھر باندھ کر خندق کھودنے کے عمل میں خود شریک ہوئے۔ آج جب ہم اس دنیا میں کروڑوں مسلمانوں کو دیکھتے ہیں تو یہ محمد مصطفیٰؐ کی اس محنت، جدوجہد اور اولالعزمی کا نتیجہ ہی نظر آتا ہے۔

یہ جنگ چونکہ محمد مصطفیٰؐ کے جملہ دشمنوں کی طرف سے مسلط کی گئی تھی۔ لہذا اس کا نام ہی احزاب یعنی دشمنان اسلام کی جنگ مشہور ہو گیا۔ اور اس مناسبت سے سورۃ ''احزاب'' کا نزول ہوا۔

نتائج۔ دشمنان اسلام کا حوصلہ ہمیشہ کیلئے ٹوٹ گیا۔ اور ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ان کے جارحانہ حملوں کا خطرہ ختم ہو گیا۔

کفار مکہ کے جاہ وجلال کا طلسم پاش پاش ہو گیا اور لوگ تیزی سے دائرہ اسلام میں داخل ہونے لگے۔

اس غزوہ کے بعد یہودی قبائل کو وعدہ شکنی کی پاداش میں کچل دیا گیا۔ اور مدینہ کی پاک فضا کو ان کی سازشوں سے پاک کر دیا گیا۔

اس جنگ میں مسلمانوں نے انتہائی نظم وضبط، اجتماعی جذبہ اور اطاعت رسول کا بے مثال

Marfat.com

مظاہرہ کر کے باطل کو ہمیشہ کیلئے سرنگوں کر دیا۔

محمد مصطفیٰؐ نے اس جنگ کے ذریعے مسلمانوں کو ''باہمی مشاورت''''قدعۃ الحرب''عسکری حکمت عملی اور ''اطاعت امیر'' جیسے لازوال اصول فراہم کیئے۔

محمد مصطفیٰؐ کی پیشنگوئی۔عمر فاروقؓ کے ہاتھوں پایہ تکمیل کو پہنچتی ہے۔

جنگ خندق میں جب محمد مصطفیٰؐ ایک گہری لمبی اور چوڑی اپنے دفاع کیلئے خندق کھود رہے تھے۔ایک مرحلے پر ایک بہت بڑی چٹان راستے میں حائل ہوگئی۔عمرو بن سلمان، حذیفہ، نعمان اور دوسرے صحابہ کرام اس چٹان کو توڑنے کیلئے سارا زور لگا رہے تھے۔حتیٰ کہ ان کے بازو شل ہوگئے، جسم ٹوٹ گئے گیتیاں کند ہوگئیں۔مگر چٹان ضد پکڑ گئی، کہ مجھے تم لوگوں سے نہیں ٹوٹنا۔مجھے تو محمد مصطفیٰؐ کے پاک ہاتھوں سے ٹوٹنے کا شرف بخشو۔

چنانچہ ان صحابہ کرامؓ نے حضور علیہ لسلام کی خدمت میں دست بدستہ عرض کی۔''اے ہمارے آقا ہم تو عاجز آگئے ہیں آپ ہی کچھ کریں''

ایسے میں محمد مصطفیٰؐ آگے بڑھتے ہیں سلمانؓ کے ہاتھ سے گینتی پکڑ کے اللہ کی عظمت کا نعرہ بلند کرتے ہیں اور ضرب لگا دیتے ہیں محمد مصطفیٰؐ کی ضرب چٹان پر پڑتے ہی چٹان سے اتنی روشنی پیدا ہو جاتی ہے جیسے کسی نے گھپ اندھیرے میں ہر سو نور بکھیر دیا ہو۔اس روشنی میں ایک خوشخبری لکھی ہوتی ہے۔جسے محمد مصطفیٰؐ پڑھ کے کہتے ہیں کہ مجھے ملک شام کی کنجیاں دے دی گئی ہیں، دوسری ضرب سے یہی روشنی پیغام دیتی ہے کہ آپ کو ایران کی فتح مبارک ہو۔اور تیسرے وار سے روشنی ابھرتی ہے اور محمد مصطفیٰؐ پکار اٹھتے ہیں کہ مجھے قیصر و کسریٰ کے ملکوں کو فتح کرنے کی خوشخبری دی گئی ہے۔

اور پھر کچھ ہی عرصہ کے بعد محمدؐ کا ایک غلام عمر فاروقؓ محمد مصطفیٰؐ کا جھنڈا بلند کر کے میدان میں اترتا ہے اور محمد مصطفیٰؐ کا جھنڈا 38 لاکھ مربع میل کے علاقے میں بلند کر دیتا ہے۔یہ ساری فتوحات عمر فاروقؓ کے ہاتھوں پایہ تکمیل کو پہنچتی ہیں یہ ثبوت ہے کہ عمر فاروقؓ کی خلافت کے برحق ہونے کا اللہ تعالیٰ نے جن ملکوں کی فتح کا وعدہ اس چٹان سے پیدا ہونے والی روشنی میں مضمر ایک تحریر سے کیا۔خدا کا اپنے حبیب محمد مصطفیٰؐ سے کیا وعدہ عمر فاروقؓ کے ہاتھوں پورا ہوتا ہے۔

Marfat.com

غزوہ بنو قریظہ ذیقعدہ ۵ھ

جنگ خندق کی کامیابی کے بعد محمد مصطفیٰ اُم سلمہ کے حجرے میں غسل فرما رہے تھے کہ وحی آئی کہ ابھی ہتھیار رکھنے کا وقت نہیں آیا۔ اٹھیئے۔ تعاقب کیلئے بنو قریظہ کا رخ کیجیئے۔ اس موقع پر حضرت جبرائیل نے کہا کہ میں آگے جا رہا ہوں اور ان کے قلعوں پر زلزلہ برپا کر دوں گا۔

چنانچہ آپ حکم وحی کے مطابق صحابہ کرام کو لے کر بنو قریظہ روانہ ہو گئے اور وہاں بنو قریظہ کے قلعوں کا محاصرہ فرما لیا۔ بعد ازاں بنو قریظہ نے مجبور ہو کر ہتھیار ڈال دیئے اور اپنے آپ کو محمد مصطفیٰ کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا۔

سلام بن ابی الحقیق کا قتل۔ یہ شخص حضور علیہ السلام کے خلاف ہمہ وقت سازشیں کرتا رہتا تھا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عتیک اور ان کے پانچ ساتھیوں نے سلام بن حقیق کے قتل کی اجازت چاہی، جو آپ نے اس شرط پر دے دی کہ عورتوں اور بچوں کو کچھ نہ کہا جائے۔

حضرت عبداللہ بن عتیک اس مہم پر روانہ ہو گئے اور اسے واصل جہنم کیا۔ اس مہم میں حضرت عبداللہ بن عتیک کی ٹانگ ٹوٹ گئی تھی حضور علیہ السلام نے اپنا پاؤں ان کے پاؤں پر رکھا تو وہ معجزانہ طور پر بالکل ٹھیک ہو گئے۔

Marfat.com

۶ھ ایک نظر میں

۱) سریہ محمد بن سلمہ۔۱۰ محرم ۶ھ
۲) غزوہ بنولحیان۔ربیع الثانی ۶ھ
۳) سریہ غمر۔ربیع الثانی ۶ھ زیر قیادت عکاشہ بن محصنؓ
۴) سریہ ذوالقصہ (پہلی)۔ربیع الثانی ۶ھ زیر قیادت محمد بن مسلمہ
۵) سریہ ذوالقصہ (دوسری)۔ربیع الثانی ۶ھ زیر قیادت حضرت عبیدہ
۶) سریہ جموم۔ربیع الثانی ۶ھ زیر قیادت حضرت زید بن حارثہ
۷) سریہ عیص۔جمادی الاول ۶ھ۔زیر قیادت حضرت زید بن حارثہ
۸) سریہ طرق۔جمادی الثانی ۶ھ زیر قیادت زید بن حارثہ
۹) سریہ وادی القریٰ۔رجب ۶ھ زیر قیادت حضرت زید بن حارثہ
۱۰) سریہ دیار بنی کلب۔شعبان ۶ھ۔زیر قیادت عبدالرحمٰن بن عوف
۱۱) سریہ بنی سعد۔شعبان ۶ھ۔زیر قیادت حضرت علیؓ
۱۲) سریہ وادی القریٰ ۶ رمضان۔زیر قیادت حضرت ابوبکر صدیقؓ
۱۳) سریہ عرینہ شوال ۶ھ۔زیر قیادت کرز بن جابر فہری
۱۴) سریہ حبط۔زیر قیادت ابوعبیدہ
۱۵) صلح حدیبیہ۔ذیقعدہ ۶ھ
۱۶) عثمانؓ کیلئے محمد مصطفےٰ کی محبت لازوال عہد میں بدل گئی۔
۱۷) شاہان عالم کے نام۔محمدؐ کا پیغام۔اواخر ۶ھ
۱۸) غزوہ غابہ

Marfat.com

محمد مصطفیٰؐ ہجرت کے چھٹے سال میں

سریہ محمد بن مسلمہؓ۔ محمد بن مسلمہؓ کی زیر قیادت تیس افراد پر مشتمل دستہ کو ۱۰ محرم ٦ ھ بکرات (نجد) کے علاقہ قرطاء نامی مقام پر بھیجا گیا۔ مسلمانوں نے چھاپہ مارا کفار بھاگ گئے اور بہت سا سامان غنیمت لے کر واپس آ گئے۔ اس سریے کی دلچسپ بات یہ تھی کہ یہ لوگ ثمامہ بن اثال کو گرفتار کر کے لے آئے اور اسے مسجد نبوی کے ایک ستون سے باندھ دیا۔

یہ ثمامہ بن اثال وہی شخص تھا جسے مسلمہ کذاب نے حضور علیہ السلام کو قتل کرنے کی غرض سے بھیجا تھا۔ محمد مصطفیٰؐ جب مسجد نبوی میں تشریف لائے۔ اور انہیں حقیقت حال کے متعلق بتایا گیا تو آپ نے اس سے پوچھا کہ تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے ثمامہ نے اپنے ارادے کا اعتراف کر لیا اور کہا کہ اگر آپ نے قتل کیا تو خون والے کو قتل کریں گے اور اگر احسان کیا تو ایک قدردان پر احسان ہوگا۔ آپ نے اسے اسی حال میں چھوڑ دیا۔

پھر دو ماہ بعد آپؐ نے اس سے پوچھا تو بھی اس کا یہی جواب تھا۔ اس کے بعد حضور علیہ السلام تیسری بار یہاں سے گزرے اور اس سے وہی سوال کیا۔ اور ثمامہ نے پہلے والا جواب ہی دیا۔ حضور علیہ السلام نے اسے آزاد کرنے کا حکم دے دیا۔

حضور علیہ السلام کے اخلاق کا اثر اس قدر ہوا کہ ثمامہ نے اسی وقت غسل کر کے اسلام قبول کر لیا۔ اور کہا کہ خدا کی قسم اس سے قبل میں آپ کا شدید ترین دشمن تھا اور آج سے آپ کا شدید ترین گرویدہ بن گیا ہوں۔ ثمامہ نے عمرہ ادا کیا اور واپسی پر قریش پر گیہوں بند کر دیا مگر حضورؐ کی مداخلت پر اس نے اپنا ارادہ بدل دیا۔

غزوہ بنولحیان۔ ربیع الثانی ٦ ھ

بنولحیان نے مقام رجیع پر دس صحابہ کرام کو دھوکے سے شہید کر دیا تھا۔ حضور علیہ السلام کو اس المیہ پر شروع سے ہی بڑا غم تھا، اب ربیع الثانی ٦ ھ میں موقع ملنے پر آپ دو سو صحابہ کرام کے ساتھ بطن غزان نامی بستی میں پہنچے۔ اسی مقام پر صحابہ کرام کو شہید کیا گیا تھا۔ بنولحیان کو آپ کی آمد کی خبر ہو گئی اور وہ بھاگ گئے۔

یہاں آپؐ نے دو روز قیام فرمایا بعد ازاں آپؐ عسفان تشریف لے گئے تا کہ آپؐ کی آمد کا قریش کو بھی پتہ چلے۔ مگر ان سے سامنا نہ ہوا پھر آپ مدینہ واپس تشریف لے گئے۔

Marfat.com

سریہ غمر

اسی ماہ آپ نے حضرت عکاشہ کو چالیس صحابہ کرام کے ساتھ "غمر" بھیجا مگر کفار ان سے مقابلہ کی ہمت نہ کر سکے عکاشہ دوسو اونٹ بطور مال غنیمت لے کر واپس آ گئے۔

سریہ ذو القصہ

انہی ایام میں آپؐ نے محمد بن مسلمہ کی قیادت میں دس صحابہ کرامؓ پر مشتمل ایک دستہ ذوالقصہ روانہ کیا جہاں دشمن نے سازش کر کے اس سارے دستے کو شہید کر دیا محمد بن مسلمہ اپنی جان بچانے میں کامیاب ہوئے۔

محمد مصطفیٰؐ کو جب اس واقعہ کا علم ہوا تو انہوں نے ابوعبیدہ کو چالیس افراد کے ہمراہ بھیجا تا کہ کفار کو سبق سکھایا جائے۔ مگر کفار بھاگ گئے اور ابوعبیدہ بہت سا مال مویشی لیکر واپس آئے۔

بعد ازاں حضور علیہ السلام نے جمادی الاول ۶ ھ زید بن حارثہؓ کی قیادت میں 70 افراد کا ایک دستہ بھیجا۔ کفار بھاگ گئے ابوالعاص مدینہ آ گئے جہاں حضرت زینبؓ کی پناہ حاصل کر لی، ابوالعاص کو سارا مال واپس کر دیا گیا۔ بعد ازاں ابوالعاص نے حضور کے ہاتھوں اسلام قبول کر لیا۔ اور حضور نے پہلے ہی نکاح کی بنیاد پر اپنی بیٹی حضرت زینبؓ کو ان کے حوالے کر دیا۔

سریہ طرق جمادی الآخر۔ ۶ ھ

آپؐ نے حضرت زید کی قیادت میں 15 صحابہ پر مشتمل ایک دستہ طرق یا طرف نامی مقام کی طرف بھیجا۔ ان کی آمد کا سن کر بدو بھاگ گئے۔ حضرت زید چار اونٹ بطور مال غنیمت لے کر واپس آ گئے۔

سریہ وادی القری

رجب ۶ ھ میں بارہ اصحاب پر مشتمل دستہ کو وادی القری کی جانب بھیجا گیا۔ یہاں وادی القری کے باشندوں نے ان پر حملہ کر دیا اور نو صحابہ کو شہید کر دیا۔

Marfat.com

معاہدہ حدیبیہ ذیقعد ۶ھ

محمد مصطفیٰؐ اور ان کے ساتھی پانچ سال قبل انتہائی کسمپرسی اور مجبوری کی حالت میں مکہ سے مدینہ ہجرت کرنے پر محض اس لئے مجبور ہوئے تھے کہ مکہ میں قریش نے انکا جینا دوبھر کر دیا تھا۔ ان کی زندگی کو عذاب بنا دیا تھا، لیکن محمد مصطفیٰؐ نے مدینہ جانے سے پہلے اپنا home work اپنی تیاری، اپنا اطمینان مکمل کر لیا تھا۔ انہوں نے مدینہ میں اپنی ٹیم منظم کر لی تھی۔ اور یہی وجہ تھی کہ جب آپ مدینہ تشریف لے گئے وہاں کسی قسم کی مزاحمت کی بجائے ان کا بھرپور استقبال کیا گیا اور پھر آہستہ آہستہ آپ نے مدینہ میں تمام سازشوں، تمام مخالفتوں اور تمام دشمنوں کو شکست فاش دے دی۔ قریش مکہ اور جملہ کفار کے متحدہ محاذ کو پے در پے اپنی خوبصورت، دیرپاء اور جامع حکمت عملیوں سے ایسی شکستیں دیں، جس سے قریش خائف ہو گئے۔

اب پانچ سال سے زائد عرصہ بھی گزر گیا تھا، آپ کے ساتھیوں کو اپنا گھر بار اور اپنے رشتہ دار بھی یاد آ رہے تھے۔ خانہ کعبہ کی زیارت اور طواف ان کی مذہبی مجبوری بھی تھی۔ اور ایسے میں آپ کو خواب میں اللہ کی طرف سے واضح اشارہ ہوا۔

آپ نے خواب دیکھا کہ آپ اپنے جانباز مجاہد صحابہ کرام کے ہمراہ خانہ کعبہ کا طواف کر رہے ہیں۔ چنانچہ آپؐ نے اس خواب کو اشارہ خداوندی سمجھ کر عمرہ اور چھوٹا حج کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں۔

محمد مصطفیٰؐ چودہ سو صحابہ کرام کے ہمراہ احرام باندھ کر مکہ کی جانب اس مقدس سفر کیلئے روانہ ہوتے ہیں۔ حکم دیا گیا کہ کوئی اسلحہ ساتھ نہ لیا جائے صرف تلوار اور وہ بھی نیام میں، احتیاطاً رکھ لی جائے کیونکہ وہ لڑائی کیلئے نہیں بلکہ طواف کعبہ کیلئے جا رہے ہیں، اس نسبت قریش مکہ کو اپنے اس ارادے سے مطلع کر دیا گیا۔

قریش مکہ کے دلوں کے اندر بغض اور دشمنی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی انہوں نے آپؐ کے اس مقصد کیلئے بھی آنے کو گوارہ نہیں کیا اور فیصلہ کیا کہ محمد مصطفیٰؐ کو کسی بھی حال میں مکہ کے اندر داخلے کی اجازت نہیں ہوگی۔ اور انہوں نے اردگرد حلیف قبائل کو ہمنوا بنا لیا۔

مسلمان ذوالحلیفہ سے ہوتے ہوتے، حدیبیہ تک جا پہنچے۔ یہاں انہیں پتہ چلا کہ قریش جنگ کیلئے تیار ہیں۔

Marfat.com

صلح کی بات چیت

محمد مصطفیٰؐ نے قاصدوں کے ذریعہ اہل قریش کو پیغام بھجوایا کہ وہ صرف عمرہ کی نیت سے آ رہے ہیں، لہذا میرے اس کام میں رکاوٹ نہ بنیں۔ ورنہ وہ بصورت دیگر اپنی جانیں قربان کرنے سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔ ایک ایلچی فراش بن امیہ کا اونٹ مار ڈالا گیا۔

اور پھر محمد مصطفیٰؐ نے عرب کی نامور شخصیت، اپنے بااعتماد ساتھی اور اپنے داماد عثمان غنیؓ کو اپنا سفیر بنا کر قریش کے پاس بھیجا۔ محمد مصطفیٰؐ کے سفیر عثمان غنیؓ کو پہنچتے ہی قریش نے گرفتار کر لیا۔

بیعت رضوان

اسی اثناء میں یہ افواہ پھیل گئی کہ حضرت عثمان کو قتل کر دیا گیا ہے۔ محمد مصطفیٰؐ نے اس موقع پر تاریخی فیصلہ کیا، کسی طور بھی دبنے کی بجائے انہوں نے اعلان کر دیا کہ ہم کسی بھی حال میں پیچھے نہیں ہٹیں گے، مر جائیں گے مگر میدان جنگ نہیں چھوڑیں گے، عثمان کو ان کے حال پر کسی بھی قیمت نہیں چھوڑیں گے اور اس کا انتقام لیں گے۔

اس قول پر آپؐ نے صحابہ کرام سے بیعت لی، آپ اپنا ہاتھ بڑھا کر فرماتے کہ یہ عثمان کا ہاتھ ہے آپ نے درخت کے نیچے بیعت لی، حضرت عمر فاروق ان کا ہاتھ مبارک تھامے ہوئے تھے۔

اس نسبت سے اللہ نے یہ آیت نازل کی۔

لقد رضی اللہ عن المومنین ......الخ...... اللہ مومنین سے راضی ہوا جبکہ وہ آپ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔

صلح کا معاہدہ

قریش محمد مصطفیٰؐ کو اس پر عزم انداز میں دیکھ کر گھبرا گئے چنانچہ اب کی بار قریش نے سہیل بن عمرو کو سفیر بنا کر صلح کی شرائط کرنے کیلئے بھیجا۔ کیونکہ محمد مصطفیٰؐ لڑائی کیلئے آئے ہی نہیں تھے ان کا واحد مقصد تو طواف خانہ کعبہ تھا۔ لہذا معاہدہ باہمی رضامندی سے طے پا گیا۔

شرائط

۱) مسلمان اس سال بغیر طواف کے واپس چلے جائیں۔

۲) اگلے سال آئیں مگر صرف تین دن کیلئے۔

Marfat.com

۳) تلوار نیام میں لگا کر آئیں اور اس کے علاوہ کوئی ہتھیار نہ ہو۔

۴) مکہ میں مقیم کسی مسلمان کو ساتھ نہ لے جائیں اور مسلمانوں میں سے کوئی مکہ رہنا چاہے تو اسے نہ روکیں۔

۵) مکہ کا کوئی آدمی، مدینہ چلا جائے تو اسے واپس کر دیں۔

۶) دیگر قبائل عرب کسی کے ساتھ دوستی کا معاہدہ کرنے میں آزاد ہوں گے یہ شرائط مسلمانوں کیلئے بظاہر بڑی رسواکن تھی۔

اور ایسے میں ابوجندل بن سہیل قریش کے کیمپ سے نکل کر مسلمانوں کے ہاں آ گیا سہیل قریش کا سفیر تھا، اس نے مطالبہ کیا کہ ابوجندل کو معاہدہ کی شرائط کے مطابق اس کے حوالہ کیا جائے، جبکہ ابوجندل رو رہے تھے کہ مجھے ان کے حوالہ نہ کیا جائے۔

سارے مسلمان بہت غمگین ہو گئے۔ سب کی رائے یہی تھی کہ اسے ان کے حوالہ نہ کیا جائے۔ مگر محمد مصطفیٰؐ نے معاہدہ کی پاسداری کرتے ہوئے ابوجندل کو ان کے حوالے کر دیا، اور اسے تسلی دی کہ اللہ تمہاری مدد کرے گا۔ پورے صحابہ کرام میں بے چینی پھیل گئی، حضرت عمرؓ نے باقاعدہ احتجاج بھی کیا اور کہا کہ جب ہم حق پر ہیں تو ہمیں کمزور شرائط پر ایسا معاہدہ نہیں کرنا چاہیے۔

نتائج واہمیت۔

اگرچہ ظاہری طور پر معاہدہ حدیبیہ مسلمانوں کی شکست سے تعبیر ہو رہا تھا۔ مگر محمد مصطفیٰؐ مطمئن تھے۔ انہوں نے اس وقت واضح کر دیا کہ "قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمدؐ کی جان ہے۔ یہ یقیناً فتح ہے" اور بعد میں خدا بزرگ و برتر کی ذات نے قرآن کی یہ آیت نازل فرما کر حقیقت حال واضح کر دی "اے نبی ہم نے تمہیں واضح فتح عطا کر دی"

صلح نامہ حدیبیہ دراصل اسلام کی عظمت کا آئینہ دار تھا اور یہ محمد مصطفیٰؐ کی واضح فتح مبین تھا۔ اس سے درج ذیل نتائج اخذ کئے جا سکتے ہیں۔

۱) محمد مصطفیٰؐ نے معاہدہ کی شرائط کی پاسداری کی باوجود اس کے ان کے پاس مکمل طاقت تھی۔

۲) اس معاہدہ کے مطابق قریش نے مسلمانوں کو باضابطہ طور پر عمرہ و طواف خانہ کعبہ کا حق دے دیا۔ جس سے واضح ہو گیا کہ قریش مسلمانوں کو ملت ابراہیمی کا جزو تسلیم کرتے ہیں اور ان کا یہ پروپیگنڈا ختم ہو کے رہ گیا کہ مسلمان بے دین ہیں۔

Marfat.com

۳) اب لوگوں نے کھلے دل سے اسلام کو سمجھنا شروع کر دیا اور یہی وجہ تھی کہ مسلمانوں کی تعداد اگلے دو سالوں میں کہیں زیادہ یعنی دس ہزار سے بھی تجاوز کر گئی۔

۴) قریش نے معاہدہ کر کے دراصل یہ بات ثابت کر دی کہ وہ مسلمانوں کو بطور طاقت قبول کرتے ہیں اس طرح مدینہ کی اسلامی ریاست باقاعدہ تسلیم کر لی گئی۔

۵) مسلمان وقتی طور پر قریش کے خطرہ سے آزاد ہو گئے اور انہیں اپنی پوری توانائی یہودیوں کے محاذ پر لگانے کا موقع مل گیا یہی وجہ تھی کہ آپ نے خیبر فتح کر کے یہودی اڈہ ملیا میٹ کر دیا۔

۶) معاہدہ کے مطابق مکہ کے مسلمان مدینہ نہیں جا سکتے تھے، چنانچہ یہ مکہ سے فرار ہو کر بحیرہ احمر کے قریب شام کی تجارتی شاہراہ ''عیص،، پر مقیم ہو گئے تھے۔ یہ لوگ قریش کے تجارتی قافلوں کیلئے دردسر بن گئے چنانچہ قریش نے خود ہی پیشکش کی آپ انہیں مدینہ بلالیں تا کہ ہماری تجارتی شاہراہ آزاد ہو سکے۔ معاہدہ میں قریش ہی کے مطالبہ پر ترمیم ہوگئی۔

۷) صلح حدیبیہ سے محمد مصطفیٰؐ کی دنیا میں سیاسی پوزیشن بہت زیادہ مستحکم ہوگئی۔ اور آپ نے شیوخ عرب روم وعجم کے حکمرانوں کو اسلام کی دعوت دی۔ جس پر خصوصاً بحرین کے حاکم، عمان کے سردار اور شاہ حبشہ نجاشی نے اسلام قبول کر لیا۔

۸) صلح نامہ حدیبیہ کی بنیاد پر فتح مکہ ہوئی، کیونکہ قریش نے معاہدہ توڑ ڈالا تھا اور مسلمانوں کو اس بنا پر ان پر حملہ کرنے کا موقع مل گیا جس سے پورے عرب میں اسلام کا بول بالا ہو گیا۔

محمد مصطفیٰؐ کی کامیاب حکمت عملی اور مدبرانہ انداز سیاست سے اسلام اپنی تکمیل کے مراحل میں داخل ہو رہا تھا۔

اس معاہدہ میں پیش ہونے والا واقعہ، جس کی بناء پر بیعت رضوان کی گئی اس سے حضرت عثمان غنیؓ کی شخصیت عظمت اور سیادت پر مہر نبوت ثبت ہوگئی۔ محمد مصطفیٰؐ نے ان کے نکاح میں یکے بعد دیگرے اپنی دو حقیقی بیٹیاں لائیں اور اس موقع پر محمد مصطفیٰؐ نے اپنے ہاتھ کو عثمان کا ہاتھ قرار دے کر انہیں عظمت کی بلندیوں تک پہنچا دیا۔

دعوت تبلیغ

صلح نامہ حدیبیہ کی فتح مبین کے بعد محمد مصطفیٰؐ ایک نئی حکمت عملی کی طرف گامزن ہوتے ہیں، دشمنوں نے بین الاقوامی قانون کے تحت انہیں باقاعدہ تسلیم کر لیا تھا اور ان کی اسلامی ریاست دنیا میں واضح طور پر دکھائی دی جانے لگی۔

Marfat.com

ایسے محسوس ہوتا ہے کہ محمد مصطفیٰؐ ایک ٹھوس اور جامع منصوبہ بندی کے تحت اسلام کو پوری دنیا میں متعارف کروانے جا رہے ہیں۔ ایک معیّنہ نظام الاوقات ان کے سامنے تھا۔ یہ سارا کام انہوں نے اگلے تین چار سالوں میں نمٹانا تھا۔ انہوں نے اپنے ذاتی کردار، اخلاق، ثابت قدمی اور اولعزمی سے اپنی منزل کو حاصل کیا، وہ اس معاشرے میں پیدا ہوئے پلے بڑھے، لوگوں نے دیکھا، کہ وہ ابتداء ہی سے سب سے منفرد، سب سے جدا اور سب پہ حاوی نظر آ رہے تھے۔ معاشرے نے خود دیکھا کہ وہ جھوٹ نہیں بولتے، خیانت نہیں کرتے، نبوت سے پہلے ہی لوگوں نے انہیں امین صدیق بااخلاق باکردار، منصف اور محترم کی حیثیت سے تسلیم کرلیا تھا۔ لوگوں نے ان سے کبھی جھوٹ، کوئی فحش بات، کوئی تلخ کلامی اور بدعہدی نہیں سنی۔ ناشائستہ لوگوں کے سامنے شائستہ، ظالموں کے درمیان انصاف پسند، سنگدلوں کے درمیان نرم دل، وحشیوں کے درمیان صلح پسند، مشرکوں کے درمیان توحید پرست اور گھٹاٹوپ اندھیرے میں روشنی کی کرن کی حیثیت سے سامنے آتے ہیں۔ ہر کوئی ان کا گرویدہ ہر کوئی ان کا چاہنے والا، ہر کوئی ان سے محبت کرنے والا اور ہر کوئی ان کو اپنا بنانے والا ہوتا ہے۔

اور پھر چالیس سال تک ایسی پاک صاف، بے داغ اور شفاف زندگی بسر کرنے کے بعد ان کی زندگی میں ایک انقلاب پیدا ہو جاتا ہے وہ خود تو ان تمام برائیوں سے پاک تو تھے ہی، ان کے اندر خواہش پیدا ہوتی ہے کہ پورے معاشرے سے اس گھٹاٹوپ اندھیرے کو ہٹا کر اسے روشنی سے مزین کیا جائے۔ وہ جہالت بدکرداری شرک اور بت پرستی کے اس وحشت ناک تصور سے پوری دنیا کو پاک کرنا چاہتے تھے۔

مگر یہ سب کیسے ہو، وہ سوچتے ہیں کبھی بستر پر کبھی گھاٹیوں پہ، کبھی دروں پہ، مگر کوئی راہ نظر نہیں آ رہی ہوتی ہے۔ جس سے وہ اس بگڑی ہوئی دنیا کو سنوار دیں۔ وہ ایسی روشنی کی تلاش میں چلتے چلتے آبادی سے دور ایک غار میں بیٹھنا شروع کر دیتے ہیں اور ادھر خدا نے تو شروع دن سے ہی انہیں اس منصب کیلئے چنا تھا کائنات بنائی اسی لئے تھی کہ ایک خاص وقت پر محمد مصطفیٰؐ کا ظہور ہوگا اور پھر تا قیامت یہ روشنی باقی رہے گی، اب وہ وقت آن پہنچا تھا جس مقصد کیلئے اس پوری نقش ہستی کو ابھارا گیا تھا۔

کتاب فطرت کے سرورق پر جو نام احمد رقم نہ ہوتا
تو نقش ہستی ابھر نہ سکتا وجودِ لوح وقلم نہ ہوتا
ترے غلاموں میں بھی نمایاں، جو ترا عکس کرم نہ ہوتا
تو بارگاہ ازل میں ترا خطاب خیر الامم نہ ہوتا

Marfat.com

وہ اسی سوچ میں تھے کہ خدا کی طرف سے پیغام آ گیا۔ اقراء باسم ربک الذی خلق۔
اور پھر کچھ دنوں کے بعد حکم آ تا ہے یاایھا المدثر . قم فانذر.

پھر محمد مصطفیٰؐ۔ نعرہ تکبیر بلند کرتے ہیں تو وہی قوم یکا یک ان کی دشمن بن جاتی ہے، گالیاں دیتی ہے، اور پورے 13 سال تک ان پر ہر طرح کا ظلم کرتی ہے یہاں تک کہ انہیں اپنے وطن سے نکلنے پر مجبور کر دیا جاتا ہے اور پھر اس پر بھی اکتفا نہیں کیا جاتا بلکہ وہ جہاں جہاں جاتے ہیں ان کا پیچھا کیا جاتا ہے مگر وہ بڑے تحمل سے، بڑے تدبر سے آہستہ آہستہ خاموشی سے اسلام کی تبلیغ کو پھیلا رہے ہوتے ہیں اور کرتے کرتے وہ مدینہ میں پہلی اسلامی ریاست قائم کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں۔

محمد مصطفیٰؐ کی حکمت عملی سے وہی قریش جو اس وقت ایک ''سپر پاور'' تھے کو بدر کے مقام پر عبرت انگیز شکست سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔

جنگ احد میں...... اگر تیر اندازوں کا دستہ ان کے حکم کے مطابق اپنی جگہ پر کھڑے رہتا۔ تو جنگ احد میں بھی قریش کی شکست ان کا مقدر ہوتی۔

مگر قدرت یہ سب کچھ ارتقائی انداز سے کر رہی ہوتی ہے۔ لوگوں کو سکھانا مقصود تھا کہ محمدؐ کا حکم مانیں۔ جیسے انہوں نے دیا ہے غلطی کرو گے خمیازہ بھگتو گے۔

صلح حدیبیہ کے بعد...... محمد مصطفیٰؐ کی ریاست عالمی طور پر تسلیم کر لی گئی تھی انہیں تبلیغ کا حق مل گیا تھا انہیں طواف کعبہ کا حق مل گیا تھا۔ انہیں طواف کعبہ کا حق خود ان لوگوں نے دے دیا تھا۔ جو ان کی ایڑی چوٹی سے مخالفت کر رہے تھے۔

محمد مصطفیٰؐ نے ۶ ھ کے اواخر میں، حدیبیہ سے واپس تشریف لاتے ہی مختلف بادشاہوں، سرداروں اور عالمی رہنماؤں کو دعوت اسلام دی، اور انہیں خطوط لکھے اور ان پر چاندی سے بنی ہوئی اپنی مہر جس پر ''محمد رسول اللہ'' نقش تھا ثبت کی۔

شاہ حبشی نجاشی شاہ مصر، جریج بن متی، شاہ فارس خسرو پرویز، شاہ روم ہرقل، حاکم بحرین منذر بن ساوی، حاکم یمامہ ہوذہ بن علی، حاکم دمشق حارث بن ابی شمر، شاہ عمان جیفر، اور خاقان اعظم چین کے نام خطوط لکھے گئے۔ ان خطوط میں واضح کہا گیا کہ عبادت کے لائق صرف خدا کی ذات ہے اور محمد رسول اللہ اللہ کے بھیجے ہوئے رسول ہیں۔ آپ اسلام قبول کریں اور امن وسلامتی کے راستے پر آئیں ان میں سے کئی ایک کی طرف سے انتہائی مثبت طرز عمل کا مظاہرہ کیا گیا۔

ابھی حال ہی میں مرتضٰی احمد خان میکش نے اپنی کتاب سیرت مرسلین میں دلچسپ انکشاف کیا

Marfat.com

ہے کہ چین کے قدیمی ریکارڈ کے ایک ماہر نے دعویٰ کیا ہے کہ عرب تاجر ۸ھ (630ء) میں محمد مصطفیٰؐ کا خط خاقان اعظم چین کے نام لے کر آئے تھے۔ جواب بھی وہاں محفوظ ہے۔ یہ خط ملنے کے بعد چینی بادشاہ نے مسلمانوں کو اپنے ساتھ کینٹین میں مسجد بنانے اور تبلیغ کرنے کی اجازت دے دی۔

اسی طرح کے خط شمالی ہند کے راجہ ہریش چندر اور دکن کے چالوکیہ خاندان کو بھی لکھے گئے۔

مرتضیٰ احمد خان میکش کا ایک اور انکشاف کہ محمد مصطفیٰؐ کا معجزہ ''شق القمر'' ملہار کے راجہ زمورن کے درباریوں نے خود دیکھا تھا۔ اور اس پر راجہ نے اسلام قبول کر لیا تھا۔

میں اس مرحلہ پر محققین اور علماء کرام سے گزارش کروں گا کہ وہ فروعی مسائل کو بالائے طاق رکھ کر اس سمت اپنی تحقیق کا رخ موڑیں۔ اور محمد مصطفیٰؐ کے مشن کو دنیا میں پھیلانے کیلئے اپنے آپ کو وقف کر دیں۔

Marfat.com

۷ھ ایک نظر میں

۱) غزوہ خیبر۔محرم ۷ھ
۲) سریہ ابان بن سعید۔صفر ۷ھ، زیر قیادت ابان بن سعید
۳) غزوہ ذات الرقاع
۴) سریہ قدید، ربیع الاول ۷ھ
۵) سریہ حسمی۔ جمادی الآخر۔ ۷ھ
۶) سریہ، تربہ، شعبان ۷ھ، زیر قیادت عمر بن خطاب
۷) سریہ اطراف فدک شعبان ۷ ہجری
۸) سریہ میفعہ رمضان ۷ھ، غالب بن عبداللہ
۹) سریہ خیبر شوال ۷ھ، عبداللہ بن رواحہ
۱۰) سریہ یمن وجبار۔شوال ۷ھ، بشیر بن کعب
۱۱) سریہ غابہ
۱۲) عمرہ قضاء
۱۳) سریہ ابوالعوجاء، ذی الحجہ ۷ھ
۱۴) حضرت صفیہ سے نکاح مبارک

Marfat.com

پس منظر۔ یہود بنونضیر مدینہ رہتے تھے۔ لیکن یہ یہاں پر مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتے رہتے تھے، اس بنا پر ۳ھ میں انہیں وہاں سے نکال دیا گیا اور یہ مدینہ کے شمال میں 200 میل کے فاصلے پر ''خیبر'' نامی بستی میں رہنے لگے، وہاں بھی یہ باز نہ آئے۔

۵ھ میں جنگ خندق کے موقع پر انہوں نے مسلمانوں کے خلاف اپنی بھرپور طاقت استعمال کی پھر بعدازاں انہوں نے بنوغطفان کی ایک ٹولی سے ساز باز کر کے وہاں مسلمانوں کی ایک چراگاہ پر حملہ کر دیا اور موقع پر موجود مسلمان شہید کر دیئے گئے اور سینکڑوں اونٹ اپنے ہمراہ لے گئے۔

ایک صحابی سلمہ بن اکواع نے ان کا تعاقب کیا اور اتنی شدت سے تیر برسائے کہ یہ لوگ اونٹ چھوڑ کر بھاگ گئے۔

ان ریشہ دوانیوں اور سازشوں کی بناء پر محمد مصطفیٰؐ نے ''خیبر'' پر باقاعدہ لشکرکشی کا منصوبہ بنایا۔ محمد مصطفیٰؐ کی فوج 14 سو اصحاب پر مشتمل تھی، یہودیوں نے یہاں بڑے مضبوط قلعے تعمیر کئے ہوئے تھے۔ مگر محمد مصطفیٰؐ کے ساتھیوں نے یکے بعد دیگرے ماسوا قلعہ قموص، سارے قلعے فتح کر لیئے۔

کئی دن تک قلعہ قموص کا محاصرہ جاری رہا، بالآخر قلعہ قموص کے مالک مرحب اور حضرت علیؓ کے درمیان مبارزت کی جنگ ہوئی، جس میں حصرت علیؓ کو فتح ہوئی اور اس طرح یہ قلعہ بھی فتح ہو گیا۔ بعدازاں یہود کی دوسری بستی ''وادی القری'' پر حملہ کیا گیا یہودیوں نے مسلمانوں کو خراج دینا منظور کر لیا اور ان مہموں میں مسلمانوں کو فتح یابی ہوئی۔

غزوہ خیبر کا تجزیہ

محمد مصطفیٰؐ کو خدا پاک نے بہت سے معجزے عنایت کیئے، انکا ہر ایک معجزہ اپنے اپنے مقام پر اپنے اپنے وقت پر بے مثال تھا، مگر ان میں سے ہر ایک کا دورانیہ ایک محدود مدت کیلئے تھا، البتہ ان کا ایک ایسا معجزہ بے مثال تھا۔ ''وہ خوبصورت متوازن وفادار اور جرات مند ٹیم'' جنہیں صحابہ کرام کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، جن کے متعلق محمد مصطفیٰؐ کا اپنا فرمان ہے کہ اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔ ظاہر ہے یہ اعزاز محمد مصطفیٰؐ کی سفارش پر ہی دیا گیا۔ اسلام آج جیسا ہے، کروڑوں لوگ خدا کی وحدانیت اور رسالت مصطفیٰؐ کا اقرار کر رہے ہیں، قرآن شریف اسی حالت میں ہمارے سامنے ہے۔ حضور علیہ السلام کا ہر قول فعل عمل بعینہ اسی طرح موجود ہے، یہ خدا کے فضل سے انہی اصحاب کی بدولت اور مرہون منت ہے۔

Marfat.com

کا ہر قول فعل عمل بعینہ اسی طرح موجود ہے، یہ خدا کے فضل سے انہی اصحاب کی بدولت اور مرہون منت ہے۔

اس کے لئے انہوں نے لازوال قربانیاں پیش کیں، عزیز واقارب چھوڑے وطن چھوڑا۔ آگ وخون میں تڑپائے گئے، تب کہیں جا کر اتنی بڑی کامیابی نصیب ہوئی۔ غزوہ خیبر میں محمد مصطفیٰؐ نے ایک عظیم سپہ سالار کی حیثیت سے بے مثال قائدانہ صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا جس شخصیت کا جہاں اور جتنا کردار تھا اسے وہی کردار دیا گیا۔

غزوہ خیبر کی چند جھلکیاں پیش خدمت ہیں۔

۱) جب محمد مصطفیٰؐ غزوہ خیبر کیلئے تشریف لے جارہے تھے تو آپ نے اپنی city state مدینہ خالی نہیں چھوڑا وہاں آپؐ نے حضرت سباع بن عرفطہ الغفار کو اپنا قائمقام مقرر فرمایا۔

۲) آپ کے لشکر کی تعداد سولہ سو تھی اور ان میں صرف دو سو گھڑ سوار تھے۔

۳) آپؐ نے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم فرمایا۔ مقدمۃ الجیش کی کمان حضرت عکاشہ بن محصن الاسدیؓ، میمنہ کی قیادت حضرت عمر فاروقؓ اور میسرہ کی کمان ایک دوسرے صحابی کو سونپی گئی۔

۴) خیل بن خارجہ کو راستہ دکھانے کی ذمہ داری دی گئی۔

۵) آپ کو منزل مقصود تک پہنچنے کیلئے مختلف راستوں کے نام بتائے گئے۔ تو آپ نے برے نام پسند نہیں کیئے، مثلاً حزن (غم) شاس، خاطب (ایندھن اکھاڑنے والا) وغیرہ آپ نے ''مرحب'' نام والا راستہ پسند فرمایا۔

۶) راستہ میں قیام کیلئے آپؐ نے مقام ''رجیع'' کا انتخاب فرمایا۔ اس طرح یہاں قیام کر کے بنوغطفان کو یہود خیبر کی مدد کرنے سے عملاً روک دیا۔

۷) اس جنگ میں پہلی دفعہ پہچان کیلئے ایک بڑا قومی پرچم استعمال کیا گیا جو حضرت عائشہؓ کے دوپٹوں سے بنایا گیا۔

۸) حباب بن منذرؓ کے مشورے سے اپنا پڑاؤ تبدیل کیا۔

۹) وادی خیبر میں یہودیوں نے مختلف قلعے بنا رکھے تھے، اس کے لئے محمد مصطفیٰؐ نے الگ الگ مختلف دستے اور کمانڈر مقرر فرمائے۔

۱۰) دشمن کو اپنی طاقت ایک جگہ جمع کرنے کا موقع نہیں دیا گیا۔

Marfat.com

۱۱) یہودیوں کا ایک بہادر شخص یاسر میدان میں نکلا اس کے مقابلہ کیلئے حضرت علی المرتضےٰؓ میدان میں آئے۔ لیکن حضور علیہ السلام کے پھوپھی زاد بھائی زبیر بن عوام نے حضرت علیؓ سے سے کہا کہ اس کا مقابلہ میں خود کروں گا۔ چنانچہ حضرت علی درمیان سے ہٹ گئے۔ اور ان کا دوبدو مقابلہ شروع ہو گیا۔

حضرت محمدؐ کی پھوپھی (زبیر بن عوام کی والدہ) یہ منظر مسلمان مجاہدہ اور ماں کے بیک وقت روپ میں دیکھ رہی تھیں۔ اور تڑپ رہی تھیں تو حضور نے انہیں تسلی دی کہ کافر مرے گا۔ اور آپ نے حضرت زبیر کو حواری کا خطاب دیا۔

۱۲) یہودی سردار مرحب تلوار لہراتا ہوا میدان میں آ گیا مقابلہ کیلئے حضرت عامر بن اکواع نکلے مگر مردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔

۱۳) حضرت جابرؓ کی روایت ہے کہ مرحب یہودی سردار سے حضرت محمد بن مسلمہ کا براہ راست مقابلہ ہوا اور انہوں نے مرحب کو واصل جہنم پہنچا دیا۔ دوسری روایت میں مرحب کا مقابلہ حضرت علیؓ سے ہوا۔ (بحوالہ ضیاء النبی صفحہ 232)

۱۴) ناعم قلعہ حضرت علی المرتضےٰؓ کی زیر قیادت ٹیم نے فتح کیا۔

۱۵) فتح خیبر کے سلسلے میں حضرت عمر فاروقؓ کی دانائی وحکمت کو امت مسلمہ سلام پیش کرتی رہے گی، کیونکہ انہوں نے گشت کے دوران ایک یہودی کو گرفتار کر کے حضورؐ کی خدمت میں پیش کیا۔ اور اس سے اس قلعہ کے متعلق جملہ معلومات حاصل کیں۔

اس یہودی نے نہایت قیمتی راز بتائے اور خاص کر پانی کی زمین دوز نہر جس کے ذریعے پانی اندر جاتا تھا۔ کا بتایا جس کی روشنی میں حکمت عملی تیار کی گئی۔ پانی کاٹ دیا گیا اور فتح یقینی بن گئی۔

عائشہ کا آنچل۔ پرچم نبوی میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

غزوہ خیبر سے پہلے جتنی بھی جنگیں ہوئیں جتنے بھی غزوات ہوئے اور جتنے بھی محمد مصطفےٰؐ کی زیر قیادت اجتماعی مارچ ہوئے ان میں کوئی بڑا باضابطہ پرچم نہیں ہوتا تھا۔ بقول علامہ مغلطائی مسلمان جرنیلوں کے پاس چھوٹی چھوٹی جھنڈیاں ہوا کرتی تھیں جنہیں لواء کہا جاتا تھا۔

(بحوالہ ضیاء النبی مصنفہ پیر محمد کرم شاہ الازہری)

جنگ خیبر کیلئے روانگی کے وقت باضابطہ ایسے بڑے جھنڈے کی ضرورت محسوس کی گئی جو محمد مصطفےٰؐ کے جانثاروں کی شناخت، رعب ودبدبہ اور باہمی اتفاق واتحاد کی علامت ہو۔ چنانچہ اس مقصد کیلئے

Marfat.com

حضرت عائشہ صدیقہؓ کی دو کالی اور سفید چادروں کا باہمی استعمال کیا گیا اور اس طرح ایک بڑا پرچم تیار کر کے جرنیلوں کو دیا گیا۔

واقعہ افک کے بعد خدائے بزرگ و برتر نے بذات خود عائشہ کی پاکیزگی کو قیامت تک کیلئے امر کر دیا اور اس کے کچھ عرصہ بعد قافلہ محمد مصطفیٰؐ کی پہچان ہی عائشہ کا آنچل بن جاتا ہے۔

فتح کتیبہ

محمد مصطفیٰؐ کے جان نثاروں نے خیبر کے سارے قلعے فتح کرنے کے بعد ملحقہ علاقہ کتیبہ کا رخ کیا۔ 14 دن تک اس کا محاصرہ کیا گیا، مگر یہودی باہر نہیں نکل رہے تھے بالآخر محمد مصطفیٰؐ نے منجنیق نصب فرمانے کا حکم دیا۔ یہودیوں نے محسوس کیا کہ اب ان کی تباہی قریب ہے تو وہ باہر نکل آئے اور صلح کیلئے مذاکرات کئے۔

یہودیوں کا مطالبہ تھا کہ ہمیں ہمارے اہل خانہ سمیت یہاں سے گزرنے کا محفوظ راستہ دیا جائے اور اتنا سامان اٹھانے کی اجازت دی جائے جتنا عام آدمی اپنی پشت پر اٹھا سکتا ہو۔ حضور علیہ السلام نے ان کا یہ مطالبہ مان لیا اور اس طرح کتیبہ بھی فتح ہو گیا۔

کتیبہ کے سردار کنانہ بن الحقیق کی بدعہدی

کتیبہ کے سردار کنانہ بن ابی الحقیق نے جن شرائط پر راضی نامہ کیا تھا۔ اس نے ان شرائط کی خلاف ورزی اور سازشیں کرنا شروع کر دیں جس پر اسے قتل کر دیا گیا۔ جبکہ اس کی بیوی ''صفیہ'' کو قیدی بنا لیا گیا۔

صفیہ نے محمد مصطفیٰؐ کا سلوک، اخلاق و کردار ایک قیدی کی حیثیت سے خود مشاہدہ کیا، اور بہت متاثر ہوئی، بالآخر اپنی مرضی سے اسلام قبول کر لیا، محمد مصطفیٰؐ نے صفیہ کو اسلام قبول کرنے پر آزاد کر دیا۔

حضرت صفیہ سے شادی

حضرت صفیہ آزاد ہو گئی تھیں مگر وہ حضور سے اس قدر متاثر ہوئیں اور انہوں نے حضور علیہ السلام کی زوجہ محترمہ حضرت اُم سلیمؓ سے آپ سے نکاح کی خواہش کا ذکر کیا، جسے قبول کر لیا گیا، اُم سلیمؓ نے حضرت صفیہ کو خود آراستہ کیا، حضرت صفیہ قبل ازیں جب کنانہ بن الحقیق کے نکاح میں تھیں۔ اس وقت

Marfat.com

حضرت صفیہ نے خواب دیکھا کہ چاند ٹوٹ کر ان کی آغوش میں آ گرا جب یہ خواب حضرت صفیہ نے اپنے خاوند کنانہ کو سنایا تو کنانہ نے غصے میں آ کر انہیں ایک تھپڑ دے مارا۔ اور کہا کہ تم اس وقت اس بادشاہ کی آرزو کر رہی ہو جو مدینہ میں ہے۔ وہ چاند جو حضرت صفیہ نے خواب میں کہیں پہلے دیکھا تھا دراصل وہ محمد مصطفیٰؐ کا عکس تھا۔ جس کی تعبیر اس طرح سے ہوئی۔

فدک۔ علاقہ خیبر فتح کرنے کے بعد محمد مصطفیٰؐ نے اپنے ایک صحابی محیصہ بن مسعود کو دعوت اسلام دینے کیلئے فدک کے یہودیوں کے پاس بھیجا۔ اہل فدک نے اس پر تامل کیا مگر جب انہیں پتہ چلا کہ پورا خیبر مسلمانوں نے فتح کر لیا ہے اب ان کے پاس کوئی متبادل راستہ نہیں تھا اور انہوں نے آپ سے صلح کر لی، چونکہ مسلمانوں نے فدک کی سرزمین پر گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے تھے، لہذا یہ ساری سرزمین محمد رسول اللہ کیلئے مختص ہوگئی۔

وادی القری۔ وادی القری پر اس نوعیت کی چڑھائی کی گئی چار روز جنگ ہوتی رہی، بالآخر آپ نے اسے فتح کر لیا، اور بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا، مگر آپ نے ان سے بھی اہل خیبر جیسا معاملہ کیا۔

تیما۔ تیما کے یہودیوں نے جب آپ کی مسلسل فتوحات دیکھیں تو بغیر لڑائی کے خود ہی صلح کی پیشکش کر دی، جس پر آپ نے انہیں معافی دے دی اور انہیں پرسکون اور پرامن زندگی گزارنے کی ضمانت مہیا کی۔

مدینہ واپسی۔ محمد مصطفیٰؐ نے جنگی ماہر اور مدبر کی حیثیت سے سارے علاقے کو فتح کرنے کے بعد صفر ۷ھ میں واپس تشریف لائے۔ راستے میں ان کے اصحاب بلند آواز سے اللہ اکبر کا ورد کرنے لگے جس پر آپ نے فرمایا کہ تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے ہو کہ بہت بلند آواز سے پکارو۔ اللہ تو ایسی ہستی ہے جو ہر وقت ہمارے پاس ہے۔ اس طرح آپ نے ذکر کی حدود و قیود بھی مقرر فرما دیں۔

غزوات ذات الرقاع۔ ۷ھ، (محمد مصطفیٰؐ کا خدا پہ یقین کا عملی مشاہدہ)

محمد مصطفیٰؐ کے مخالفین کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

۱) اہل قریش ۲) یہودی اور ۳) بدو

اہل قریش کو صرف مکہ کی حد تک محدود کر دیا گیا تھا، جبکہ یہود کو مکمل شکست دے دی گئی تھی اور انہوں نے محمد مصطفیٰؐ کو بطور حکمران تسلیم کر لیا اب آپ کی توجہ بدوؤں کی طرف منتقل ہوگئی یہ لوگ نجد کے صحرا میں خیمہ زن تھے جو اکثر و بیشتر لوٹ مار کر کے امن و امان کا مسئلہ بناتے رہتے تھے۔

چونکہ یہ لوگ کسی مستقل جگہ آباد نہ تھے بلکہ خانہ بدوشوں کی سی زندگی بسر کرتے تھے۔ اس میں بھی حضور علیہ السلام کو فتح حاصل ہوئی۔

Marfat.com

بعض کے نزدیک یہ واقعہ ۴ھ کا ہے اور امام بخاریؒ نے ۷ھ کا بتایا ہے، لیکن میری تحقیق کے مطابق یہ کوئی ایک جنگ نہ تھی بلکہ جب بھی کہیں بھی کوئی شورش ہوتی تو آپ جناب اس کی سرکوبی فرماتے۔

۴ھ میں بھی یہ وقوع پذیر ہوئی اور ۷ھ میں بھی۔ جب ہم اسے فتح خیبر کے بعد بدوؤں کی شورش کی سرکوبی کی جنگ کہیں گے تو لامحالہ اس کا وقوع پذیر ہونا ۷ھ ہی بنے گا۔ ۴ھ کا واقعہ بھی اپنی جگہ درست ہے اس جنگ میں بھی مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔ اس جنگ کے دوران خاص واقعہ پیش آیا حضور علیہ السلام اپنی تلوار درخت کے ساتھ لٹکا کر سو گئے اتنے میں ایک کافر آیا اور اس نے تلوار اٹھالی۔ اور آواز دی کہ اے محمد آپ کو مجھ سے کون بچائے گا۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ۔ یہ سنتے ہی اس کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی اور آپ نے اٹھالی مگر اسے معاف کر دیا اس پر اس کافر نے اسلام قبول کر لیا۔ محمد مصطفےٰؐ نے ۷ھ میں مدینہ میں چھوٹے چھوٹے مختلف امور نمٹانے کیلئے دستے بھیجے۔ مثلاً

سریہ قدید۔ قدید میں بنو ملوح نے کچھ مسلمانوں کو قتل کر دیا تھا۔ حضورؐ نے انکی سرزنش کیلئے صفر ۷ھ غالب بن عبداللہ کی کمان میں ایک دستہ بھیجا۔ جس نے چھاپہ مار کر بہت سے افراد کو قتل کر دیا۔

سریہ تربہ۔ شعبان ۷ھ تیس اصحاب پر مشتمل دستہ حضرت عمر فاروقؓ کی قیادت میں بھیجا گیا آپ کی آمد سے پہلے ہی بنو ہوازن بھاگ گئے۔

سریہ اطراف فدک۔ شعبان ۷ھ تیس اصحابہ کرام پر مشتمل دستہ بھیجا گیا جس کی قیادت حضرت بشیر بن سعد کو سونپی گئی پہلے مرحلے پر انہیں کامیابی ہوئی مگر بعد میں اسلحہ اور تیر ختم ہو گئے۔ جس کی وجہ سے مسلمانوں کا بہت نقصان ہوا۔

سریہ میفعہ رمضان ۷ھ۔ 130 افراد پر مشتمل دستہ بھیجا گیا اس کے قائد حضرت غالب عبداللہ تھے۔ انہوں نے دشمن پر حملہ کر کے اسے شکست فاش دی، مخالف سپاہی نے کلمہ پڑھا اور اسے اس کے باوجود قتل کر دیا گیا۔ جس پر حضورؐ خفا ہوئے، اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ جو کوئی کلمہ پڑھ لے اس کا احترام کرنا چاہیے اور اپنی طرف سے شک میں نہیں پڑنا چاہیے۔

سریہ خیبر، شوال ۷ھ۔ عبداللہ بن رواحہ کی قیادت میں 30 سواروں پر مشتمل دستہ خیبر بھیجا گیا۔

سریہ یمن و جبار۔ شوال ۷ھ۔ حضرت بشیر بن کعب کی زیر قیادت ایک چھوٹا دستہ بھیجا گیا جس میں حضرت بشیرؓ کو کامیابی ملی۔

سریہ غابہ۔ حضرت ابو حدرد کی قیادت میں کچھ افراد پر مشتمل دستے کو بنو قیس اور بنو جشم کی سرکوبی کیلئے بھیجا گیا۔ حضرت ابو حدرد کی کامیاب حکمت عملی کے باعث انہیں کچل ڈالا گیا اور یہ بہت سامان غنیمت لے کر واپس آئے۔

Marfat.com

عمرہ۔ ذیقعد ۷ ھ

گزشتہ سال محمد مصطفیٰؐ انکے اور جان نثار ساتھیوں نے مکہ میں خانہ کعبہ کی زیارت اور طواف کا منصوبہ بنایا تھا۔ یہ پروگرام کتنے ہی ارمانوں خوابوں اور خیالوں سے ترتیب دیا گیا تھا۔ منزل مقصود پر پہنچنے سے ذرا پہلے قریش کی ہٹ دھرمی کی بنا پر قافلہ رک گیا اور پھر ایک معاہدہ۔ صلح حدیبیہ ظہور پذیر ہوتا ہے۔ اور وہ قافلہ معاہدہ کی پاسداری کرتے ہوئے بغیر طوافِ خانہ کعبہ واپس لوٹ گیا۔

معاہدہ صلح حدیبیہ جسے وقتی طور پر مسلمانوں کی شکست سے تعبیر کیا گیا تھا۔ محمد مصطفیٰؐ نے ایک سال میں اپنے ساتھیوں کی خوبصورت تربیت کی جس کی بدولت مسلمانوں نے بہت سی فتوحات پائیں۔ یہودیوں کو مکمل طور پر اپنا مطیع بنایا۔ بدوؤں کی سرکوبی کی، شاہان عالم کے ساتھ براہ راست رابطہ کیا، اور ہزاروں افراد نے محمد مصطفیٰؐ کے انقلابی منشور سے متاثر ہو کر خدا کی وحدانیت اور رسالت محمد مصطفیٰؐ کا اقرار کیا، اب کی بار قریش خود اپنے معاہدہ کے پابند تھے، اور وہ کسی قسم کی روک ٹوک کا حق نہیں رکھتے تھے، اور مسلمانوں نے عمرہ کی نیت کر کے سفر شروع کیا تھا جسے بوجوہ پورا نہیں کیا جا سکا، اب کی بار اس کی قضاء بھی تو لازمی تھی۔ محمد مصطفیٰؐ نے اپنے جانباز صحابہ کرام کو حکم دیا کہ وہ عمرہ کی قضاء کے طور پر اس بار عمرہ کریں۔ چنانچہ حکم رسالت کے مطابق سبھی افراد عمرہ کیلئے چل پڑے۔

کوئی بھی شخص جو حدیبیہ میں حاضر تھا۔ اس قافلے میں موجود تھا سوائے ان لوگوں کے جو شہید ہو گئے۔ سبھی آگے عورتوں اور بچوں کے علاوہ دو سو مرد حضرات تھے۔ محمد مصطفیٰؐ بہترین منتظم تھے جب بھی انہوں نے اپنا ہیڈ کوارٹر چھوڑا۔ پیچھے انتظام کیلئے کسی نہ کسی کو مدینہ میں اپنا جانشین مقرر کیا، اس بار جانشینی کا اعزاز حضرت ابورھم غفاری کے حصہ میں آیا۔

ذوالحلیفہ سے عمرہ کا احرام باندھ کر جب محمد مصطفیٰؐ نے "لبیک اللھم لبیک" کی صدا بلند کی تو تائید میں ہزاروں پر جوش اور فلک شگاف لبیک اللھم لبیک کی صدائیں ایک ساتھ بلند ہوئیں۔

محمد مصطفیٰؐ جب اپنے جانثاروں کے ساتھ مدینہ پہنچے، قریش مکہ ان کا تماشہ دیکھنے کیلئے پہلے ہی جبل قعیقعان کی چوٹی پر جا بیٹھے تھے ان کا خیال تھا کہ مسلمان بخار کی وجہ سے کمزور پڑ گئے ہوں گے۔

محمد مصطفیٰؐ انکا خیال بھانپ گئے تھے، اس لئے انہوں نے اصحابہ کرام کو حکم دیا کہ وہ پہلے تین چکر دوڑ کر لگائیں تا کہ کفار سمجھ لیں کہ اصحابہ کرام تروتازہ ہیں، یہ عجیب منظر تھا۔ سب سے آگے عبداللہ بن رواحہ تھے۔ جو اس قدر پر جوش انداز سے یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

Marfat.com

خلوا بنی الکفار عن سبیلہ — خلوا فکل الخیر فی رسولہ
قد انزل الرحمان فی تنزیلہ — فی صحف تتلی علی رسولہ
یارب انی مومن بقیلہ — انی رأیت الحق فی قبولہ
بان الخیر القتل فی سبیلہ — الیوم نضربکم علیٰ تنزیلہ
ضربا یذیل الھام عن مقیلہ — ویذھل، الخلیل عن خلیلہ

کفار کے بیٹو! راستہ چھوڑو، راستہ چھوڑو، کہ ساری بھلائی اسی پیغمبر ہی کیلئے ہے، بہترین قتل وہ ہے جواللہ کی راہ میں ہو۔ آج ہم تمہیں ایسی مار ماریں گے کہ تمہاری کھوپڑی ہل جائے گی۔

محمد مصطفیٰؐ خود بھی ان سے لطف اندوز ہورہے تھے، اور جب حضرت عمرؓ نے انہیں اس مقام پر شعر پڑھنے سے روکا تو محمد مصطفیٰؐ نے کہا کہ اے عمر اسے نہ روکو، ان شعروں کی مار تو کافروں کیلئے تیر سے بھی زیادہ تیز ہے۔ آپ نے تین دن قیام کیا اور پھر معاہدے کے مطابق مدینہ واپس لوٹے۔

محمد مصطفیٰؐ اور حضرت میمونہ بنت حارث کا نکاح

اس عمرہ قضا کا خوشگوار پہلو حضرت محمد مصطفیٰؐ اور حضرت میمونہ بنت حارث کی شادی بھی ہے۔ جب آپ عمرہ کیلئے مدینہ سے چلے تو آپ نے اس سے پہلے ہی اپنے چچازاد بھائی حضرت جعفر بن ابی طالب کو رشتہ کیلئے حضرت میمونہ کے پاس بھیج دیا تھا تاکہ وہ ان سے بات کریں۔ حضرت میمونہ نے اس نسبت اپنا معاملہ اپنے بہنوئی حضرت عباسؓ کو سونپ دیا حضرت عباسؓ نے رشتہ منظور کرلیا، اس طرح سرکار دوعالم کا نکاح حضرت میمونہ سے کردیا گیا۔ حضرت محمد مصطفیٰؐ قافلے کے ساتھ چلے گئے۔ حضرت رافع نے ام المومنین حضرت میمونہ کو سوار کر کے مقام ''سرف'' پہنچادیا۔

سریہ ابوالعوجا، ذوالحجہ ۷ھ

۷ھ کی یہ آخری سریہ تھی، محمد مصطفیٰؐ جب مدینہ لوٹے تو انہوں نے تبلیغ کے کام میں مزید وسعت پیدا کی۔ آپ نے بنوسلیم کو دعوت اسلام دینے کی غرض سے حضرت ابوالعوجاء کی زیر قیادت پچاس اصحابہ کرام پر مشتمل ایک دستہ بھیجا۔ بنوسلیم نے انکار کیا اور مزاحمت کے جس پر دونوں طرف سے لڑائی شروع ہوگئی۔ ابوالعوجا نے شدید زخمی ہونے کے باوجود دو دشمن قید کئے۔

Marfat.com

جادو

میں چھٹی جماعت میں اسلامی یونیورسٹی الموسومہ جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں داخل ہوا تھا۔ ان دنوں جامعہ میں سید احمد سعید کاظمیؒ، سید شمس الحق افغانی اور والد محترم جناب قاضی عبدالحیٔ المعروف چن پیر الہاشمی علی الترتیب، شعبہ حدیث، شعبہ تفسیر اور شعبہ فقہ واصول فقہ کے سربراہان تھے۔ جامعہ کی بہت بڑی لائبریری تھی، اسی وقت سے مجھے مطالعہ کا شوق ہوا، جو بڑھتے بڑھتے میرا اولین مقصد بن گیا۔ ہماری بزم ادب ہوتی تھی اور ہر شب مختلف موضوعات پر تقریری مقابلے ہوتے تھے۔

ان تقاریب میں محوی صاحب، جاوید ابراہیم پراچہ، صاحبزادہ ساجد الرحمان صاحب، امجد چشتی صاحب کا مونکے والے، فاروق کاشمیری، بحر اللہ ہزاروی، مشہور زمانہ قائد حزب اختلاف علامہ رحمت اللہ ارشد کے بھتیجے زبیر بلوچ اور برادر محترم قاضی طاہر الہاشمی حصہ لیتے۔ اور اپنے مطالعہ سے دوسرے طلباء حضرات کو عملاً شریک ہونے کا موقع دیتے۔

وہاں ان دنوں ''جادو'' کا موضوع بہت عام رہتا، میری عمر 12 سال تھی لیکن میرا اندر اس جادو کو کبھی بھی تسلیم نہ کر رہا ہوتا۔ میں سوچتا یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک عامل کے کسی جنتر منتر سے دوسرے انسان کی زندگی متاثر ہو جائے، نیک سے بد بن جائے، صحت مند سے بیمار، عاقل سے مجنوں پاگل بن جائے، اس جنتر منتر سے کوئی کسی کا مطیع ہو جائے، فرمانبردار بن جائے مرید بن جائے اور اس کا معشوق بن جائے۔

اگر یہ سب صحیح ہے تو قیامت کو حساب کتاب کس بات کا ہوگا اور اگر یہ صحیح ہے تو ملک فوجیں رکھنا، سائنس دان پالنا اور دوسرے سامان حرب کی خریداری پر اپنا پورا بجٹ صرف کر دینا چھوڑ دیں، وہ صرف جادوگروں کا ایک دستہ ترتیب دے دیں۔ اور انہی کے زور سے سارا نظام مملکت چلائیں۔

مگر جب میں جادو کے خلاف ایسی بات کرتا تو میرے ساتھی یہ کہہ کر چپ کرا دیتے کہ جادو تو برحق ہے، یہ تو خود نعوذ باللہ، خود حضور کی ذات پر بھی چلا ہے، اور اس کا ذکر قرآن اور حدیث میں موجود ہے۔ یہ سن کر میں چپ ہو جاتا، میرا عقل دماغ ماؤف ہو جاتا۔

اور پھر آج جب میں نے وکالت کے شعبہ میں پچیس تیس سال گزارے، ایم اے اسلامیات ایم اے تاریخ کیا۔ سید احمد سعید کاظمی سے دورہ حدیث کیا اور سید شمس الحق افغانی سے دورہ تفسیر میں نے اس تناظر میں مطالعہ کا رخ اس طرف موڑا، آج میں اپنے معزز قارئین کو انتہائی اعتماد کے ساتھ کہتا ہوں کہ جادو کا واقعہ نہیں ہوا، سورۃ الفلق وسورۃ الناس کا اس واقعہ سے کوئی کوئی تعلق نہیں وہ تو اس نام نہاد واقعہ سے تقریباً 12 سال پہلے نازل ہوئیں، جادو کا تعلق خود حضرت محمدؐ سے جوڑا جاتا ہے کہ ''لبید'' نامی شخص

Marfat.com

نے ان پر جادو کیا اس لحاظ سے اس پر بات کرنا بہت ضروری ہے۔

جادو کے تائید کنندگان اپنا بنیادی ماخذ اور جس بنیادی روایت پر سب سے زیادہ انحصار کرتے ہیں اور اسے بلحاظ سند انتہائی قوی تسلیم کرتے ہیں۔

وہ حدیث عبید بن اسماعیل ابواسامہ سے، وہ ہشام سے، ہشام اپنے باپ عروہ سے، اور عروہ حضرت عائشہ سے ہوکر ہماری کتب احادیث کی زینت بنی ہے اور اسے اس بنیاد پر ہمارے جمہور فقہاء اور علماء نے کسی بھی شک وشبہ سے بالاتر قرار دیا ہے۔

انسان جتنا بھی عظیم نیک نیت اور مخلص کیوں نہ ہو، اس سے غلطی کا احتمال ہوسکتا ہے اور اس کلیہ میں صرف انبیاء کرام کو استثناء حاصل ہے کیونکہ صرف وہی ''معصوم'' ہوتے ہیں۔

بھول چوک انسان سے ہوجاتی ہے، اور ہشام کو بھی بڑھاپے میں نسیان کا مرض ہوگیا تھا۔ جسے ابوالحسن قطان، علامہ ذہبی اور دوسرے علماء تسلیم کرتے ہیں۔

(بحوالہ میزان الاعتدال جلد نمبر ۳ صفحہ ۲۵۵ سیدالوریٰ صفحہ ۲۱۷)

ہشام ۶۱ھ میں مدینہ میں پیدا ہوئے، اور ۱۴۶ھ یعنی ۸۵ سال کی عمر میں بغداد میں فوت ہوئے، مدینہ منورہ میں قیام کے دوران ان سے روایت شدہ ساری احادیث انتہائی مستند اور کسی بھی شک وشبہ سے بالاتر ہیں۔ البتہ آخری عمر میں جب آپ بغداد تشریف لے آئے، ضعیف العمری اور خلیفہ منصور عباسی کے دور خلافت کے مخصوص سیاسی وسماجی اور فرقہ ورانہ حالات کی وجہ سے آپ کی روایت کردہ روایت کو کسی تائیدی شہادت کی لازمی ضرورت ہوگی، امام مالک اور دوسرے محدثین ان کی عراقی روایات کو تسلیم نہیں کرتے۔ (بحوالہ تاریخ الخطیب صفحہ 40 جلد 14۔ خلاصہ تذھیب صفحہ 410)

اس سلسلے میں قاضی عبدالدائم دائم کی شہرہ آفاق تصنیف سیدالوریٰ کی جلد نمبر 3 صفحہ 239 میں واضح الفاظ میں یہ چیلنج دیا گیا ہے کہ ''ہمارا دعویٰ ہے کہ یہ روایت ھشام نے اپنے والد عروہ سے ہرگز نہیں سنی بلکہ یہ روایت خالصتاً سرزمین عراق کی پیداوار ہے اور وہیں اس کی نشر واشاعت ہوئی۔

آخری عمر میں ان کے مرض نسیان کا ایک اور ثبوت پیش خدمت ہے، وہ انہی کی روایتی روایات۔

(1) میری بیوی فاطمہ بنت منذر مجھ سے 13 سال بڑی ہے۔

(2) میری بیوی کی جب مجھ سے شادی ہوئی تو اس کی عمر نو سال تھی۔

اب مجھے بتائیں کہ یہ دو مختلف متضاد روایتیں درست ہوسکتی ہیں اگر درست ہوسکتی ہوں تو اس

Marfat.com

مطلب یہ ہوگا کہ ان کی شادی اپنی بیوی کی پیدائش سے بھی پانچ سال پہلے واقع ہوئی تھی۔ ایسا ناممکن ہے ظاہر ہے ان کو بھولنے کی بیماری تھی اور عراقی سرزمین میں ان دنوں رافضیت عروج پر تھی اس طرح کی روائتیں جنم لیتی رہیں، تاکہ دین اسلام کو مشکوک بنایا جاسکے اور رسول محمد عربی ؐ کو ایک سحرزدہ شخصیت مشہور کر کے ان کی شان رسالت کو منہدم کیا جاسکے۔

پھر ایک اور صاحب کلبی صاحب اس بات کو یہاں تک پھیلا دیتے ہیں ابن عباسؓ جیسی شخصیت کے ساتھ یہ منسوب کر دیتے ہیں کہ حضور علیہ السلام پر واقعی جادو ہوا تھا اور تبھی اس مناسبت سے سورۃ الفلق کا نزول ہوا۔ اور اس کو اتنی ہوا دی گئی کہ عام آدمی کو اگر اور کچھ نہ آتا ہوا سے نعوذ باللہ یہ جادو کی کہانیاں ضرور آتی ہوں گی۔ یہودی سازش اس حد تک طاقتور ہوگئی۔

کلبی صاحب واضح طور پر رافضی سبائی فرقہ سے تعلق رکھتے تھے ظاہر ہے ان کے حضرت عائشہؓ سے کس قدر عجیب خیالات ہیں، ہر ایک کو پتہ ہے کلبی صاحب کا اصل نام ''محمد بن ابی سائب ابوالنصر'' ہے کوفہ کے رہنے والے تھے میں ان کے متعلق امام احمد بن حنبلؒ کی ایک رائے دیکر کلبی صاحب کا موضوع ختم کرتا ہوں ''یزید ابن ذریع کہتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ امام احمد بن جنبل سے پوچھا کہ کیا کلبی کی تفسیر کا مطالعہ جائز ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا کہ............نہیں نہیں

امام احمد بن حنبل پیران پیر حضرت غوث الاعظم کے امام ہیں۔ اب اس رائے کے بعد آپ کی کیا رائے ہے۔ آخری دو سورتوں کا شان نزول جادو سے جوڑنا تاریخی طور پر بھی غلط ہے۔ جادو کا نام نہاد واقعہ صلح حدیبیہ کا بیان ہوتا ہے۔ یعنی ۸ ھ کے بعد یہ دو سورتیں تو آپ ؐ کی مکی زندگی میں نازل ہوئیں، 12 یا 13 سالوں کا فرق ہے۔

تعویزی اشتہاری جعلی پیروں فقیروں اور ملاؤں نے ان جادو والے قصوں کو خوب پھیلایا۔ تاکہ لوگ یہ سمجھیں کہ نعوذ اللہ حضور محمد مصطفیٰ ؐ جیسی شخصیت کو بھی یہ جادو پکڑ سکتا ہے۔ ہم کیا چیز ہیں۔ اور اس بناء پر ان لوگوں کا کاروبار خوب چمکے۔ آئے دن ایسے اشتہارات اخبارات کی زینت بنتے رہتے ہیں کہ ''جادو برحق ہے''۔

میں اس کے متعلق مختصراً عالم اسلام کا نکتہ نظر پیش کرتا ہوں۔

۱) قرآن کا فیصلہ۔ نبی علیہ السلام کو جادو زدہ کہنے والے ظالم اور ہدایت سے محروم ہیں۔ (فرقان۔۹)

Marfat.com

۲) حضرت ابن حبان فرماتے ہیں۔ کہ ارشاد نبوی ہے جادو کو سچ ماننے والا جنت میں نہیں جائے گا۔

۳) فتویٰ امام ابوحنیفہ۔ جادو کی حقیقت شعبدہ بازی سے زیادہ نہیں۔ (ابن کثیر)

۴) جادو کا اقرار بھاری شرک اور اللہ سبحانہ پر بہتان عظیم ہے۔

۵) جادو کا عقیدہ دنیا کی قدیم اور عالمگیر گمراہی ہے۔ اور نوع انسانی کیلئے مصیبت کا باعث ہے۔

(تفسیر ترجمان القرآن جلد دوم)

۶) محمد عربی پر لبید کے جادو چلنے کا واقعہ دنیا کی سب سے جھوٹی داستان ہے۔

(مولانا محمد چراغ علی صاحب)

۷) نبی صلعم پر جادو ہونا ناممکن ہے ایسی روایت کا انکار ہم پر لازم ہے۔

(امام شیخ محمد عبدہ 1848)

۸) عوام کو بے وقوف بنانے کیلئے سب سے زیادہ سنگین جرم یہ ہے کہ رسول اکرم کی معصوم و پاکیزہ ہستی کو ایک موضوع روایت کی وجہ سے جادوگری کا نشانہ بنانے کی گستاخی کی جائے۔

۹) منکرین حدیث نے جادو کی روایت کی آڑ میں پورے ذخیرہ حدیث کو ناقابل اعتبار قرار دیا ہے جبکہ علماء حق نے فتنہ انکار حدیث کی تردید میں اس روایت کی بھی وکالت کر ڈالی ہے۔ یعنی دونوں طرف سے افراط تفریط کا مظاہرہ ہوا۔

۱۰) صاحب روالمعانی نے امام تریدی کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ جادو کی حدیث متروک ہے، کیونکہ اس کو درست ماننے سے کفار کا قول صحیح ثابت ہو جاتا ہے کہ (نعوذ باللہ) نبی صلعم سحر زدہ ہیں۔ (بحوالہ۔ جلد 30 سورۃ الناس)

۱۱) اردو مفسر شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلوی نے جادو کے واقعہ کی طرف اشارہ کرنا بھی مناسب نہیں سمجھا۔

۱۲) مولانا عبدالحق حقانی نے اس موضوع پر بڑی احتیاط کا مظاہرہ کیا، اور لکھا کہ سورۃ معوذتین یا کسی اور آیت میں اس کا کوئی ذکر نہیں ملتا کہ آپ پر سحر کیا گیا۔ (بحوالہ تفسیر حقانی جلد ہشتم صفحہ 292)

۱۳) محمد مصطفیٰ کا سحر کی تاثیر سے محفوظ رہنا اسلامی عقائد میں سے ایک ضروری عقیدہ ہے۔

(پارہ عم صفحہ ۱۸۱ تفسیر شیخ عبدہ)

۱۴) حجۃ الاسلام محدث امام ابوبکر جصاص جادو کی حدیثیں اسلام دشمن حضرات نے وضع کی ہیں محمد رسول عربیؐ پر جادو کا اثر ماننا جرم عظیم، ہولناک اور شرمناک عقیدہ ہے۔

Marfat.com

۱۵) جادو کا عقیدہ قبول نہ کریں۔ اور نبی کی عزت داغدار ہونے سے بچائیں۔

(جادو مصنفہ محمد صفحہ 294)

۱۶) نبی پر جادو ہونا انہونی بات ہے۔

۱۷) محمد مصطفیٰؐ نے فرمایا۔ تین آدمی جنت میں نہیں جائیں گے۔ ان میں سے ایک وہ ہے جو جادو کو سچ مانتا ہو۔ (بحوالہ صحیح ابن حیان کتاب التوحید)

۱۸) راوی ہشام کا 132ھ میں دماغ جواب دے گیا تھا۔ (بحوالہ حافظ عقیلی)

۱۹) سحر کی حقیقت، شعبدہ بازی، نظر بندی اور فریب خیالی ہے۔

(بحوالہ قصص القرآن صفحہ 224)

۲۰) جادو کا اقرار معجزات کا انکار ہے۔ رسالت کا انکار ہے اور توحید کا انکار ہے۔

۲۱) جادوگر کبھی کامیاب نہیں ہوسکتا خواہ وہ کس شان سے آئے۔

(سورۃ طٰہٰ آیت نمبر 69 قرآن مجید)

جادو کے اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ نعوذ اللہ کہ آپ پر جب جادو ہوا اس وقت آپ کے حواس پر گہرا اثر ہوا۔ یاداشت بری طرح متاثر ہوئی بلکہ آپ کو یہ بھی یاد نہ رہتا کہ تھوڑی دیر پہلے کیا کام کیا ہے وغیرہ وغیرہ۔

جادو کی روایت پر یقین رکھنے والے اصحاب اس کا زمانہ ۷ھ، ۸، اور ۹ھ تک بتاتے ہیں۔

ان سال دو سالوں میں محمد مصطفیٰؐ نے اسلام کے عالمگیر پیغام کو پوری دنیا میں پہنچایا۔ فتح مکہ جیسا تاریخی کارنامہ سرانجام دیا گیا۔ انہی ایام میں پنجہ دار جانوروں کو حرام قرار دیا گیا گدھے خچر کو بھی حرام کیا گیا۔ وادی القری پر چڑھائی کی، یہودیوں کی عالمگیر اور منظم طاقت کو پاش پاش کیا، چودہ سو صحابہ کرام کے ساتھ عمرہ القضاء کیلئے تشریف لے گئے، جنگ موتہ کی منصوبہ بندی کی زید بن حارثہ کو سپہ سالار مقرر فرمایا۔

وادی خیبر کے نو کے نو قلعوں کو فتح کیا۔ صبح سے شام اور شام سے صبح مسلسل جہدِ مسلسل کی زندگی گزاری۔

قیصر روم خسرو پرویز، عزیز مصر، شاہ حبشہ روسائے یمن، برصغیر، چین اور دنیا کے کونے کونے میں اسلام کی دعوت دینے کی غرض سے اہم اہم افراد کو خط لکھے۔

وادی القریٰ میں باغیوں کی سرکوبی کی، بنو غطفان بنو خزارہ کے معرکے سر کیئے۔

Marfat.com

کیا یہ اسی کیفیت میں کام ہوئے۔ نہیں نہیں۔

اسی بناپر یہ واضح ہے کہ جادو کا واقعہ غفلت یا سازش کا نتیجہ ہے۔ ورنہ ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔

جو شخصیت چاند کو دو ٹکڑے کر سکتی ہو، جو انگوٹھے سے پانی کا چشمہ نکال سکتی ہو، جو مٹھی بھر مجاہدوں کے ساتھ جنگ بدر میں قریش مکہ کی عالیشان فوج کو نہس نہس کر سکتی ہو۔ جو اپنا لعاب دہن لگانے سے سانپ کا علاج کر سکتی ہو جو لمحوں میں خاک زمین سے سدرۃ المنتہیٰ اور اس سے بھی آگے جا سکتی ہو۔ وہ پاک ذات ان حدوں کو بھی پار کر سکتی ہو۔ جہاں جبرائیل کے بھی پر جلتے ہیں۔ اگر اس پر ہم یہ عقیدہ رکھ لیں کہ لبید جیسے شخص نے تین اشرفیاں لے کر اپنے جادو کے زور سے انہیں معطل کر دیا تھا۔ کوئی بتائے کہ کیا یہ سب توہین رسالت کا موجب نہیں۔

محمد مصطفیؐ ہجرت کے آٹھویں سال میں

صفر ۸ھ میں حضرت محمدؐ نے غالب بن عبداللہ کو 200 افراد کا ایک دستہ دے کر فدک بھیجا۔ یہاں اس سے پہلے حضرت بشیر بن سعد جنگ کیلئے آئے تھے اور ان کے کافی ساتھی شہید ہو گئے تھے، غالب بن عبداللہ کو انہی کے انتقام کے پیش نظر بھیجا گیا۔ غالب بن عبداللہ نے ان پر حملہ کیا اور ان کے کافی آدمی قتل کئے اور بہت سا مال غنیمت لے کر واپس آئے۔

سریہ کعب بن عمیر۔ حضرت کعب بن عمیر کو 15 صحابہ کرام کے ہمراہ بنو قضاء کو سبق سکھانے کی غرض سے بھیجا گیا۔ بنو قضاء نے اس سے پہلے مسلمانوں کے ساتھ غداری کی تھی۔ مگر کافروں نے تعداد زیادہ ہونے کے باعث غلبہ پالیا۔ اور اکثر مسلمان شہید کر دیئے۔

سریہ حضرت شجاع بن وہب۔ بنو ہوازن نے مسلمانوں کے خلاف دشمنوں کو مدد فراہم کی تھی لہذا سبق سکھانے کی غرض سے آپ نے حضرت شجاع کو 25 صحابہ کرام کے ہمراہ بھیجا۔ بنو ہوازن بھاگ گئے اور حضرت شجاع دشمن کے جانور ہانک کر لے آئے۔

Marfat.com

فتح مکہ ۸ھ

وجوہات۔

(۱) مکہ کے قرب وجوار میں دو بڑے قبیلے بنوخزاعہ اور بنوبکر رہائش پذیر تھے۔ دونوں کے درمیان دیرینہ دشمنی تھی۔ بنوبکر کی جارحانہ کارائیوں کے پیش نظر بنوخزاعہ نے حرم کعبہ میں پناہ لے لی۔ مگر بنوبکر نے حرمت کعبہ کی پرواہ کیئے بغیران پرحملہ کر کے ان کے دو آدمی قتل کر دیئے۔

بنوخزاعہ محمد مصطفےٰؐ کا اتحادی جبکہ بنوبکر قریش کا حمایتی تھا۔ اس بناء پر بنوخزاعہ کے چالیس آدمی ایک وفد کی صورت میں آپؐ سے ملنے آئے۔ اور ان ساری معاندانہ کاروائیوں سے انہیں آگاہ کیا۔ چنانچہ آپ صلعم نے اہل قریش کے پاس بدین مقصد قاصد بھیجا کہ بنوبکر کی اس عہد شکنی کے سبب وہ خون بہا ادا کریں۔ اور آئندہ وہ کسی صورت بنوبکر کی حمایت نہ کریں۔ یا صلح حدیبیہ منسوخ کر کے جنگ کیلئے تیار ہو جائیں۔

(۲) مسلمان جب حال ہی میں عمرہ قضاء کر کے آئے تھے۔ انہوں نے یہ محسوس کیا کہ وہ ہر طرف بتوں کی موجودگی میں ایسا کر رہے ہیں اور یہ صورتحال انہیں بہت گراں لگ رہی تھی۔ اس لئے دونوں طرف جنگ کی چنگاریاں آہستہ آہستہ سلگ رہی تھیں۔

(۳) مکہ کی اس پورے خطہ میں ایک مرکزی حیثیت تھی۔ خانہ کعبہ کی وجہ سے پوری دنیا میں اسے ایک امتیازی مقام حاصل تھا۔ اہل قریش کو خدشہ لگا رہتا تھا کہ کہیں مسلمان اس پر قبضہ نہ کر لیں۔ اور محمد مصطفےٰؐ اور ان کے ساتھی بھی اسے نظرانداز نہیں کر سکتے تھے۔ ان وجوہات کی بناء پر اندر اندر سے لاوا پک رہا تھا۔

معاہدہ حدیبیہ ٹوٹا ہے

حضور علیہ السلام کے پیغام کے جواب میں اہل قریش نے انتہائی منفی کردار ادا کیا، ان کے سردار قرظ بن عمر نے جواب میں کہلوا بھیجا کہ وہ کسی بھی صورت خون بہا ادا کرنے کو تیار نہ ہیں۔ اور نہ ہی وہ بنوبکر کی حمایت سے دست کش ہونے کو تیار ہیں۔ نیز اس نے معاہدہ حدیبیہ باقاعدہ منسوخ کرنے کا اعلان کر دیا۔

اہل قریش کی طرف سے تجدید معاہدہ کی کوشش

اہل قریش نے معاہدہ حدیبیہ منسوخ کرنے کا اعلان تو کر دیا مگر بعد میں انہیں احساس ہوا کہ وہ غلطی کر بیٹھے ہیں اور انہوں نے دوبارہ اس کی تجدید کیلئے ابوسفیان کو مدینہ بھیجا۔ مگر ابوسفیان کی بے پناہ

Marfat.com

سفارتی کوششوں کے باوجود مسلمانوں نے ان پر دوبارہ اعتماد کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ چنانچہ اہل قریش کی یہ کوشش ناکام ہو جاتی ہے۔

مسلمان لشکر کا مکہ کی جانب کوچ

ابوسفیان کی واپسی کے بعد محمد مصطفیٰؐ نے اسلامی لشکر کو مکہ کی جانب روانگی کا حکم دے دیا۔

۱۰ رمضان المبارک کو یہ لشکر مراظہران پہنچا۔ راستہ میں بدوی عرب مسلمان اسلامی لشکر میں شامل ہوتے رہے اور اسلامی لشکر کی تعداد دس ہزار تک پہنچ گئی۔ مسلمان لشکر کی ہیبت اور شان دیکھ کر قریش گھبرا گئے اور انہیں مزاحمت کی ہمت نہ ہوئی۔

شہر میں داخل ہوتے ہی یہ منادی کرادی گئی کہ جو شخص اپنے گھر کے اندر بیٹھ جائے گا یا ہتھیار ڈال دے گا یا پھر ابوسفیان کے گھر پناہ لے گا اس کیلئے امان ہے اور اسے کچھ نہیں کہا جائے گا۔

مکہ کی آبادی نے اس رعایت سے فائدہ اٹھایا۔ البتہ ان کے ایک گروپ نے خالدؓ بن ولید سے تعارض کیا۔ خالد بن ولید نے انہیں کچل دیا اور یہ باغی گروپ اپنی تیرہ لاشیں چھوڑ کر بھاگ گیا۔

محمد مصطفیٰؐ انتہائی شان و شوکت سے خانہ کعبہ میں داخل ہوئے ہر طرف یہ نعرہ لگ رہا تھا۔ جاء الحق و ذهق الباطل.

بعد میں محمد مصطفیٰؐ نے ایک تاریخی خطبہ دیا۔ اور اپنے بدترین دشمنوں کو معاف کر کے اعلیٰ مثال قائم کی۔

یہاں تک کہ یسار بن اسود کو بھی معاف کر دیا جس نے حضورؐ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ پر حملہ کر کے انہیں شدید زخمی کر دیا تھا جس کے نتیجہ میں ان کا حمل ساقط ہو گیا، لوگوں کو طاقت کی بجائے اخلاق سے متاثر کیا گیا۔ اور لوگ جوق در جوق اسلام قبول کرنے لگے۔

نتائج واہمیت۔

(۱) فتح مکہ سے خانہ کعبہ آزاد ہو گیا اور اسے بتوں سے مکمل طور پر پاک کر دیا گیا۔ اس طرح صحیح معنوں میں اسے اللہ کا گھر بنا دیا گیا۔

(۲) مکہ اہل عرب کا دل تھا۔ اور اس پر قبضہ سے پورے عرب میں اسلام کا ڈھنکا بج گیا۔ اور اسلام ناقابل تسخیر قوت بن گیا۔

Marfat.com

(۳) فتح مکہ سے اسلام کی اشاعت میں اضافہ ہوگیا۔

(۴) اہل قریش کے اسلام قبول کر لینے کے بعد پورے عرب میں محمد مصطفیٰؐ بلا شرکت غیرے ایک قومی رہنما کی حیثیت اختیار کر گئے۔اور اب اہل قریش کے ہٹ جانے کے بعد محمد مصطفیٰؐ کی توجہ اہل ایران، اہل روم اور دوسرے علاقوں کی جانب منتقل ہوگئی اور جب ان قوتوں نے اسلام کا راستہ روکنے کی کوشش کی تو وہ خود پاش پاش ہوگئیں۔اور اسلام کا جھنڈا پوری دنیا پر لہرا دیا گیا۔

حضرت ابوسفیانؓ۔ایک نئے روپ میں۔

محمد مصطفیٰؐ نے جس بے مثل شجاعت کا مظاہرہ کیا، وہ ان کی اس سچائی کی آئینہ دار تھی، جس سچائی کو محمد مصطفیٰؐ نے اس پورے کرہ ارض پر پھیلانا تھا۔محمد مصطفیٰؐ کی روشنی، محمد مصطفیٰؐ کا کمال ساری کائنات ہے۔انہوں نے پتھر کو ہاتھ لگایا، پتھر اونچا ہوگیا، درخت کو ہاتھ لگایا درخت اونچا ہوگیا۔محمدؐ کی وجہ سے مکہ، مکہ مکرمہ ہوگیا، مدینہ مدینہ منورہ ہوگیا، شہر پہلے بھی تھے لیکن خدا نے ان کی قسم نہیں کھائی۔(لا اقسم بھذا البلد) لیکن محمدؐ کی وجہ سے (وھذ البلد الامین) کہہ کر شہر محمدؐ کی قسم کھائی گئی، صفا و مروہ پہلے بھی تھے۔عرفان و منیٰ پہلے بھی تھے، مقام ابراہیم زم زم پہلے بھی تھے مگر ان کی قسم تورات میں انجیل میں یا کسی اور جگہ نہیں کھائی گئی مگر محمدؐ کی وجہ سے (وانت حل بھذا البلد) کہا گیا۔مرے محمدؐ کے قدموں کے نورانی ملاپ سے پتھر اونچا ہوا، شہر اونچا ہوا، چادریں اور بھی ہیں لیکن جو چادر محمدؐ کے کاندھے پر پڑی اونچی ہوگئی۔اور خدا کو قسم کھانا پڑی، یاایھا المدثر، یاایھا المزمل، محمدؐ کی وجہ سے غلام اونچا ہوا، جس کے قدموں کی ٹاپوں کی آہٹیں سدرۃ المنتہیٰ جہاں جبرائیل کے بھی پر جلتے ہیں۔سنائی دیتی ہیں۔

مرے محمدؐ کی آنکھیں ابوبکر پہ اٹھتی ہیں تو وہ صدیق بن جاتے ہیں۔عمر پر پڑتی ہیں تو وہ قاتل سے عادل بن جاتے ہیں، عثمان پر پڑتی ہیں تو وہ تاجر سے ذوالنورین بن جاتے ہیں، علی پر پڑتی ہیں تو وہ فاتح خیبر بن جاتے ہیں۔سلیمان پر پڑتی ہیں تو وہ غلام سے اپنے ہو جاتے ہیں۔ابوہریرہؓ پر پڑتی ہیں تو وہ حافظ الحدیث بن جاتے ہیں۔

محمد مصطفیٰؐ کے نظر کرم ہی کی بدولت ابن مسعود محدثِ اعظم، ابنِ عباس، مفسر قرآن، حضرت حنظلہ غسیل الملائکہ اور حضرت حمزہ سید الشہداء بن جاتے ہیں۔

محمد مصطفیٰؐ کے طفیل کی بدولت چور چوکیدار رہزن رہبر بن جاتا ہے، اور اس طرح محمد مصطفیٰؐ شدید ترین دشمن، مکہ کا سردار ابوسفیان، جس نے ہر محاذ ہر جنگ ہر منصوبہ بندی میں کفار مکہ کی قیادت کی

Marfat.com

بدر کا معرکہ ہو یا، احد کا، ہر جگہ، وہی محرک بنا، لیکن جب محمد مصطفیٰ ؐ کا عکس کرم ابوسفیان پر پڑتا ہے تو وہ زبردست سے زیردست، سخت دل سے نرم دل، جابر سے صابر اور اب ظالم کافر سے محمد مصطفیٰ ؐ کا جانثار سپاہی بن جاتا ہے۔

ابوسفیان کو پناہ دے کر حضور علیہ السلام کے چچا حضرت عباس آپ ؐ کی خدمت اقدس میں پیش کرتے ہیں۔ آپ اتنے خوش ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ابوسفیان کے ''اسلام'' کی مجھے بہت زیادہ خوشی ہے۔ اس موقعہ پر ابوسفیان خدا کی واحدانیت اور محمد مصطفیٰ ؐ کی رسالت کا اقرار کر کے حلقہ بگوش اسلام بن جاتے ہیں۔

اس تاریخی موقع پر حضرت عباس ؓ حضرت محمد مصطفیٰ ؐ سے سفارش کرتے ہیں کہ ابوسفیان قریش مکہ کا سردار ہے، اور یہ اعزاز پسند کرتا ہے۔ اسے کسی اعزاز سے نوازیئے۔ اس موقع پر محمد مصطفیٰ ؐ اسے ایک تاریخی منفرد عالیشان اعزاز سے نوازتے ہیں۔

ابوسفیان حضور علیہ السلام کی محبوب بیوی وفا شعار زوجہ اور اُم المومنین کا والد بھی ہے۔ اس لحاظ سے آپ صلعم کا سسر بھی۔ اس سارے پس منظر کو دیکھ کر فرمایا۔ کہ

''جو شخص بھی چاہے کتنا ظالم، کافر، جابر کیوں نہ ہو وہ اگر آج ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے تو میری طرف سے امان ہے''

امان دینے والی ذات حضور علیہ السلام کی، جو امان کو اس حد تک مقدس سمجھتے تھے کہ اگر ان کا کوئی غلام بھی کسی کو امان دے دے تو وہ اس کا احترام کرتے۔ لیکن آج کتنے افسوس کی بات ہے کہ چودہ صدیوں بعد بھی محمد مصطفیٰ ؐ کی دی ہوئی امان کو چیلنج کیا جا رہا ہے اور ابوسفیان کے ایمان میں شک۔

زاد المعاد کی روایت کے مطابق اسلام قبول کرنے کے بعد حضرت ابوسفیان کے اسلام میں بڑی خوبی آ گئی تھی وہ حیاء کے سبب حضور ؐ کی طرف سر اٹھا کر نہ دیکھتے، حضرت محمد بھی ان سے بے پناہ محبت فرماتے، اور انہیں جنت کی بشارت دیتے تھے اور اس توقع کا اظہار فرماتے کہ ابوسفیان حضرت حمزہ سید الشہداء کا نعم البدل ثابت ہوں گے۔ (بحوالہ زاد المعاد جلد دوم صفحہ 163-162)

بقول پیر کرم شاہ الازہری حضرت ابوسفیان ؓ کو اپنی بیٹی اُم حبیبہ کے آپ سے نکاح پر اعتراض نہ تھا بلکہ وہ اس پر فخر کرتے۔ اس نکاح کے بعد ابوسفیان کی اسلام دشمنی سرگرمیوں میں بالکل شدت نہیں رہی تھی اس کے بعد اس نے کسی ایسی سرگرمی کی قیادت یا منصوبہ بندی نہیں کی۔

(بحوالہ ضیاء النبی صفحہ 511)

Marfat.com

ہرقل کے دربار میں ابوسفیان کی گفتگو سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ اسلام کی حقانیت جان چکے تھے، مگر وہ سماجی مجبوریوں کی بنا پر ایسا کر پانہیں رہے تھے سماجی مجبوریاں کتنی اہم ہیں اس کا اندازہ ابوطالب کی آخری لمحات میں گفتگو سے باآسانی کیا جاسکتا ہے۔

اور پھر محمد مصطفیٰؐ کا عکس کرم دیکھیں۔ کہ حضرت ابوسفیان اس عہد پر اس طرح عمل پیرا ہوتے ہیں کہ اپنی دونوں آنکھیں۔ محمد مصطفیٰؐ کے مشن کی نذر کر دیتے ہیں۔

جنگ موتہ، جمادی الاول ۸ھ، اگست ستمبر 629)

پس منظر۔ محمد مصطفیٰؐ نے حارث بن عمیر کو اپنا سفیر بنا کر قیصر روم کے گورنر کے پاس بھیجا۔ جسے شام کے گورنر نے گرفتار کر کے قتل کرادیا۔ محمد مصطفیٰؐ پر یہ بات سخت ناگوار گزری، انہوں نے اس بغاوت پر تین ہزار کا لشکر حضرت زید بن حارثہ کی زیر قیادت بھیج دیا تاکہ جس مقام پر ان کے سفیر کو قتل کیا گیا وہیں سے یہ لشکر اپنی جنگ کا آغاز کرے۔

نصیحت۔ محمد رسول اللہ نے فوج کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ کے نام سے، اللہ کی راہ میں، اللہ کا انکار کرنے والوں سے لڑائی کرو، بدعہدی اور خیانت نہ کی جائے، عورت بچے، بوڑھے اور کسی بھی مذہب کی عبادت کرنے والوں کو قتل نہ کیا جائے۔ حضور علیہ السلام نے اس فوج کے بتدریج تین سپہ سالار مقرر فرمائے، تاکہ ایک کے شہید ہونے کے بعد دوسرا از خود سپہ سالار بن جائے، ان میں زید بن حارثہ، جعفر اور عبداللہ بن رواحہ کے نام شامل تھے۔

جنگ کا آغاز۔ اسلامی فوج جب ہرقل قیصر روم کے علاقہ موتہ میں پہنچی تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ مخالف فوج دو لاکھ مسلح افراد پر مشتمل ہے جن کے پاس جدید ترین ہتھیار ہیں، مسلمانوں نے آپس میں مشورہ کیا اور پیچھے ہٹنے کی بجائے محمدؐ کے غلاموں نے کھلی جنگ میں شہادت کو ترجیح دی، دنیا حیران رہ گئی کہ محمدؐ کے غلاموں نے کھلی جنگ میں شہادت کو ترجیح دی، دنیا حیران رہ گئی کہ محمدؐ کے غلام کس طرح جان ہتھیلی پر رکھ کر کلمہ طیبہ کی حرمت کیلئے اپنی گردنیں کٹا رہے ہیں۔ زید بن حارثہ سپہ سالار شہید ہوئے، اس کے بعد حضرت جعفر نے پرچم رسول اللہ بلند کیا، لڑتے لڑتے جام شہادت نوش کیا، عبداللہ بن رواحہ نے حکم رسول کے مطابق پرچم سنبھالا، وہ بھی لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔

Marfat.com

پرچم رسول سیف اللہ کے ہاتھ میں

قیادت خالی ہوگئی اب سپہ سالار مقرر کرنے کی ذمہ داری خود اسلامی فوج پر آ گئی۔ جنہوں نے اپنی صوابدید استعمال کرتے ہوئے خالد بن ولید کو اپنا سپہ سالار مقرر کردیا۔ یہی منشا خداوندی بھی تھی۔ دنیائے اسلام کے مستند اور تاریخ عالم کے بے مثل اس سپہ سالار نے جب پرچم رسول کو اپنے ہاتھ میں لیا۔ اور دوسرے ہاتھ سے اللہ کی تلوار لے کر عیسائی فوجوں میں ایسے گھسے کہ سینکڑوں عیسائیوں کو موت کی آغوش میں سلادیا۔ اس روز خالد بن ولید کے ہاتھ سے نو تلواریں ٹوٹیں اور ایک ایک تلوار نے سینکڑوں دشمنوں کو واصل جہنم پہنچایا۔

خالد بن ولید وہ شخص تھے جنہیں ''سیف اللہ'' اللہ کی تلوار کا خطاب خود محمد مصطفیؐ نے دیا تھا اور اللہ کی تلوار کے سامنے کس کی مجال کہ وہ ٹھہرے۔ ادھر یہ سب ہو رہا تھا اور ادھر میدان جنگ سے سینکڑوں میل دور محمد مصطفیؐ کو خدا یہ منظر براہ راست دکھا رہا تھا۔ وہ دیکھ رہے تھے کہ جھنڈا اب زید کے پاس ہے، دیکھیں زید کس بہادری سے لڑ رہا ہے، اب شہید ہوگیا ہے، جھنڈا اب جعفر نے اٹھالیا، وہ بھی لڑتے لڑتے شہید ہوگئے، اور اب جھنڈا عبداللہ بن رواحہ کے ہاتھ آیا، دیکھیں یہ درویش ادھر سے تلوار زنی کر رہا ہے، اور ادھر سے شعر پڑھ کر مجاہدوں کو گرما رہا ہے، اور آخر رواحہ بھی شہید ہوگیا اس پر آپ کی آنکھیں پرنم ہوگئیں۔ لیکن جب پرچم سیف اللہ (خالد بن ولید) نے تھاما، جس نے دیکھتے ہی دیکھتے، رومیوں کی لاشوں کے ڈھیر لگادیئے۔ فتح مسلمانوں کے قدم چومنے لگی۔

خالد بن ولید ایک ایسے مانے ہوئے سپہ سالار تھے جنہوں نے کمال حکمت سے اپنے سارے مجاہدوں کی جانیں بچاتے ہوئے انہیں محفوظ مقام پر لے آئے۔ اگر رومی اس مقام پر آ کر لڑتے تو انکا خاتمہ یقینی تھا، مگر رومی سمجھ گئے اور اس مقام تک نہ آئے۔

نتائج واثرات۔ اس جنگ کے دو سب سے بڑے نتائج دنیا نے محسوس کیے، ایک تو رومی فوجوں کا رعب ودبدبہ ختم ہو کے رہ گیا۔ دوسرا اس جنگ نے مسلمانوں کو ایک ایسا عظیم جرنیل دیا۔ جس نے بعد میں اسلامی تاریخ کا دھارا بدل دیا، اور خدا کی وحدانیت کا نعرہ دنیا کے کونے کونے میں پہنچادیا۔ نبی کی شجاعت کو جب عملی شکل میں دیکھنا ہو تو خالد بن ولید کو دیکھو۔ اور یہ انہی کے عکس کرم کا نتیجہ ہے۔

ترے غلاموں میں بھی نمایاں
جو ترا عکس کرم نہ ہوتا

Marfat.com

جنگ موتہ پر اعتراضات کا جائزہ

بعض محققین نے جنگ موتہ کی ہیئت اور حکمت عملی پر اعتراضات کئے ہیں۔ مثلاً

(۱) دولاکھ رومیوں پر مشتمل جدید ترین اسلحہ سے لیس فوج کے مقابلہ میں تین ہزار سادہ لوح، غیر تربیت یافتہ مسلمانوں کو بھیجا گیا۔ اور اس طرح بیجا مسلمانوں کو مروایا گیا۔

(۲) جنگ غیر ضروری تھی۔

(۳) مقام جنگ کے انتخاب میں غلطی کی گئی۔

محمد مصطفےٰ کی پوری زندگی کا جائزہ لیا جائے تو محسوس ہوتا ہے کہ انہوں نے از خود کبھی جنگ کا انتخاب نہیں کیا۔ بلکہ صلح حدیبیہ کا منظر تو ثابت کرتا ہے کہ باوجود طاقت کے آپ نے صلح کو ترجیح دی، حالانکہ اس جنگ کو آسانی سے جیت کر قریش مکہ کا خاتمہ کیا جا سکتا تھا۔

جنگ موتہ جارحیت کو روکنے کی کوشش تھی، دولاکھ کے مقابلے میں تین ہزار صحابہ کرام کو کیوں بھیجا گیا۔ جب آپ نے لشکر ترتیب دیا تو اس وقت تو اندازہ نہیں تھا کہ رومی کتنی فوج لے کر آرہے ہیں وہ تو اس وقت پتہ چلا جب رومی دولاکھ کے ساتھ میدان میں آگئے۔ اور وہ جگہ بھی بہت دور تھی، مزید کمک نہیں بھیجی جا سکتی تھی، اس فوج کے بھیجے جانے کا مقصد اشاعت اسلام تھا۔ اور اس کے ردعمل کے طور پر اردگرد کے تقریباً 30 ہزار افراد دائرہ اسلام میں داخل ہوگئے رومیوں سے جنگ کر کے مسلمانوں نے ان کے طریق جنگ کا اندازہ لگالیا، اور اس طرح انہوں نے جدید فن سپہ گری سیکھ لیا۔

مرے خیال میں اس جنگ کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ مسلمانوں کو پوری دنیا کی جنگی تاریخ کا ایک نامور سپہ سالار جرنیل اور فاتح خالد بن ولید میسر آیا۔

غزوہ حنین۔ شوال ۸ھ

فتح مکہ کے بعد محمد مصطفےٰ پر ایک اور خونخوار جنگ مسلط کردی گئی کفار مکہ ہوازن اور ثقیف کے قبائل نے از سر نو اپنی صف بندی کر کے، مکہ پر حملہ کی غرض سے پیش قدمی کی، اس لشکر نے پہل کا فائدہ اٹھاتے ہوئے انتہائی جنگی اہمیت کے حامل مقام ''اوطاس'' کا انتخاب کیا جو مکہ اور طائف کے درمیان ''حنین'' کی وادی میں واقع ہے۔

ادھر محمد مصطفےٰ 12 ہزار افراد کا لشکر لے کر مقابلے کیلئے نکلے، آپ کے لشکر میں منافقین اور کچھ

Marfat.com

غیر مسلم بھی شامل ہو گئے تھے۔

محمد مصطفیٰؐ لشکر کی قیادت کے فرائض سرانجام دے رہے تھے، اور بالکل آگے تھے جبکہ آپ کے اردگرد زیادہ تر یہی لوگ تھے۔ لڑائی شروع ہوئی، انتہائی گھمسان کا رن پڑا، کفار نے اس جنگ کیلئے حکمت عملی طے کی ہوئی تھی اور انہوں نے انتہائی ماہر تیراندازوں کا دستہ ترتیب دیا ہوا تھا۔ عین موقع پر آپ کے اردگرد منافقین اور غیر مسلم افراد نے آپ سے دھوکہ کرتے ہوئے آپ کا ساتھ چھوڑ دیا اور ادھر تیراندازوں کی مار سے باقی مسلمانوں کے پاؤں اکھڑنے کے قریب ہی تھے کہ محمد مصطفیٰؐ تن تنہا کفار کے تیروں کا مقابلہ کرتے رہے اور ساتھ یہ شعر پڑھ کر کفار کو للکارتے رہے۔

انا النبی لا کذب انا ابن عبدالمطلب

(میں نبی ہوں، یہ جھوٹ نہیں ہے میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں)

ان نازک ترین لحات میں محمد مصطفیٰؐ پر بے نظیر شجاعت کا ظہور ہوا۔ اور انہوں نے انتہائی ثابت قدمی دلیری اور بے مثال قوت خوداعتمادی سے تن تنہا کفار کے انتہائی ماہر تیرانداز دستے کی برسائی ہوئی تیروں کی بارش کا سامنا کیا۔

اس شدید بھگدڑ میں آپ نے اپنی خچر کو ایڑ لگا کر دشمن کی فوج میں جھونک دیا۔ اور تبھی ان کے اندر کی سچی آواز زبان مبارک سے ادا ہو کر فضاء میں گونج رہی تھی۔ کہ جس طرح اس میں شک نہیں کہ میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں اور اسی طرح میں اللہ کی طرف سے بھیجا گیا اللہ کا سچا نبی ہوں۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے۔

اور ایسے میں ابوسفیان ایک نئے روپ میں جلوہ گر ہوتے ہیں، وہ محمد مصطفیٰؐ کی آواز سنتے ہی آگے بڑھ کر ان کے سامنے ایسے کھڑے ہو جاتے ہیں کہ انہیں کوئی تیر نہ لگے، کوئی گزند نہ پہنچے، ابوسفیان نے آپ کے خچر کی لگام تھام لی، سیدنا عباس نے رکاب پکڑ لی دوسرے صحابہ کرام، صدیق اکبر، سیدنا عمر فاروق اعظم، علی المرتضیٰ، فضل بن عباس اور اسامہ بن زید نے اپنی جانوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے محمد مصطفیٰؐ کے سامنے ڈھال بن گئے اور ایسے میں محمد مصطفیٰؐ کی آواز فضاء میں گونجنے لگی۔ یا معشر الانصار۔ یا معشر اصحاب اسمرہ۔ اور تھوڑی ہی دیر میں سیدنا عباس کی جاندار آواز۔ محمد مصطفیٰؐ کی آواز کے ساتھ ہم آواز ہو گئی تو شکست خوردہ منتشر اور مضمحل، اسلامی لشکر ایک نئی قوت کے ساتھ ایک نئے جذبے کے ساتھ اور ایک نئے عزم کے ساتھ پکار اٹھتا ہے۔ لبیک یا رسول اللہ لبیک، لبیک یا رسول اللہ لبیک۔

اور مسلمان ایسے پلٹے کہ تاریخ کا دھارا بدل دیا گیا۔ صحابہ کرام تیزی جنگ کا نقشہ تبدیل ہوتا ہے۔

Marfat.com

میں سواریوں سے کود پڑے زرہیں لپیٹ کر گردنوں پر ڈال دی گئیں، شمشیر بکف ہو کر میدان کی طرف ایسے دوڑے، کہ دنیا ان کی ایثار فدائیت دیکھ کر دنگ رہ گئی۔

آناً فاناً دھواں دھار جنگ شروع ہو گئی لڑائی کا نقشہ ہی بدل گیا، ثقیف وہوازن کے تیراندازوں کا دستہ بھاگ گیا۔

محمد مصطفیٰؐ کا معجزہ۔ جبیر بن مطعم کہتے ہیں کہ انہوں نے اس وقت آسمان سے ایک سیاہ چادر اترتے دیکھی، اچانک جس سے سیاہ چیونٹیاں نکل کر پوری وادی میں پھیل جاتی ہیں، ان فیصلہ کن لمحات میں محمد مصطفیٰؐ نیچے جھک کر ایک مٹی کی مٹھی اٹھا کر دشمن کے لشکر کی طرف پھینکتے ہیں تو دشمن تتر بتر ہو جاتا ہے۔ اور معرکہ حنین محمد مصطفیٰؐ اور ان کے جانثاروں کے نام رقم ہو جاتا ہے۔

غزوہ طائف ۸ھ

یہ غزوہ بھی دراصل غزوہ حنین کے تسلسل کی ایک کڑی ہے غزوہ حنین میں ہوازن وثقیف کے سپہ سالار مالک بن عوف اپنی بچی کھچی فوج کیساتھ بھاگ کر طائف میں اپنے ایک عظیم الشان قلعہ میں قلعہ بند ہو گیا۔ یہ بہت بڑا قلعہ تھا، جس کے ارد گرد پہاڑ تھا، یہاں انہوں نے سال دو سال تک کھانے پینے کا جملہ سامان اکٹھا کر لیا تھا ہر قسم کا اسلحہ ان کے پاس تھا۔

محمد مصطفیٰؐ اسی ماہ یعنی شوال ۸ھ میں طائف روانہ ہوئے اس سے پہلے آپ نے خالد بن ولید کی زیر قیادت ایک ہزار صحابہ کرام پر مشتمل ہراول دستہ روانہ کر دیا تھا۔ آپ نخلہ، یمانیہ، منازل اور پھر لیہ سے ہوتے ہوئے قلعہ طائف پہ پہنچے، راستے میں آپ نے لیہ میں واقع مالک بن عوف کا قلعہ مسمار کروایا۔

طائف کے قلعہ کا محاصرہ طول پکڑتا گیا یہاں تک کہ چالیس دن گزر گئے دونوں طرف سے جوانمردی سے مقابلہ کیا گیا، مسلمانوں نے منجنیق سے قلعہ میں شگاف ڈال دیا اور دبابہ کے اندر گھس گئے۔ مگر دشمن نے ان پر لوہے کے جلتے ٹکڑے پھینکے اور ان پر تیر برسائے۔

حضور علیہ السلام نے بعد ازاں باہمی مشورہ سے فیصلہ کیا کہ اب لومڑی اپنے بھٹ میں گھس گئی ہے اور نقصان دینے کی طاقت میں نہیں ہے لہذا اب واپس جانا چاہیے۔ معرکہ حنین میں آپ کو کافی مال غنیمت بھی ملا۔

جسے بعد ازاں تقسیم کر دیا گیا، آپ نے حضرت ابوسفیان ان کے بھائی یزید، اور بیٹے معاویہؓ بن

Marfat.com

سفیان کو تقریباً 18 کلو چاندی اور تین سو اونٹ بطور مال غنیمت دیئے۔ محمد مصطفیٰؐ نے جملہ مال غنیمت تقسیم کر دیا۔ لوگوں کو اندیشہ ہوا کہ کہیں غریبی نہ آ جائے، تو آپؐ نے فرمایا "قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے میرے پاس جو کچھ بھی ہوگا میں اسے تقسیم کر دوں گا میں اپنے پاس اونٹ کا ایک بال بھی نہیں رکھوں گا۔ انصار کو تقسیم پر کچھ گلا ہوا مگر جب آپ نے یہ فرمایا کہ میں تو تمہارے ساتھ جا رہا ہوں جس پر وہ نعرے لگانے لگے۔

یہ یاد رہے کہ اگرچہ آپ نے اس وقت طائف کا محاصرہ ختم کر دیا تھا۔ مگر بعد ازاں آپ کی حکمت عملی سے غزوہ تبوک کے بعد، اہل طائف نے آپ کی اطاعت قبول کر لی تھی۔

۸ھ ایک نظر میں

محمد مصطفیٰؐ نے ۸ھ اپنی بے مثل قیادت، جدوجہد، اور لازوال عزم کی بنا پر تاریخی کامیابیاں حاصل کیں۔ سریہ غالب بن عبداللہ (صفر ۸ھ) سریہ ذات اطلح (ربیع الاول ۸ھ)، سریہ ذات عرق (ربیع الاول ۸ھ) سریہ نخلہ بغرض انہدام بت عزیٰ (۲۵ رمضان ۸ھ۔ زیر قیادت خالد بن ولید)۔ سریہ رہاط بغرض انہدام بت سواع زیر قیادت عمرو بن العاص، سریہ سعد بن زیدؓ بغرض انہدام بت غسان، سریہ ذات السلاسل اور سریہ خضرہ چھوٹی چھوٹی جنگیں ہوئیں۔ علاوہ ازیں حنین اور معرکہ موتہ جیسی عالمی جنگیں کی گئی۔ ان تمام جنگوں میں ملا جلا ردعمل حاصل ہوا۔ مگر اسلام پھیلتا گیا، بتوں کو توڑ کر شرک کا راستہ بند کیا گیا اور صحراؤں، نخلستانوں اور اس پورے خطے میں خدا کی واحدانیت کا پرچم بلند کیا گیا۔

انہی ایام میں ایک اور واقعہ پیش آیا، حضور علیہ السلام نے حضرت خالد بن ولید کو عزیٰ کی مہم کے بعد شعبان ۸ھ میں بنو حزیمہ کے پاس برائے تبلیغ بھیجا، مگر وہاں لڑائی کا ماحول بن گیا، حضرت خالد بن ولید نے ان کے سردار کو قتل کر دیا، اور باقی افراد کو قیدی بنا لیا گیا، بعد ازاں خالد بن ولید نے ان قیدیوں کو قتل کرنے کا حکم دے دیا۔

مگر ساتھیوں نے آپ کے حکم کی تعمیل نہیں کی، معاملہ جب حضور علیہ السلام کے پاس پہنچا تو آپ نے کسی کو کچھ کہنے کی بجائے خدا کے حضور گڑگڑا کر دعا فرمائی کہ "اے اللہ خالد نے جو کچھ کیا میں اس سے تیری طرف برأت اختیار کرتا ہوں"۔ اس دعا سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ آپ قیدیوں کے حقوق کا کس قدر خیال فرماتے تھے۔ ۸ھ میں فتح مکہ کا معرکہ سر ہونے کے بعد محمد مصطفیٰؐ اپنے مشن کی تکمیل کے آخری مرحلے کی طرف رواں دواں ہو گئے۔

Marfat.com

۹ھ ایک نظر میں

۱) افسران مال کا تقرر۔ محرم ۹ھ
۲) سریہ عینیہ بن حصن فرازی۔ محرم ۹ھ
۳) سریہ قطبہ بن عامر۔ صفر ۹ھ
۴) سریہ ضحاک بن سفیان کلابی ربیع الاول ۹ھ
۵) سریہ علقمہ بن مجزز مدلجی ربیع الآخر ۹ھ
۶) سریہ علی بن ابی طالب ربیع الاول ۹ھ
۷) غزوہ تبوک
۸) شاہ حبشہ کی وفات اور اس کی غائبانہ نماز جنازہ۔
۹) محمد مصطفیٰ ؐ کی صاحبزادی اُم کلثوم کی وفات۔
۱۰) رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کی وفات۔
۱۱) حج زیر امارت ابوبکر صدیقؓ

Marfat.com

محمد مصطفیٰؐ۔ ۹ ھ میں

محمد مصطفیٰؐ نے اپنے خدا کی طرف سے دی گئی ذمہ داریوں کو جس تیزی، مستقل مزاجی اور اولعزمی سے ادا کیا کہ اس کی مثال ازل سے لے کر ابد تک تخلیق ہی نہیں ہوسکی۔ مدینہ کی (city state) شہری ریاست کے ارتقاء کے بعد سرزمین عرب کا مرکزی مقام اور دارالخلافہ مکہ کو بھی فتح کر لیا گیا، ۹ ھ میں محمد مصطفیٰؐ اپنی عمر مبارک کے 61 ویں، اور نبوت کے بائیسویں سال میں داخل ہو جاتے ہیں۔ ۹ ھ کو محمد مصطفیٰؐ نے کیسے گزارا، اس کا سرسری جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

۱) افسران مال کی تقرری۔ محمد مصطفیٰؐ کی زیر قیادت عرب ریاست کافی حد تک پھیل چکی تھی، لوگ جوق در جوق دائرہ اسلام میں داخل ہورہے تھے۔ فتوحات کا سلسلہ بڑے زور وشور سے جاری تھا۔ قبائل اور چھوٹے حکمران آپ کی اطاعت قبول کررہے تھے۔ اسلامی معاشی نظام کے خدوخال پوری طرح نمایاں ہو رہے تھے، زکواۃ، صدقات، خیرات، عشر، خمس جزیہ اور خراج وغیرہ کی وصولی کیلئے عمال/افسران مال کا باقاعدہ تقرر کیا گیا۔ اس کی ابتدا محرم ۹ ھ ہی میں کردی گئی تھی۔ ان میں حضرت علی، حضرت عمرو بن العاص، ضحاک بن سفیان اور بشیر بن سفیان سمیت تقریباً 16 صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین شامل تھے۔

۲) سریہ قطبہ بن عامر صفر ۹ ھ۔ ۹ ھ کے دوسرے مہینہ میں قطبہ بن عامر کی زیر قیادت بیس افراد پر مشتمل دستہ قبیلہ خثعم کی سرکوبی کیلئے روانہ کیا۔ جو کامیاب واپس لوٹے۔

۳) سریہ بنو کلب ربیع الاول ۹ ھ۔ حضرت ضحاک بن سفیان کی قیادت میں بنو کلاب کو دعوت اسلام دینے کی غرض سے کچھ افراد پر مشتمل ایک دستہ روانہ کیا گیا۔ انکار پر جنگ ہوئی مسلمان با فتح واپس لوٹے۔

۴) سریہ علقمہ بن مجزز ربیع الثانی ۹ ھ۔ حضرت علقمہ کے زیر قیادت تین سو افراد پر مشتمل ایک دستہ کو ساحل جدہ پر ڈاکوؤں کی سرکوبی کیلئے بھیجا گیا۔ انہوں نے انکی سرکوبی کرتے ہوئے، سمندر تک ان کا پیچھا کیا اور ان کے بھاگنے پر آپ سمندر میں اتر گئے اور ایک جزیرہ تک پیش قدمی کی۔

۵) انہی ایام میں حضرت علی کو 150 افراد کے ہمراہ کلس نامی بت گرانے کیلئے بھیجا گیا۔ آپ نے انہیں شکست دی قیدی اور مال غنیمت لے کر واپس آئے۔ یہ معرکہ قبیلہ طائی کے خلاف تھا۔ مشہور زمانہ شخصیت حاتم طائی کا تعلق اسی خاندان سے تھا۔ قیدیوں میں حاتم طائی کی صاحبزادی بھی شامل تھی۔ جو آپ کے حسن اخلاق اور حسن کردار سے بے حد متاثر ہوئی۔

۶) بدکاری کی بنا پر حاملہ عورت کو پہلی مرتبہ رجم کی سزا سنائی گئی اور بچے کی پیدائش کے بعد زمانہ رضاعت کے بعد۔ اس سزا پر عمل کیا گیا۔

Marfat.com

۷) رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھی گئی۔ حضرت عمر فاروقؓ نے کہا کہ اس منافق کی نماز جنازہ پڑھنا مناسب نہیں ہے۔ بہر حال مصلحت کے تحت نماز جنازہ پڑھ لی گئی۔ بعد میں حضور علیہ السلام پر وحی اتری کہ منافقین کا نماز جنازہ پڑھنا مناسب نہیں ہے اور حضرت عمر کی رائے سے خدا کی طرف سے بھی اتفاق کیا گیا۔

۸) حضور کی صاحبزادی حضرت اُم کلثوم جو حضرت عثمانؓ کے نکاح میں تھیں، کی وفات ہوئی ہے اس مرحلہ پر آپ بہت غمزدہ ہو کر فرماتے ہیں کہ اگر میری تیسری بیٹی بھی ہوتی تو میں اس کا نکاح بھی عثمان کے ساتھ کر دیتا۔

۹) سریہ عیینہؓ محرم ۹ھ عیینہ بن حصنؓ بنو تمیم کے علاقے میں افسر مال مقرر کئے گئے تھے، بنو تمیم نے جزیہ دینے سے انکار کر دیا، ان کی سرکوبی کیلئے آپ نے انکی زیر قیادت پچاس افراد پر مشتمل ایک دستہ روانہ کیا۔ جس نے ان کے سرکردہ افراد کو گرفتار کر لیا، اس سریے کے نتیجہ میں ایک اہم شخصیت حضرت حسان بن ثابت منظر عام پر آتی ہے۔

۱۰۔ حسان بن ثابت۔ عظیم شاعر، محمد مصطفٰےؐ کے اولین نعت گو اس سریے کے نتیجہ میں منظر عام پر آتے ہیں۔ اور ایسے آتے ہیں کہ چھا جاتے ہیں۔ آج بھی ہر جگہ ''بزم حسان'' کے نام سے انجمنیں بنی ہوئی ہیں۔ جہاں محمد مصطفٰےؐ کی شان اور منقبت میں نعتیہ پروگرام منعقد کئے جاتے ہیں۔ واقعہ یوں ہے کہ جب حضرت عیینہ نے بنو تمیم کے سرکردہ افراد کو گرفتار کر کے حضور کی خدمت میں پیش کیا۔ اسی اثناء میں بنو تمیم کے دس سردار حضور کی خدمت میں پیش ہوئے اور فنِ تقریر اور شاعری میں حضور کے اصحاب کے ساتھ مقابلے کی خواہش کا اظہار کیا۔ جسے قبول کر لیا گیا۔

ان کی طرف سے عطارد بن حاجب نے تقریر کی۔ حضور علیہ السلام نے اس کے جواب کیلئے خطیب اسلام حضرت ثابت بن قیس کو حکم دیا۔ جنہوں نے بڑے فصیح و بلیغ انداز میں اس کا جواب دیا۔ اس کے بعد بنو تمیم نے اپنے مشہور شاعر زبرقان بن بدر کو آگے بڑھایا اور اس نے اپنا شاعرانہ کلام پیش کیا۔ اس کے جواب میں حضورؐ نے حضرت حسان بن ثابت کو حکم دیا کہ وہ اس کا جواب دیں۔ حسان بن ثابت نے جب اپنا کلام پیش کیا تو بنو تمیم کے سردار اقرع بن جالس حیران رہ گیا اور کہنے لگا کہ آپ کا خطیب ہمارے خطیب سے زیادہ فن خطابت میں مہارت رکھتا ہے اور آپ کا شاعر ہمارے شاعر سے زیادہ فصیح و بلیغ ہے، ان کی آواز ہماری آواز سے بلند تر اور اہمیت کی حامل ہے اس کے ساتھ ہی بنو تمیم کے سرداروں نے اسلام قبول کر لیا۔ حضور علیہ السلام نے انہیں ان کے قیدی بچے وغیرہ واپس کر دیئے اور انہیں بہترین

Marfat.com

تحائف سے نوازا۔

۱۱) قصہ محمد مصطفےٰ ﷺ کی ایک جادر کا۔ کعب بن زہیر ایک ہجو گو شاعر تھا۔ حضور علیہ السلام کے خلاف لغویات بکتا رہتا تھا۔ اس کے یہ گندے اشعار پورے معاشرے میں پھیل جاتے تھے۔ آخری چارہ کار کے طور پر آپ نے مجبوراً فتح مکہ کے موقعہ پر اس کے قتل کا حکم نامہ جاری کیا۔ انہی ایام میں کعب بن زہیر کے ایک بھائی بجیر بن کعب نے کہیں آپ کی تعریف سنی، انہیں اشتیاق پیدا ہوا اور حضور کی خدمت میں پیش ہو کر اسلام قبول کر لیا۔ کعب کو بجیر نے حضور کے اخلاق حمیدہ کے متعلق تفصیل سے بتایا۔ تو کعب بھی مائل بہ اسلام ہو گیا، کعب ایک اجنبی کے روپ میں حضور کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اور کہا کہ کعب بھی اگر اسلام قبول کر لے تو کیا آپ اسے معاف فرما دیں گے تو رحمت اللعالمین نے فرمایا ''ہاں'' جس پر اس نے اسلام قبول کر لیا۔ محفل میں ایک انصاری نے تلوار نکال لی کہ اس کو مار دیا جائے، مگر جو گردن محمد مصطفےٰ ﷺ کے خدا کے آگے جھک جائے اسے کیسے کاٹا جا سکتا ہے۔ آپ ﷺ نے اس انصاری کو روک دیا۔ کعب نے اس موقعہ پر یہ اشعار پڑھے۔

بانت سعاد قطبی الیوم قبول

قیم اثرھا لم بضد مکبول

ان الرسول سیف یستضاء بہ

مھند من سیوف اللہ مسلول

حضور علیہ السلام اس مجلس میں اس وقت ایک خوبصورت یمنی چادر اوڑھے ہوئے تھے اٹھے اور کعب کو اوڑھا دی، اس چادر کا اتنا چرچا ہوا، ہر ایک کی خواہش تھی کہ کاش متبرک اور مقدس چادر اس کے پاس ہوتی۔ بعد ازاں حضرت امیر معاویہ نے یہ چادر کعب کے وارثان سے بیس ہزار دینار میں خرید لی۔ حضرت امیر معاویہؓ نے یہ چادر خریدنے کے بعد اپنے پاس رکھ لی، اور خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں پیش کر دی، خلیفہ اول نے اسے خلفاء کیلئے مختص فرما دیا۔ اور یہ چادر سلسلہ بسلسلہ چلتی رہی، یہاں تک کہ تاتاریوں کے حملہ میں غائب ہو گئی۔

غزوہ تبوک ۹ھ

پے درپے فتوحات کی وجہ سے مسلمان اگرچہ جزیرۃ العرب پر چھائے تھے اور وہاں ایسی کوئی منظم طاقت نہیں بچی تھی، جو انہیں چیلنج کرتی، البتہ کچھ چھوٹے چھوٹے قبائل یا بدو ہلکا پھلکا بعض اوقات امن وامان کا مسئلہ بنا دیتے تھے، جنہیں بیس پچیس افراد پر مشتمل دستہ بھگا دیتا تھا۔

Marfat.com

اندرونی مشکلات ختم ہو چکی تھیں اور محمد مصطفیٰؐ یکسوئی سے اشاعت اسلام کی طرف اپنی تمام تر توانائیاں صرف کرنے کیلئے یکسو ہو گئے تھے اور ادھر مملکت روم جو اسوقت عالمی سامراج کا روپ دھارے سب سے بڑی فوجی قوت کی حیثیت رکھتی تھی۔ اسے بھی یہ احساس تھا کہ مسلمان تیزی سے چھا رہے ہیں اور ان کی ابھرتی ہوئی قوت یقیناً روم کیلئے باعث تشویش تھی۔ نیز اس سے قبل وہ جنگ موتہ میں مسلمانوں کے جذبہ اور طریق جنگ کو بخوبی دیکھ چکے تھے اور اس اندیشے کی بنا پر روم عربوں کو نا قابل تسخیر ہونے سے قبل کچلنے کا منصوبہ بنا رہا تھا۔ اور محمد مصطفیٰؐ اور ان کے ساتھی اس حملے کی کسی بھی وقت توقع کر رہے تھے۔ محمد مصطفیٰؐ کے مشیر اعلیٰ عمر فاروق مکمل طور پر ذہنی طور پر اس حد تک تیار تھے کہ ایک دفعہ ایک انصاری نے انکا دروازہ کھٹکھٹایا تو آپ نے دروازہ کھولتے ہی اس سے خود سوال کیا کہ کیا غسانیوں (رومیوں) نے حملہ کر دیا ہے۔

محمد مصطفیٰؐ تک رومیوں کی جنگ کی تیاری کی خبریں متواتر پہنچ رہی تھیں وہ بھی اس اندیشے میں تھے کہ جنگ ناگزیر ہوتی جا رہی ہے لہذا انہوں نے اپنی نوزائیدہ اسلامی ریاست کے دفاع کیلئے بھرپور تیاری شروع کر دی۔ حالات بہت نازک تھے مالی وسائل نہ ہونے کے برابر تھے۔

چندہ کی اپیل۔ اس جنگ کی سب سے اہم بات محمد مصطفیٰؐ کا بذات خود صحابہ کرام سے مالی وسائل فراہم کرنے کی خاطر چندے کی اپیل ہے۔ بات تو سیدھی سادھی ہے کہ چندے کی اپیل محمد مصطفیٰؐ کریں اور سامنے بیٹھے ہوئے صحابہ ہوں۔ جو آپ پر اپنی اپنے بچوں اور عزیز واقارب کی جانیں قربان کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے۔ وہ اپیل کیسے رائیگان جا سکتی تھی۔

صدیق اکبرؓ نے اپنے گھر میں موجود سب کچھ اٹھا کر لے آئے، آپ نے پوچھا یا ابوبکر۔ پیچھے اپنے بچوں کیلئے کیا چھوڑا، فرمایا۔ خدا اور اس کا رسول۔ سیدنا فاروق اعظم اپنا نصف مال لے کر حاضر خدمت ہوتے ہیں۔ عبدالرحمان بن عوف 30 کلو چاندی، عاصم بن عدی 14 ہزار کلو کھجور لا کر پیش کرتے ہیں۔

علامہ اقبال نے اس کا نقشہ کچھ اس طرح کھینچا ہے۔

اک دن رسول پاک نے اصحاب سے کہا
دیں مال راہ حق میں جو ہوں تم میں مالدار
ارشاد سن کے فرط طرب سے عمر اٹھے
اس روز ان کے پاس تھے درہم کئی ہزار

Marfat.com

دل میں یہ کہہ رہے تھے کہ صدیق سے ضرور
بڑھ کر رکھے گا آج قدم میرا رہوار
پوچھا حضور سرور عالم نے اے عمر
اے وہ کہ جوش حق سے ترے دل کو ہر قرار
رکھا ہے کچھ عیال کی خاطر بھی تو نے کیا؟
مسلم ہے اپنے خویش واقارب کا حق گزار
کی عرض نصف مال ہے فرزند وزن کا حق
باقی جو ہے وہ ملت بیضا پہ ہے نثار
اتنے میں وہ رفیق نبوت بھی آ گیا
جس سے بنائے عشق ومحبت ہے استوار
بولے حضور چاہیے فکر عیال بھی
کہنے لگا وہ عشق ومحبت کا رازدار
اے تجھ سے دیدہ مہ وانجم فروغ گیر
اے تیری ذات باعث تکوین روزگار
پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس
صدیق کیلئے ہے خدا کا رسول بس

عباس بن عبدالمطلب ،طلحہؓ، سعد بن عبادہ، محمد بن مسلمہ اور دوسرے صحابہ کرام اپنی اپنی بساط کے مطابق مال واسباب آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں عورتوں نے تو اپنے زیور اتار کر محمد مصطفےٰؐ کے سامنے ڈھیر کر دیئے۔ لیکن پھر بھی اتنے بڑے لشکر کی سواری اور زاد راہ کا سامان پورا نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اب محمد مصطفےٰؐ کی نگاہ نبوت سیدنا عثمان غنی کی طرف اٹھتی ہے، تو عثمان غنی نے نو سو اونٹ ایک سو گھوڑے، ساڑھے پانچ کلو سونا اور بیس کلو چاندی محمد مصطفےٰؐ کے سامنے پیش کر دی۔

محمد مصطفےٰؐ حضرت عثمانؓ سے اتنے خوش ہوئے کہ آپ نے فرمایا ''آج کے بعد ''عثمان'' کو کوئی ضرر نہیں ہوگا'' اور انہیں ان کی مسلسل خدمات پر ''غنی'' کا خطاب دیا گیا آپ نے اسلامی فوج کو کوچ کا حکم دے دیا۔

Marfat.com

ہدایات نبوت۔

(۱) کوئی شخص وادی القریٰ (جہاں قوم ثمود پر عذاب نازل ہوا تھا) کے پانی کو استعمال نہ کرے۔ (۲) کوئی شخص لشکر گاہ سے اکیلا باہر نہ نکلے۔ (۳) صرف اس کنوئیں کا پانی استعمال کیا جائے جس سے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی نے پانی پیا تھا۔ (۴) وادی حجر کے مکانوں میں کوئی داخل نہ ہو۔ (۵) تبوک پہنچنے پر میرے آنے سے پہلے چشمہ کا پانی استعمال نہ کیا جائے۔ جن لوگوں نے ان ہدایات کی خلاف ورزی کی، انہیں مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ ان علاقوں پر گزشتہ نبیوں کے ادوار میں عذاب نازل ہوا تھا۔ خدائی عذاب کی باقیات موجود رہتی ہیں، ان وجوہات کی بناء پر آپ نے مذکورہ ہدایات جاری فرمائی تھیں۔

معجزے اور پیشنگوئیاں۔

محمد مصطفےؐ نے اپنے سفر تبوک میں کچھ ایسی پیشنگوئیاں کیں، جو بعد میں حرف بحرف پوری ہوئیں۔

(۱) حضرت ابوذر غفاری کو اکیلا آتا دیکھ کر فرمایا "اللہ ابوذر پر رحم فرمائے اکیلا چلا آ رہا ہے، اکیلا ہی مرے گا اور اکیلا ہی اٹھایا جائے گا۔ یہ پیشنگوئی حضرت عثمان کے دور خلافت میں پوری ہوئی ابوذر خلافت عثمان میں زبذہ کے مقام پر اکیلے فوت ہوئے، کوئی تجہیز و تکفین کرنے والا نہ تھا۔

(۲) راستے میں پانی ناپید ہو گیا تھا انسان و جانور بلبلا رہے تھے، آپ نے دعا فرمائی بادل آیا، برسا اور سب کچھ پانی پانی ہو گیا۔

(۳) تبوک پہنچنے پر ایک چشمہ نظر آیا جس میں پانی نہ تھا۔ آپ نے ہاتھ لگایا تو پانی ایسا رواں دواں ہوا کہ آج تک اس مقام پر وہ چشمہ فوارہ کی طرح ابل رہا ہے۔

(۴) جنابؐ نے پیشنگوئی کی کہ رات کو سخت آندھی چلے گی، اس وقت کسی چیز کو مضبوطی سے پکڑ لینا، ایک شخص نے ایسا نہیں کیا چنانچہ آندھی نے اسے اڑا کر دور پہاڑ میں پھینک دیا۔

رومی میدان سے بھاگ جاتے ہیں۔

محمد مصطفےؐ نے بیس دن تبوک کے مقام پر قیام فرمایا، رومی میدان سے بھاگ گئے، آپؐ نے مزید انکا پیچھا کرنا مناسب نہ سمجھا اور واپسی کا ارادہ فرما لیا۔ البتہ آپ نے اپنے سپہ سالار خالد بن ولید کو ہرقل شاہ روم کے دست راست اکیدر بن عبدالملک کی سرکوبی کیلئے روانہ فرما دیا اور انہیں ہدایت فرمائی کہ

Marfat.com

جب تم اسے نیل گائے کا شکار کھیلتا ہوا پاؤ تو اسے قتل نہیں کرنا بلکہ گرفتار کرنا ہے۔ حکم دینے والے محمد مصطفیٰؐ ہوں اور جس کو حکم دیا جا رہا ہے وہ خالد بن ولید جیسا فنون حرب کا ماہر، خالد بن ولید نے اس پر چھاپا مارا وہ اپنے بھائی کے ساتھ بھاگ گیا۔

خالد بن ولید نے اپنا گھوڑا سرپٹ اس کے پیچھے دوڑا دیا، تھوڑی دیر بعد اس کو جالیا۔ اس کا بھائی قتل ہو گیا۔ اکیدر کو حکم نبوت کے مطابق گرفتار کر کے محمد مصطفیٰؐ کے سامنے پیش کر دیا گیا۔ اکیدر کی اس طرح گرفتاری شاہ روم کی واضح شکست تھی۔ اکیدر شاہ روم کی طرف سے علاقہ کا نامزد حکمران تھا۔ اس فتح پر محمد مصطفیٰؐ اس پورے خطے میں غیر متنازعہ، مسلمہ اور مستند حکمران کی حیثیت اختیار کر چکے تھے۔

اثرات

(۱) رومی اس وقت سپر پاور کی حیثیت رکھتے تھے۔ ان کی پسپائی نے پورے جزیرہ عرب میں محمد مصطفیٰؐ کی دھاک بٹھا دی۔

(۲) اہلہ کے حاکم یحنہ بن روبہ نے آپ کی اطاعت قبول کر لی اور جزیہ کے عوض صلح کا معاہدہ کیا اور اسے حفظ جان و مال کی ضمانت دی گئی۔

(۳) محمد مصطفیٰؐ کے ساتھیوں کی فوجی ساکھ نہایت مضبوط ہو گئی۔

(۴) آپؐ نے خالد بن ولید کے سرکردگی میں ایک دستہ دومۃ الجندل بھیجا وہاں خالد بن ولید نے اس کے حاکم اکیدر کو عین نیل گائے کو شکار کرتے وقت گرفتار کر لیا، اور اس کی دو ہزار اونٹ، آٹھ سو غلام، چار سو زرہیں اور نیزے دینے کی شرط پر جان بخشی کر دی گئی۔

(۵) اردگرد کے قبائل جو اب تک رومیوں کے ساتھ تھے نے رومیوں کو چھوڑ کر محمد مصطفیٰؐ کی اطاعت قبول کر لی اس طرح اسلامی سلطنت کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا گیا۔

(۶) واپسی کے سفر میں منافقین نے ان پر قاتلانہ حملہ کیا جسے ناکام بنا دیا گیا جب آپ مدینہ پہنچے تو وہاں

طلع البدر علینا

وجب الشکر علینا

کے نغموں میں آپ کا پرتپاک استقبال کیا گیا۔ اس پورے سفر میں آپ کے پچاس روز صرف ہوئے اور یہ آپ کی زندگی کا آخری غزوہ تھا۔

Marfat.com

حج اکبر ۹ھ

امیر ابوبکر صدیقؓ مامور علی المرتضیٰؓ

ہجرت کے بعد محمد مصطفیٰؐ نے اشاعت اسلام کی مصروفیات کے باعث حج نہیں فرمایا تھا۔ ۸ھ میں بھی آپ حج کیلئے نہ جاسکے اور امیر حج کی حیثیت سے حضرت عتاب بن اسیدؓ کو فرائض سرانجام دینے پڑے۔

اب ۹ھ میں اس کی توقعات تھیں آپ شاید بذات خود امیر حج کی حیثیت سے مسلمانوں کی قیادت کریں گے۔ مگر آپ کا ہر کام حکم خداوندی کے تحت ہوتا ہے، اور اس میں کوئی بڑی مصلحت مضمر ہوتی ہے۔ ۹ھ کا حج بہت اہمیت کا حامل تھا۔ کیونکہ ۱۰ھ کا حج تو محمد مصطفیٰؐ کا آخری حج۔ اور اس دار فانی کا آخری سال۔

ظاہر ہے اس حج میں آپ نے تو آنا تھا۔ ایک تاریخی خطبہ حجۃ الوداع دینا تھا۔

جو ایک لحاظ سے انکا آخری خطاب ہونا تھا جس میں انہوں نے مذہب اسلام کے بنیادی خدوخال پروگرام، منشور لوگوں کے سامنے رکھنا تھا۔

۹ھ کا حج اس لحاظ سے بھی اہمیت کا حامل تھا کہ اس میں حضور علیہ السلام نے خود یا ان کے خاندان کے کسی فرد نے اعلان برأت کرنا تھا کہ آج کے بعد کسی مشرک کو خانہ کعبہ میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ کوئی شخص برہنہ ہو کر حج نہیں کر سکے گا، مشرکین کے ساتھ جملہ معاہدے منسوخ ہو گئے ہیں۔ چونکہ حضور علیہ السلام خود اس میں شرکت نہیں فرمارہے تھے لہذا ان کی طرف سے عرب کے دستور کے مطابق کوئی دوسرا اعلان کرنے کا حق نہیں رکھتا تھا۔ البتہ انکا قریبی رشتہ دار یہ اعلان کر سکتا تھا۔ اور اس پس منظر کی بناء پر اس حج میں حضرت علیؓ کو یہ اعلان برأت کرنے کیلئے حضور علیہ السلام نے مامور فرمایا۔

نبی کریمؐ کی ہدایت کے مطابق حضرت ابوبکر صدیقؓ 300 صحابہ کرام کا ایک قافلے لے کر حج کیلئے مکہ پہنچے۔ یہ دونوں بزرگ حضرت محمد مصطفیٰؐ کی ہدایات کے مطابق اپنے اپنے کام کیلئے آئے تھے۔ ابوبکر صدیقؓ کے ذمہ امارت حج اور حضرت علی کے ذمہ اعلان برأت۔ دونوں کی ملاقات وادی عرج میں ہوتی ہے، دونوں ایک دوسرے کا بے حد احترام کرتے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت علیؓ سے پوچھ لیتے ہیں کہ آپ امیر کی حیثیت سے آئے ہیں یا مامور کی حیثیت سے۔

حضرت علیؓ جواب دیتے ہیں کہ میں مامور ہوں، امیر نہیں۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے لوگوں کو حج کروایا۔ اور اعلان فرمایا کہ آج کے بعد کوئی مشرک یا

Marfat.com

برہنہ جسم حج نہیں کر سکے گا۔ یہ اعلان گویا جزیرۃ العرب سے بت پرستی کے خاتمے کا اعلان تھا۔

بعد ازاں حضرت علیؓ نے حضور علیہ السلام کے حکم کے مطابق اعلان برأت فرمایا کہ مشرکین کے ساتھ تمام معاہدے چار مہینوں کے بعد ختم تصور ہوں گے۔

البتہ وہ مشرکین جنہوں نے مسلمانوں کے خلاف کوئی سازش نہیں کی تھی وہ معاہدے کو اپنی اصلی حالت میں برقرار رکھنے کے مجاز ہوں گے۔

اس حج میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کو امیر کی حیثیت سے فرائض سرانجام دینے کی ہدایت گویا یہ اشارہ تھا کہ حضرت محمدؐ کے بعد۔ انہوں نے ہی اس اُمت مسلمہ کی قیادت کرنی ہے۔ اور خلافت کا بار گراں اٹھانا ہے۔

حضرت علی المرتضٰیؓ کی یہ وضاحت کہ امیر آپؓ ہی ہیں۔ میں تو مامور ہوں مجھے صرف اعلان برأت ہی کرنا ہے۔ self explanatory ہے، اور مابعد اس موضوع پر تنازعات و سوالات کا جواب بھی۔

حجۃ الوداع ۱۰ھ

محمد مصطفٰیؐ نے حجۃ الوداع سے تقریباً 22 سال 6 ماہ پہلے حکم خداوندی کے مطابق کہ اے چادر پوش "اٹھ اور ڈرا" یاایھا المدثر قم فانذر، اے رسول اکرم اٹھ جایئے، آپ نے تو رب کے ایک مشن کیلئے جینا ہے، آپ کو زندگی کی راحتوں سکھوں اور پُرسکون زندگی سے کیا نسبت .... پھر

محمد مصطفٰیؐ اٹھے، اپنوں، بیگانوں، نخلستانوں، تپتے ریگستانوں تلواروں کے سائے میں، تیروں کی بارش میں اور ہر جگہ خدا کی وحدانیت کا پرچم اور اپنی رسالت کا علم بلند کیا۔

اس دن کو دیکھیئے جب آپ بالکل اکیلے تھے، پھر خدیجہ انکے ہمرکاب ہیں، ابو بکر صدیقؓ نے ان کا ہاتھ تھاما، حضرت علی نے ان کی انگلی پکڑی۔ پھر کچھ افراد پر مشتمل انکا قافلہ ہوا، خانہ کعبہ، میں جانا ناممکن تھا اپنے بیگانے سب دشمن بن گئے تھے۔ مجبوراً خفیہ جگہ (دار ارقم) میں سجدہ دینا پڑا۔ پھر آپ نے "عمرؓ" مانگا، جو مل گیا تو دار ارقم سے برسر عام آنے کا حوصلہ ہو گیا۔ مصیبتیں مشکلیں کبھی حبشہ کبھی طائف، بالآخر مدینہ، جنگ بدر میں 313 مجاہدین کے ساتھ میدان میں آتے ہیں مگر فتح مکہ کے وقت دس ہزار کا لشکر بن جاتا ہے، اور ایک سال سے بھی کم عرصہ میں جنگ تبوک میں آپ کا لشکر تیس ہزار سے تجاوز کر جاتا ہے۔ اور پھر دو سالوں میں آپ کا قافلہ حجۃ الوداع کے موقع پر ایک لاکھ 44 ہزار کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

روانگی۔ بعد از ظہر ہفتہ کے دن 26 شوال ۱۰ھ کو آپ جو مکہ کیلئے روانہ ہوئے، نماز عصر ذوالحلیفہ میں ادا کی راستے میں آٹھ راتیں گزارنے کے بعد بروز اتوار چار ذی الحجہ ۱۰ھ، صبح سویرے آپ کا قافلہ مکہ میں داخل ہوا، مسجد حرام پہنچ کر سب سے پہلے آپ نے طواف کیا، صفا و مروہ کے درمیان سعی کی، چونکہ آپ نے حج و عمرہ کا احرام ایک ساتھ باندھا تھا، اور ہدی ساتھ لائے تھے۔ اس لئے آپ نے احرام نہیں کھولا، بعد میں آپ نے حجون کے پاس قیام فرمایا، آپ کے ہمراہ جو صحابہ کرام ہدی (قربانی کے جانور) نہیں لائے تھے، انہیں حکم دیا گیا، کہ وہ اپنا احرام عمرہ میں تبدیل کر دیں۔ آٹھ ذی الحجہ آپ منیٰ تشریف لے گئے، اور اگلی صبح تک قیام فرمایا۔ بعد ازاں آپ بطن وادی میں تشریف لے گئے، اس وقت آپ کے سامنے آپ کی محنت شاقہ کے نتیجہ میں ایک لاکھ چوالیس ہزار جانثار، صحابہ کرام سر تسلیم خم تھے۔ وہاں ایک جامع خطبہ ارشاد فرمایا

خطبہ کے بعد محمد مصطفیٰؐ نے حاضرین سے مخاطب ہو کر پوچھا، کیا میں نے خدا کا پیغام پہنچا دیا، لوگوں نے یک زبان ہو کر جواب دیا، ''ہاں یا رسول اللہ''

آپ نے فرمایا، ''اللھم اشھد'' اے خدا آپ گواہ رہیں، اپنے سوال کو آپ نے تین بار دہرایا، اور لوگوں نے یہی جواب دیا۔ پھر آپ نے آسمان کی طرف تین بار شہادت کی انگلی اٹھا کر کہا ''اے خدا تو گواہ رہنا'' پھر صحابہ کرام کو الوداع کیا خطبہ سے فارغ ہو کر آپ منیٰ روانہ ہوئے۔ اور تمام مناسک حج سے فارغ ہو کر آپ نے اپنی سواری کا رخ مدینہ کی طرف ڈال دیا۔ اور چند روز کے بعد آپ مدینہ منورہ میں داخل ہو گئے۔ اس وقت آپ کی زبان پر یہ کلمات جاری تھے۔

''اللہ سب سے بڑا ہے'' اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہ ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ پوری کائنات خاموشی سے محمد مصطفیٰؐ کو اپنے اس سفر کی کامیاب تکمیل پر مبارک باد پیش کر رہی تھی۔

خطبہ حجۃ الوداع ۹ ذی الحجہ ۱۰ھ

۹ ذی الحجہ جمعہ کے دن، محمد مصطفیٰؐ کے سارے جانثار میدان عرفات میں جمع ہو گئے، ایک لاکھ چوالیس ہزار کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر آپ کے سامنے خاموش تھا۔ کوئی ذرا برابر بھی ارتعاش نہیں ہو رہا تھا۔ تاکہ محمد مصطفیٰؐ کی کوئی بات مخفی نہ رہ سکے اور وہ محمد مصطفیٰؐ سے تاسیس حکومت الٰہیہ کا تاریخی اعلان اپنے کانوں سے خود سن لیں۔ تاکہ وہ اسے کامل یقین محکم کے ساتھ دنیا کے چپے چپے میں پہنچا دیں۔ دوپہر ڈھل گئی تھی، جونہی محمد مصطفیٰؐ اپنے خیمہ سے جلوہ گر ہو کر اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے، تو فضا نعرہ تکبیر اللہ اکبر کے

Marfat.com

فلک شگاف نعروں سے گونج اٹھی۔ پھر چند ہی لمحوں بعد محمد مصطفیٰ کی آواز فضا میں گونجتی ہے تو پوری کائنات پر سکتہ چھا جاتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں، زمانہ جاہلیت کے تمام رسم ورواج، قانون، آئین اور دستور، میں نے اپنے پاؤں سے روند ڈالے ہیں، اے بنی نوع انسان تمہارا سب کا رب ایک ہی ہے اس نے تم سب کو ایک ہی اصل سے بنایا ہے، اس لئے کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر، کسی سرخ کو سیاہ پر اور کسی سیاہ کو سرخ پر کوئی فضیلت نہیں، فضیلت کی بنیاد صرف تقویٰ ہے اس کے علاوہ اور کوئی معیار نہیں، رنگ ونسل اور اپنے آباؤ اجداد کی بنیاد پر فخر کو آج مٹا دیا گیا ہے تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے بنے تھے۔

لوگو! تمہارے جان و مال اور تمہاری عزتیں ایسے ہی حرام ہیں جیسے آج کے دن آج کے مہینے اور موجودہ شہر کی حرمت ہے۔ سن لو! جاہلیت کی ہر چیز میرے پاؤں تلے روند دی گئی ہے۔ زمانہ جاہلیت کے تمام خون بھی ختم کر دیئے گئے ہیں اور سب سے پہلے میں اپنا خون یعنی ربیعہ بن حارث کے بیٹے کا خون معاف کر رہا ہوں، زمانہ جاہلیت کا تمام سود ختم کر دیا گیا ہے، اور میں اپنا یعنی عباس بن عبدالمطلب کا سود ختم کر رہا ہوں، تم عورتوں کے حقوق کا خصوصی خیال رکھنا، میں تم میں ایسی چیز چھوڑے جا رہا ہوں تم اسے مضبوطی سے پکڑنا، اگر تم ایسا کرو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گئے اور وہ ہے اللہ کی کتاب۔ یعنی قرآن۔ یاد رکھو۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمہارے بعد کوئی اُمت نہیں نماز زکواۃ حج کرنا اور اطاعت امیر کرنا۔

عکس کرم

تیرے غلاموں میں بھی نمایاں   جو ترا عکسِ کرم نہ ہوتا

محمد مصطفیٰ کی اس پوری جدوجہد اور اس عالمگیر انقلاب کی کامیابی کا جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت اظہر من الشمس بن کے جلوہ گر ہوتی ہے کہ انہوں نے اپنے اس طریق انقلاب کی بنیاد "شخصیت سازی" کے فلسفے پر تعمیر کی۔

آپ دیکھیں کہ نبوت کے دوسرے سال میں جب ابھی محمد مصطفیٰ کا قافلہ صرف 39 افراد پر مشتمل ہی ہوا تھا۔ آپ کی شدید خواہش تھی کہ اسلام تیزی سے آگے بڑھے آپ نے ادھر ادھر دیکھا۔ آپ کی عقابی نگاہیں عمر بن خطاب پر مرکوز کر جاتی ہیں۔ اور خدا سے عمر کو خصوصی طور پر مانگتے ہیں، دنیا حیران ہے کہ عمر میں کیا خاص بات ہے کہ جو محمد مصطفیٰ راتوں کو رورو کر اسے مانگ رہے ہیں۔ اگر یہ آبھی جاتا ہے تو کیا ہوگا، صرف مسلمانوں کے قافلے میں ایک 'نفر' کا اضافہ ہو جائے گا۔

اور وہ 39 سے 40 بن جائیں گے۔ اس کا خاندان بھی عام سا ہے مگر نبی کی نظریں ادھر ہی لگی

Marfat.com

ہوئی تھیں۔

پھر محمد مصطفیٰؐ کا مطالبہ بارگاہ رب العزت سے تسلیم ہو جاتا ہے آپ یہی ٹھہریں۔ میں آپ کو ۲۴ھ میں لے کے جاتا ہوں اس وقت عمر فاروق ۱۰ سالہ عظیم الشان خلافت کے بعد شہید کئے جاتے ہیں، عصر حاضر کے مشہور مؤرخ کے ان الفاظ کو پڑھیئے۔

"Had Isl'am produced another Omar, there would be no religon but Islam on the face of earth"

اگر اسلام ایک اور عمر پیدا کر لیتا تو اس وقت دنیا میں اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب کا وجود ہی نہ ہوتا۔ (بحوالہ کتاب تاریخ اسلام مصنفہ بشیر احمد تمنا۔ صفحہ ۱۱۱)

وہی عمر جس نے روم و ایران کی عظیم الشان حکومتوں کا تہہ و بالا کر دیا جس نے بغیر وسائل کے بائیس لاکھ مربع میل کا علاقہ فتح کیا۔ محمد کے پرچم کو ہندوستان کی سرحدوں سے لے کر شمالی امریکہ تک لہرایا۔ بتکدوں سے شرک کو پاک کیا، مجوسیت کے آتش کدوں کو بجھایا، انکی قیادت میں مٹھی بھر قبائلی چند سالوں میں روئے ارض پر چھا گئے۔ بخت نصر، جولی سیزر اور سائرس کی فتوحات آفتاب فاروقی کے سامنے ہیچ ہو گئیں۔ شان سکندری جلال دارائی عمر فاروق کے سامنے پھیکی پڑ گئیں۔

یہ وہی عمر تھا، کیا فرق پڑا، کیا سے کیا ہو گیا، کہاں سے کہاں پہنچ گیا۔ اس سوال کا جواب فلسفے، منطق اور قسمت سے نہ پوچھیں۔ اس سوال کا مختصر جواب یہی ہے کہ یہ محمد کی تربیت کا نتیجہ ہے، یہ محمد کے عکس کا نتیجہ ہے۔

ترے غلاموں میں بھی نمایاں
جو ترا عکس کرم نہ ہوتا

محمد مصطفیٰؐ نے اپنے مشن کی اشاعت اور اپنے انقلاب کو عملی جامہ پہنانے کیلئے اپنی جماعت کو منظم کیا۔ اپنے شاگردوں کو ایسا درس توحید دیا، جس کی بدولت عربوں کے اجڑے ہوئے دیار میں بہار آ گئی۔ ان کی کایا پلٹ گئی، تکبر کی جگہ انکساری، شرک و بدعت کی جگہ توحید و سنت، خود غرضی کی جگہ اخلاص و ایثار، اندھیرے کی جگہ روشنی، وحشت کی جگہ انس اور عداوت کی جگہ محبت نے لے لی۔

محمد مصطفیٰؐ کے اسی عکس کرم کی وجہ سے ابو عبیدہ نے شام پر محمد کا جھنڈا بلند کیا، سعد بن ابی وقاص نے ایران کے مجوسیوں کو شکست دے کر توحید و سنت کی بنیاد رکھی، عقبہ بن نافع نے مراکش، عمرو بن

Marfat.com

العاص نے مصر فتح کیا۔

محمد مصطفیٰ کی تربیت کی وجہ سے صرف تین ہزار مسلمان دشمن کے دو لاکھ سپاہیوں پر چھا گئے، محمد مصطفیٰ کے نظر کرم کی وجہ سے ہی خالد بن ولید رومیوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹ دیتا ہے۔ اور محمد مصطفیٰ کا ایک اور تربیت یافتہ، کاتب وحی امیر معاویہ فتح کے ایسے انمٹ نشان چھوڑتا ہے کہ نصف سے زیادہ دنیا یعنی 64 لاکھ مربع میل رقبہ محمد مصطفیٰ کے اسی غلام کے پیروں تلے آ جاتا ہے۔ جس کے دور میں امن وامان کا یہ حال ہوتا ہے کہ سونے کے تاجر بھی اپنی دکانیں کھلی چھوڑ کر سو جاتے تھے اور چوری نہیں ہوتی تھی۔

صدیق اکبر کی استقامت عمر کا دبدبہ، عثمان کی وفا علی کی شجاعت، حمزہ کی یلغار، طلحہ کی للکار، زبیر کی جوانمردی اور ابو عبیدہ کی عاجزی یہ سب محمد مصطفیٰ کے عکس کرم کا نتیجہ ہے۔

محمد مصطفیٰ اس دنیا میں ایسی ہستی ہیں جنہوں نے اپنے شاگردوں غلاموں اور مریدوں کا سو فیصد رزلٹ دیا۔ آپ بھی ان سے سو فیصد مطمئن ہوئے تبھی آپ نے فرمایا کہ میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں جس نے ان کی اتباع کی، وہ ہدایت پا گیا۔

غدیر خم

غدیر خم مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان جحفہ گاؤں سے دو میل کے فاصلے پر واقع ہے جہاں خطہ عرب کے تمام اطراف کی طرف آنے جانے کے راستے ملتے ہیں۔

حجۃ الوداع سے فراغت کے بعد حضور علیہ السلام نے اس مرکزی مقام میں خطاب فرمایا۔

من کنت مولاہ فان علیا مولاۃ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ.

حضور علیہ السلام نے فرمایا ''میں جس کا مددگار اور دوست ہوں علی المرتضیٰ بھی اس کے مددگار اور دوست ہیں اے اللہ جو ان کو دوست بناتا ہے اس کو تو بھی اپنا دوست بنا اور جو ان سے عداوت کرتا ہے تو بھی اس سے عداوت کر۔ (بحوالہ ابن کثیر صفحہ 422)

پس منظر سنہ ۱۰ھ ماہ رمضان کو حضور علیہ السلام نے تین سو صحابہ کرام پر مشتمل ایک دستہ یمن بھیجا۔ اور اس کی قیادت علی المرتضیٰ کے سپرد کی۔

اس معرکہ میں مسلمانوں کو بہت سا مال غنیمت ملا، علی المرتضیٰ نے اس مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ الگ کر کے رکھ دیا، مجاہدین نے اس خمس سے اپنا حصہ مانگا لیکن آپ نے انکار کر دیا۔

صدقہ کے اونٹوں پر سواری کی اجازت نہیں دی گئی۔

Marfat.com

آپ کی عدم موجودگی میں حضرت ابورافع نے مطالبہ پر احرام کیلئے ، مجاہدین کو دو دو چادریں دے دیں۔مگر بعد میں حضرت علی نے ان سے یہ چادریں واپس لے لیں۔جب بعد میں یہ بہارے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے حضرت علیؓ کے خلاف شکایات کے ڈھیر لگا دیئے۔کہ حضرت علیؓ نے ان کے ساتھ ناروا سلوک کیا۔

اس پس منظر کی بناء پر حضرت علیؓ کی دل دہی کی خاطر حضور علیہ السلام نے حضرت علیؓ کی تعریف بیان فرمائی۔یہ سن کر حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت علیؓ کو مبارک باد دی حضورؐ نے آپ کی تعریف بیان فرمائی ہے۔

حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب نے اس حدیث پر افراط وتفریط کا شکار ہونے والے دونوں گروہوں سے عدم اتفاق کا اظہار کیا ہے۔

ان کا کہنا ہے کہ جو حضرات اس حدیث کو ضعیف شمار کرتے ہیں وہ غلطی پر ہیں اور ساتھ ہی انہوں نے اس حدیث سے حضرت علی کے حق میں خلافت ظاہرہ کے بلا فصل نتیجہ نکالنے پر اہل تشیع پر بھی تنقید کی ہے۔ (بحوالہ مہر منیر۔صفحہ 22)

اہل تشیع حضرات اس حدیث کو اپنے موقف کہ حضرت علی خلیفہ بلا فصل ہیں ، کے حق میں پیش کرتے ہیں اور اس سلسلے میں 18 ذوالحج کو عید غدیر مناتے ہیں اور اس عید کو مسلمانوں کی عیدین پر ترجیح دیتے ہیں۔

مشہور بریلوی عالم دین اور پیر طریقت مولانا ابو یوسف محمد شریف محدث کوٹلویؒ اپنی کتاب دلائل المسائل کے صفحہ 36 پر لکھتے ہیں۔

''میں کہتا ہوں کہ حدیث غدیر خم جس میں حضرت علی کی خلافت کا ذکر ہوا ہرگز ہرگز صحیح نہیں ہے جو اس کو صحیح سمجھتا ہے وہ اس کی سند بیان کرے پھر ہر ایک کی ثقاہت ثابت کرے،اور حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ، بھی صحیح نہیں بمعنی محب یعنی دوست ہے خلیفہ نہیں، پھر عید کیسی''

پیر کرم شاہ الازہری نے اپنی کتاب ضیاء النبی کے صفحہ 785 میں دلچسپ مسئلہ اٹھایا ہے کہ یہاں اس حدیث سے حضرت علی کی خلافت قطعاً مراد نہ ہے، یہاں اگر کوئی مسئلہ زیر بحث تھا تو وہ سیدنا علی کی ذات کے بارے میں یہ شکایات تھیں کہ کپڑے کے بے پناہ ذخیرے کے باوجود مجاہدین جن کا لباس طویل سفر کے باعث بوسیدہ اور میلا ہو چکا تھا انہیں اس کپڑے میں سے نہیں دیا گیا، تو حضور نے اس حدیث کے ذریعہ علی المرتضٰی کی امانت دیانت کو شک وشبہ سے بالاتر قرار دیا۔

اس روایت میں لفظ مولیٰ سے مراد دوست یا سچا ہے کیونکہ اس کا پس منظر ''شکایت'' ہے اور شکایت یا

Marfat.com

اعتراض اس واضح یقین دہانی سے مسترد کیا جا رہا ہے، کہ حضرت علی نے مال غنیمت برابر تقسیم کر دیا تھا، صرف "خمس"، کو باقی چھوڑا وہ بھی حضور علیہ السلام کی صوابدید پر۔ یہ بالکل صحیح طریقہ کار تھا۔ ان کی سچائی تھی جسے حضور نے قبول کیا اور واضح فیصلہ حضرت علی کے حق میں سنا دیا۔

اب بعض حضرات نے اسی روایت کی بناء پر نظریہ توحید جو اسلام کا پہلا زینہ اور اصول ہے۔ جس کیلئے حضور علیہ السلام نے تیرہ سال کفار سے جنگ کی مصیبتیں اٹھائیں اور لا الہ الا کا نعرہ بلند کیا۔ نفی کرنے لگتے ہیں۔ اگر ہم اسے مددگار اور مشکل کشا کے معنی میں لیں گے تو ہماری اساس تباہ ہو جائے گی، کہ خدائی اختیارات کو انسانوں کو تفویض کئے جا سکتے ہیں، اہل تشیع حضرات نے پہلے تو اس روایت کو خلافت بلافصل کیلئے استعمال کیا۔ اب بڑے خوبصورت طریقہ سے اسے علی مشکل کشا اور مولیٰ علی مدد سے بدل دیا گیا ہے، مصیبت تو یہ ہے کہ اس کے شکار سادہ لوح سنی مسلمان بن رہے ہیں، اس خوفناک مفہوم کی وجہ سے بعض اہل علم حضرات اس روایت کو ضعیف قرار دے رہے ہیں۔ اس ضمن میں مشکوٰۃ شریف کی ایک حدیث پیش کرتا ہوں۔

قال رسول الله لایقولن احدکم عبدی و امتی کلکم عبید الله و کل نسائیکم اماالله و لایقل العبد لسیده مولائی فان مولاکم الله.

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم کسی کو میرا غلام (بندہ) نہ کہو تم سب اللہ کے غلام (بندے) ہو اسی طرح کوئی غلام اپنے آقا کو مولیٰ نہ کہے کیونکہ تمہارا سب کا مولیٰ تو صرف اللہ ہے۔

اس کو مزید واضح کرنے کیلئے سوۃ الانفال کی یہ آیت ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ قرآن میں فرماتا ہے۔

وان تولوا فاعلموا ان الله هو مولکم نعم المولیٰ ونعم النصیر

مشرکین و باغیوں کو بتا دو کہ مسلمانوں کا مولیٰ تو صرف اللہ ہے وہ کیسا اچھا مولیٰ ہے، اور کتنا اچھا مددگار و مشکل کشا ہے اسے چھوڑ کر کسی کو مولیٰ نہ بنانا۔

لغت کے لحاظ سے لفظ 'مولیٰ' 21 معانی پر دلالت کرتا ہے، مثلاً محبت کرنے والا، صدیق سچا، دوست، نصیر مدد مالک، اور غلام، اور یہ کلیہ ہے کہ کوئی مشترک لفظ بیک وقت تمام معانی مراد نہیں لے سکتا۔ اور ایسا ہو ہی نہیں سکتا، آپ کوئی بھی اردو کا لفظ لے لیں جس کے مختلف معانی ہو سکتے ہیں، ایک وقت میں ایک ہی مفہوم تصور کیا جائے گا۔ مثلاً مالک اور غلام بیک وقت مراد نہیں لیئے جا سکتے۔ یہاں صرف پس منظر وہ شکایات تھیں اور صرف ان شکایات کو رفع کرنے کیلئے حضور علیہ السلام نے غدیر خم کے

Marfat.com

مقام پر ارشاد فرمایا۔
حضور علیہ السلام نے مختلف مقام پر کسی مخصوص پس منظر کے حوالے سے کئی دیگر صحابہ کرام کے متعلق تقریباً انہی خیالات کا اظہار فرمایا، مثلاً حضرت عثمان کے متعلق بیت رضوان کے موقع پر اپنے بازو کو عثمان کے بازو سے تشبیہہ دی، جنگ احد کے وقت سعد بن ابی وقاص کو یہاں تک کہا گیا کہ میرے ماں باپ تم پر قربان۔
پیر کرم شاہ علامہ ابن حجر اور تمام مسلمانوں کے نزدیک یہاں صرف بدگمانی کے ازالے کیلئے یہ کہا گیا ہے اور اس سے خلافت، امامت قطعاً مراد نہ ہے۔ (بحوالہ، ضیاء النبی صفحہ 787)
برصغیر میں تمام مکاتیب فکر کے مسلمہ محدث حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے فرمایا کہ اس حدیث سے یہی مراد ہے کہ حضور نے فرمایا کہ ان لوگوں نے حضرت علی پر جو اعتراض کیے ہیں وہ غلط ہیں، بلکہ آپ تو تمام مسلمانوں کے محبوب مددگار اور سردار ہیں۔ (بحوالہ مدارج النبوہ صفحہ 402)
میں اس بحث کو صرف اس گزارش سے ختم کرتا ہوں کہ ہمارے دوست جو اس حدیث کو امامت یا خلافت سے جوڑتے ہیں کہ وہ صرف یہ بتائیں کہ اگر اس سے مراد یہی ہوتا تو ظاہر ہے حضور کے اس خطاب کے وقت ہزاروں افراد موجود تھے، ان میں سے کوئی تو اس حدیث بوقت بیعت ابوبکر یا عمر یا عثمان پیش کرتا۔ چلو اور کسی نے پیش نہیں کی تو حضرت علی بذات خود تو باآسانی ایسا کر سکتے تھے۔ کیونکہ محمد مصطفیٰ کی ایسی خواہش پر عملدرآمد کرنا فرائض میں شامل ہے اور پھر آخری لمحات میں حضرت عباس سے گفتگو کے وقت تو حضرت علی نے واضح کہہ دیا تھا کہ ہم جانشینی کی نسبت اس لئے پوچھنا نہیں چاہتے کہ کہیں حضور واضح طور پر ہمارے خلاف رائے نہ دے دیں۔

محمد مصطفیٰ کی جدائی کے اشارے

محمد مصطفیٰ اپنے اس عظیم مشن کو مکمل کر چکے تھے، جس کی لاکھوں شہادتیں موصول ہو رہی تھیں۔ جب کام ختم ہونے لگتا ہے تو پھر جانے کا پروگرام بھی بن جاتا ہے۔ آخری سال کچھ ایسے اشارے محسوس ہو رہے تھے۔ مثلاً
۱) رمضان المبارک میں آپ عام طور پر دس دن ہی کا اعتکاف فرماتے تھے۔ مگر آپ نے اپنے اس آخری رمضان میں بیس دن اعتکاف فرمایا، جو معمول کے برعکس تھا۔
۲) حجۃ الوداع میں تکمیل دین کی بشارت دی گئی تھی، بلکہ اس سے متعلق آیت کریمہ "الیوم

Marfat.com

اکملت لکم دینکم ''سن کرتو ابو بکر صدیقؓ اور دوسرے صحابہ کرام رونے لگے، کہ یہ کوئی جدائی کا پیغام ہے۔ اور خود محمد مصطفیٰؐ کے اپنے جذبات و احساسات گفتار اور کردار سے بھی کچھ ایسا ہی محسوس ہونا شروع ہو گیا تھا۔ کہ گویا آپ اللہ سے ملنے کو بیتاب ہو رہے ہیں۔

۳) انہی دنوں آپؐ نے حضرت معاذ بن جبل کو مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ تم اس سال کے بعد مجھ سے نہ مل سکو گے۔ شاید تم میری آخری آرام گاہ سے گزرو۔

۴) آپ نے حجۃ الوداع کے خطاب میں بھی فرمایا تھا کہ شاید آئندہ میں تمہارے ساتھ حج نہ کر سکوں۔

۵) غدیر خم میں خطبہ دیتے وقت آپ نے فرمایا کہ شاید جلد ہی میرا رب مجھے اپنے پاس بلا لے۔

۶) حضرت جبرائیل علیہ السلام عام طور پر آپ کو سال میں ایک مرتبہ قرآن کا دورہ کرواتے تھے مگر اس سال دو مرتبہ دورہ کروایا۔ دو دفعہ دورہ سے آپؐ خود بھی سمجھ گئے، کہ شاید میرا اس دنیا سے روانگی کا وقت آ پہنچا ہے۔

۷) حجۃ الوداع کے بعد آپ ہمہ وقت تسبیح تحمید، توبہ اور استغفار میں مصروف ہو گئے۔

۸) ۱۱ھ کے دوسرے مہینہ میں ایک روز آپ کوہ احد تشریف لے گئے اور وہاں شہدائے جنگ احد کی مغفرت کیلئے دعا فرمائی۔ ایسی دعا فرمائی کہ جس سے جدائی کا تاثر ملتا تھا۔

۱۰) مسجد نبوی میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ میں سامنے حوض کوثر دیکھ رہا ہوں اور تم سے آئندہ اسی جگہ ملاقات ہوگی۔

۱۱) جمرہ عقبہ کے پاس فرمایا کہ آپ لوگ مجھ سے حج کے اعمال سیکھ لیں، شاید آئندہ ہم اکٹھے حج نہ کر سکیں۔

۱۲) ایک دفعہ تو آپ نے بڑے واضح انداز میں اپنی بیٹی حضرت فاطمہ سے فرمایا کہ اے میری پیاری بیٹی مجھے اپنی رحلت قریب محسوس ہو رہی ہے، خدا کے ہاں کیلئے کچھ کر لو میں تمہیں خدا سے نہیں بچا سکتا یعنی تم اپنے عمل سے ہی کامیاب ہوگی۔

۱۳) محمد مصطفیٰؐ کو اپنے صحابہ بہت عزیز تھے، اس کیفیت میں بھی انہیں حضرت زید بن حارث کی یاد تازہ ہو گئی، جنہیں شام میں شہید کر دیا گیا تھا، آپؐ نے اسامہ بن زیدؓ کو حکم دیا کہ فوج لے کر جاؤ اور اپنے والد کا انتقام لو۔

۱۴) حضور علیہ السلام نے اپنے آخری خطبہ میں یہ معنی خیز جملہ بھی استعمال کیا تھا کہ حلال اور حرام

Marfat.com

میرے حوالے سے نہ کرنا میں نے وہی چیز حلال کی ہے جو اللہ نے حلال کی ہے اور میں نے وہی چیز حرام کی، جسے خدا نے حرام کی ہے۔

۱۵) حضرت ابوبکر صدیق نے حضور علیہ السلام سے عرض کی یا رسول اللہ میں نے خواب میں دیکھا ہے حکم ہوا، بیان کرو، ابوبکر صدیق نے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ عائشہ کے سر سے چادر اڑ جاتی ہے، حضور نے اس کی تعبیر فرمائی کہ عائشہ بیوہ ہو رہی ہے۔

۱۶) عمر فاروق نے خواب میں دیکھا کہ میرا عدل ٹوٹ گیا ہے حضور علیہ السلام نے تعبیر فرمائی کہ وہ عدل میں ہوں۔

۱۷) حضرت عثمان نے خواب دیکھا کہ قرآن مجید سے اس کا ورق اڑ گیا ہے آپؐ نے تعبیر فرمائی کہ قرآن کے جسم سے اس کی روح پرواز کر رہی ہے۔

۱۸) حضرت علی نے خواب دیکھا کہ ان کی ڈھال ٹوٹ گئی ہے، آپؐ نے فرمایا کہ میرا اس دار فانی سے جانا مراد ہے۔

۱۹) حضرت امام حسین نے خواب دیکھا کہ ایک بڑا درخت گر پڑا ہے حضور علیہ السلام نے اس کی تعبیر فرمائی درخت سے مراد میں ہوں اور میں جانے والا ہوں۔

۲۰) حضرت عائشہؓ خواب دیکھتی ہیں کہ ان کے گھر کا ستون گر پڑتا ہے، محمد مصطفےٰؐ نے سن کر فرمایا کہ جو عورت ایسا خواب دیکھے تو اس سے مراد مستقبل قریب میں اس کے شوہر کا مرنا ہوتا ہے۔

الوداع الوداع

محمد مصطفےٰؐ زندگی کی 63 بہاریں دیکھ چکے ہیں ایک ایسی شخصیت جس کے لئے اس کائنات کو تخلیق کیا گیا۔ نور محمد۔ حضرت آدم سے سلسلہ بسلسلہ سفر کرتا ہوا۔ حضرت آمنہ کے بطن سے ظاہر ہوا۔ ان سے پہلے سارے چمن میں اک خاک سی اڑی ہوئی تھی، پھولوں کا رنگ بدل گیا تھا یہ کرۂ ارض گرمی کی شدت سے بلبلا اٹھا تھا، سورج کی گرم شعاؤں نے زمین کی رگ رگ سے نم زندگی چوس لیا تھا۔ شگوفوں کی گردن کے منکے ٹوٹ گئے تھے لالہ کا رنگ بدل گیا تھا، لہلہاتی کھیتیاں خشک، پتیاں سوکھ، اور شاخیں ٹوٹ کے رہ گئی تھیں۔ سمندر طلاطم خیز موجوں سے دریا اپنی طغیانیوں سے اور تابندہ چشمے دیدہ کور کی طرح بے نور ہو گئے تھے۔

مرمریں ندیاں بے آب، کنوؤں نے پیاسوں سے بے وفائی اور خدا کی اس کائنات نے اپنی

Marfat.com

سانس روک لی تھی، جنگل کے جانوروں نے ہانپنا، پرندوں نے نڈھال ہونا اور کسانوں نے کانپنا شروع کر دیا تھا۔ کلیوں کا تبسم، بلبل کا ترنم اور نقش ہستی پہ ان غنچوں نے پریشان ہونا شروع کر دیا تھا۔ خیمہ افلاک میں پھر سے تشتط ہو گیا تھا۔

بزم توحید کے نعروں میں تردد ہو گیا تھا۔ دشت و جبل خدا کی وحدانیت سے اور بیاناں خدا کے ذکر سے خالی ہو گئے تھے۔ گویا ہر طرح کی زندگی بے ربط سی ہو گئی تھی۔ اور ایسے میں خدا نے اپنی مخلوق کی آہ وزاری سن لی۔

صبح کاذب کے دھندلکے میں اجالے کی نمود، خدا کے فرشتوں کی زبانوں پر درود اس کائنات میں رحمت کا ورود اور صحن کعبہ میں شکرانہ نعمت کے سجود کا سلسلہ پھر سے شروع کر دیا جاتا ہے۔

محمد مصطفیٰؐ کی آمد کے ساتھ ہی نرم شگوفوں نے چٹکنا، ساز کے نازک پردوں نے خود بخود چھڑنا، بلبلوں، قمریوں اور طاؤسوں نے اپنے میٹھے لہجے میں خوشی کے نغمے فضاء میں بکھیرنا شروع کر دیا۔ چاند سورج اور ستاروں کو پھر سے روشنی مل گئی تھی اس پوری زمین پر خدائی پھر سے جگمگا اٹھی، گلہائے ہستی نے تبسم کی ادا سیکھ لی شب ظلمت کے ہنگاموں میں عقل انسانی واپس آ گئی تھی اور طاق کعبہ میں چراغ ہاشمی پوری آب وتاب سے روشن ہو گیا۔

محمد مصطفیٰؐ خیر الوریٰ، شافع محشر، عین النعیم، ساقی کوثر اور شمع چراغ مسجد و منبر کی حیثیت سے سامنے آئے۔

جنہوں نے خود ایک سپاہی کی حیثیت سے خندق، خیبر، بدر و احد جیسی لازوال جنگوں میں تاریخی کردار ادا کیا، جس کی تعلیمات سے ہر دور کے کروڑوں سے زائد انسان فیضیاب ہوئے اور آج چودہ سو سال گزرنے کے بعد بھی لاکھوں مقام پر ہر روز پانچ وقت، جس کے نام کی منادی ہوتی ہے وہ محمدؐ جو سقف سماء موج ہوا، شہنشاہ لولاک، مولائے سدرہ، فخر بنی نوع انسان، جو ہمارے تخیل سے بھی ماورا ہے۔

وہ محمدؐ...... اپنا مشن مکمل کرنے کے بعد جس کی گواہی حجۃ الوداع کے موقع پر لاکھوں انسانوں نے دی، جس کی تصدیق کائنات کے ذرہ ذرہ نے کی اور اس کی آخری سند خود خدائے بزرگ و برتر نے خود جاری کی۔ وہ محمد مصطفیٰؐ آج دار فانی کو الوداع، اور یہ پوری کائنات جو ان کی آمد پر خوشی کے نغمے الاپ رہی تھی، آج وہی کائنات محمد مصطفیٰؐ کو الوداع کہنا چاہ رہی تھی۔

Marfat.com

علالت۔ آخری 13 دن

29 صفر ۱۱ھ بروز دوشنبہ ایک جنازے سے تشریف لا رہے تھے کہ راستے میں ہی شدید ترین بخار میں مبتلا ہو گئے، سرمبارک میں سخت درد شروع ہو گیا حضرت ابو سعید خذری نے سرمبارک پر رومال باندھنے کیلئے جب سرمبارک کو چھوا تو انکا اپنا ہاتھ حرارت کی وجہ سے جلنے لگا۔

آپ کو دیگر ازدواج مطہرات کے باہمی مشورہ سے حجرہ عائشہ میں لایا گیا۔

محمد مصطفیٰؐ جب بھی کبھی بیمار ہوتے تھے تو یہ دعا اپنے ہاتھوں پر دم کر کے اپنے جسم مبارک پر پھیر لیتے تھے۔

اذهب الباس رب الناس واشف انت الشافي الاشفاء ک شفاء لايغادر سقما.

اے رب ذوالجلال، خطرات دور فرما دے، اے شافی تو شفا عطا فرما دے، شفا وہی ہے جو تو عنایت کرے، صحت عطا کو اور تکلیف دور کر اس شدید تکلیف اور درد میں حضرت عائشہ نے یہی عمل دوبارہ دھرانا چاہا مگر محمد مصطفیٰؐ اپنے رفیق اعلیٰ کی طرف جانے میں بے چین تھے، وہ اپنا کام مکمل کر چکے تھے، انہیں خدا کے ہاں جانے میں جلدی تھی اور فرمانے لگے۔

''اے اللہ معافی عطا فرما اور اپنی رفاقت مہیا کر''

آخری پانچ دن

بخار بڑھ گیا، حرارت میں تیزی آ گئی تھی، غشی طاری ہو جاتی تھی مگر اس وقت بھی آپ اپنی اُمت کو یاد رکھے ہوئے تھے اور کہیں ان کے بعد اُمت خرافات میں نہ کھو جائے۔ کہیں اس دعوت توحید کو فراموش نہ کر بیٹھے جس کیلئے محمد مصطفیٰؐ نے ہر تکلیف برداشت کی، ہر مصیبت برداشت کی ہر دشمنی کو خوش آمدید کہا مگر اس نعرہ توحید کو نہیں چھوڑا، اس گواہی کو نہیں چھوڑا، جسے آدم نے بلند کیا، جنت سے نکل کر، نوح نے طوفان کی موجوں میں اتر کر، ذکریا نے آرے سے اپنے جسم کو چرا کر، ابراہیم نے آتش نمرود میں جا کر، اسماعیل نے چھری کے نیچے آ کر، موسیٰ نے دریائے نیل کی موجوں میں اتر کر، ایوب نے آزمائش میں آ کر، یونس نے مچھلی کے پیٹ میں جا کر، یوسف نے کنوئیں میں گر کر، یعقوب نے چالیس سال رو رو کر، عیسیٰ نے پابند سلاسل ہو کر اور محمد مصطفیٰؐ نے بھی گواہی دی، نعرہ توحید بلند کیا تلواریں نیزے، تیر اور اہل طائف کا ظلم برداشت کر کے محمد مصطفیٰؐ کا یہی نعرہ تھا کہ کوئی نہیں معبود اللہ کے سوا۔ اور اس وقت بھی وہ دار فانی سے کوچ کر رہے ہیں اپنی شفاء کی دعا نہیں مانگ رہے، صرف اپنے رفیق اعلیٰ کی جانب

Marfat.com

جانے کی دعا مانگ رہے ہیں۔اپنے بخار اور تیز حرارت کو وقتی طور پر دبانے کیلئے سات مختلف کنوؤں کا پانی مشکیزوں میں منگوا کر اپنے اوپر ڈلواتے ہیں۔تا کہ حرات کا زور کم ہو اور وہ امت کو چند وصیتیں کر سکیں۔

آخری وصیتیں

یہود و نصاریٰ پر اللہ کی مار۔انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کی پوجا شروع کر دی،خبر دار اے مسلمانو تم ایسا نہ کرنا۔

انصار میرا دل میرا جگر ہیں انہوں نے اپنے فرائض ادا کر دیئے ان کے حقوق باقی رہ گئے ہیں۔

اور یہ آخری وصیت بہت معنی خیز اور اپنے قائم مقام کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔آپ نے فرمایا مجھ پر اپنی رفاقت اور مال میں سب سے زیادہ احسان ابو بکر کے ہیں اور اگر میں اپنے 'رب' کے علاوہ کسی اور کو اپنا 'خلیل' بناتا تو ابو بکر کو خلیل بناتا۔

مسجد کے ساتھ تمام ملحقہ دروازے بند کر دیئے جائیں صرف وہ دروازہ نہ بند کیا جائے جس دروازے کے ذریعہ ابو بکر صدیق مسجد میں داخل ہوتے ہیں،اس حدیث کو بخاری اور مشکوٰۃ شریف نے نقل کیا ہے اور متفق علیہ ہے۔

اور پھر آخر میں اپنی لاڈلی بیٹی حضرت فاطمہ اور پھوپھی حضرت صفیہ کو مخاطب کر کے فرمایا، رشتوں کی بنیاد پر خدا کی پکڑ سے نہیں بچا سکتا صرف تقویٰ کی بنیاد پر ہی بچا جا سکتا ہے۔

آخری چار روز

آخری چوتھے روز مرض اور بڑھ گیا تھا،سیدنا عباس فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی سے پوچھا کہ آپ کا مزاج کیسا ہے حضرت علی نے جواب دیا کہ اطمینان بخش ہے،اس پر حضرت عباس فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ تین دن بعد ہم پر کوئی اور حکمران ہوگا۔آؤ حضور سے پوچھ لیتے ہیں،مگر حضرت علیؓ نے ایسا کرنا مناسب نہیں سمجھا،کیونکہ ان کا خیال تھا کہ شاید حضورؐ انہیں اس سلسلے میں "consider" نہ کریں،بحوالہ سیرت النبی۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے برملا خلافت ابو بکر کیلئے ارادہ فرمالیا تھا، اور اس مقصد کیلئے کاغذ منگوانا کیا،مگر بعد میں اپنا ارادہ خدا اور جمہور پر چھوڑ دیا۔

Marfat.com

بہر حال اس سے قبل آپ واضح طور پر اشارے فرما چکے تھے، حضرت علی اور دیگر صحابہ کرام کی موجودگی میں محمدؐ کے مصلے پر ابو بکر کو کھڑا کر دیا گیا تھا۔

ماسوا ابو بکر کے دروازے کے باقی سارے دروازوں کو بند کرا دیا گیا تھا، آخری وصیت کہ۔ ابو بکر کے محمد پر بہت احسانات ہیں جنہیں خدا ہی چکائے گا، اور آپ کا یہ فرمان۔

معاذ الله ان يختلف الناس على ابى بكر.

اللہ کی پناہ۔ کہ لوگ ابو بکر کی خلافت میں اختلافات کریں۔

واضح واضح اشارہ تھا۔ مگر پھر بھی اپنی رائے کو حکم خداوندی اور جمہور صحابہ کرام کی رائے سے مشروط فرما دیا۔

آخری دو روز

حضرت ابو بکر صدیقؓ ظہر کی نماز پڑھانا ہی چاہتے تھے کہ محمد مصطفیٰؐ شدید بیماری کے باوجود حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کے کندھوں کا سہارا لیتے ہوئے مسجد میں تشریف لاتے ہیں جنہیں دیکھ کر حضرت ابو بکر صدیق۔ مصلے سے پیچھے ہٹتے ہیں تا کہ محمد مصطفیٰؐ خود نماز کی امامت کروائیں۔

مگر محمد مصطفیٰؐ نے انہیں ایسا کرنے سے منع کر دیا اور خود حضرت ابو بکر صدیق کے برابر بیٹھ گئے اور نماز ادا کرنے لگے، حضور کی اقتداء صدیق اکبر کرتے تھے اور صدیق اکبر کی اقتداء پیچھے مسلمان کرتے تھے۔ اس طرح حضور کی زندگی میں ان کی اجازت اور ان کے حکم سے 17 نمازیں ابو بکر صدیق نے پڑھائیں۔

اپنے آپ کو احتساب کیلئے پیش کرنا

محمد مصطفیٰؐ نے اتنی خوبصورت زندگی گزاری، ان کی بے عیب زندگی پر بچپن سے ہی کوئی اعتراض نہیں کیا جا سکا، انہوں نے ہر ایک کے حقوق ادا کیئے، ظلم و بربریت کو برداشت کیا، کوئی انتقام نہیں لیا بلکہ شان رحمت العلمین کی عظمت کو دیکھیں۔ سب کچھ معاف کر دیا۔

اور اب آپ کی زندگی کے آخری دو روز رہ گئے تھے پھر بھی انہوں نے اس نازک موقع پر احتساب کیلئے اپنے آپ کو پیش کیا۔

آپ شدید تکلیف میں تھے۔ سارے اہل و عیال صحابہ کرام ارد گرد جمع تھے جو رو رہے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ بلال کو بلاؤ اور مدینہ کی ساری گلیوں اور کوچوں میں اعلان کرا دو۔ کہ کسی بھی شخص کا مجھ

Marfat.com

پر کسی قسم کا دعویٰ یا لین دین ہو آ کر مجھ سے حاصل کر لے اور اسے روز قیامت تک موقوف نہ رکھے۔
الغرض ایک مرد عکاشہ نامی حاضر ہوا اور بولا کہ جنگ احد میں آپ نے مجھے ایک کوڑا مارا تھا، میں اس کا معاوضہ چاہتا ہوں، چنانچہ یہ سن کر آپ نے گھر سے وہ کوڑا منگوایا۔

محمد مصطفےٰ ﷺ کوڑے کیلئے اپنی پیٹھ پیش کر دیتے ہیں

کوڑا آ گیا، محمد مصطفےٰ ﷺ عکاشہ کو کہتے ہیں کہ عکاشہ کوڑا ہاتھ میں لے کر میری پیٹھ پر جتنی بار برسا سکتے ہو، برساؤ، تاکہ تمہاری تسکین ہو۔
عکاشہ ہاتھ میں سات کلو وزنی کوڑا پکڑتا ہے، تمام محفل ساکت پڑی ہے، ہر ایک کی خواہش ہے کہ وہ یہ کوڑا خود کھائے، مگر عکاشہ کہتا ہے کہ میں نے تو خالی پیٹھ کوڑا کھایا تھا۔ آپ نے تو کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔ آپ نے یہ سن کر اپنی قمیض اتار دی اور عکاشہ ہاتھ میں کوڑا پکڑ کر کھڑا ہو گیا۔
عکاشہ جونہی آپ کی پشت مبارک کے قریب کھڑا ہوتا ہے اور پشت کے قریب آ کر مہر نبوت کو چوم لیتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے تو مہر نبوت دیکھنے کیلئے یہ سب کچھ کیا۔
کوڑا پھینک کر آپ کے قدم مبارک پر گر جاتا ہے اور کہتا ہے کہ یا سید المرسلین۔ آپ بے شک رحمت اللعلمین ہیں، حضور نے فرمایا کہ جاؤ عکاشہ تجھ پر دوزخ کی آگ حرام ہو گئی ہے۔

ایک دن پہلے

محمد مصطفےٰ ﷺ نے ایک دن پہلے یعنی اتوار کو اپنے تمام غلاموں کو آزاد فرما دیا، اور اپنے پاس جمع شدہ سات دینار بھی انہیں صدقہ کر دیئے، اپنے ہتھیار مسلمانوں کو ہبہ کر دیئے اور خود اپنے گھر کا یہ حال تھا کہ رات چراغ جلانے کیلئے تیل بھی نہیں تھا، جو کہ حضرت عائشہ نے پڑوس سے ادھار لیا۔
اسی وقت آپ پہ غشی طاری ہو جاتی ہے اور اسی حالت میں انہیں دوائی پلائی گئی، افاقہ کے بعد جب آپ کو احساس ہوا تو آپ نے فرمایا کہ یہی دوا۔ پلانے والوں کو بھی پلائی جائے۔ کیونکہ مجھے تو اس دوا کی ضرورت نہ ہے میں تو اپنے رفیق اعلیٰ کی طرف جا رہا ہوں۔

Marfat.com

محمد مصطفیؐ کا اس دنیا میں آخری دن

دوشنبہ کا دن تھا اور صحابہ کرام نماز فجر کی ادائیگی میں مصروف تھے اور ابوبکر صدیق امامت فرما رہے تھے۔ محمد مصطفیؐ کی زندگی میں یہ آخری نماز تھی، جسے وہ دیکھنا چاہ رہے تھے عائشہ کے حجرے کا پردہ ہٹا، محمد مصطفیؐ نے ایک نظر صحابہ کرام پر ڈالی جو انکی تعلیمات کے مطابق صف بہ صف کھڑے تھے اور ان کے آگے محمد مصطفیؐ کا وہی یار غار۔ ابوبکر صدیقؓ مصلیٰ نبوت پر کھڑے تھے۔ پردے کی سرسراہٹ نے تمام مسلمانوں میں جوش وولولہ پیدا کر دیا، ابوبکر صدیق سمجھے کہ شاید حضور خود تشریف لا رہے ہیں لہذا وہ اپنی ایڑ کے بل پیچھے ہٹے۔

تاکہ محمد مصطفیؐ مصلے امامت پر تشریف فرما ہوں۔ مگر محمد مصطفیؐ تو وہ ایسے منظر آخری بار دیکھنا چاہتے تھے۔ کہ ابوبکر صدیق......ان کے مصلے پر کھڑے کیسے لگتے ہیں اور مسلمان کیسے صف بہ صف کھڑے ہیں۔

محمد مصطفیؐ کا نورانی چہرہ مبارک خوشی سے کھل کھلا اٹھا، ہونٹ مبارک تبسم کیلئے حرکت میں آئے اور آپ ہلکے سے مسکرا دیئے۔ اور اس آخری تبسم میں ان کی پوری 63 سالہ زندگی 23 سالہ جدوجہد، تمام غم اور کامیابیاں پنہاں تھیں۔

دن چڑھا چاشت کا وقت آ جاتا ہے حضرت فاطمہ سے سرگوشی فرمائی اور انہیں تسلی دی اور انہیں خواتین عالم کی سردار کے خطاب سے نوازا۔

شدید کرب کی حالت میں تھے حضرت فاطمہ سے ان کی یہ تکلیف دیکھی نہیں جا رہی تھی۔ اور وہ پکار رہی تھی۔ واکرب آباء۔ ہائے اباجان کی تکلیف۔

اپنے شہزادوں حسن وحسین کو بلا کر چوما اپنی جملہ ازوداج مطہرات کو بلایا۔ اور انہیں وعظ ونصیحت کی۔

لمحہ لمحہ تکلیف بڑھتی جا رہی تھی، اور خیبر کے موقعہ پر یہودیوں نے انہیں جو زہر دی تھی اس کا اثر اپنے جوبن پر تھا۔ فرمانے لگے ''اے عائشہ خیبر میں میں نے جو کھانا کھایا تھا، اس کی تکلیف مجھے برابر محسوس ہو رہی ہے پھر صحابہ کرام کو نماز اور اپنے زیردست لوگوں کا خیال رکھنے کے بارے میں وصیت کی۔ اور یہ ان کی آخری بات تھی''

Marfat.com

عالم نزع۔ عائشہ کا اعزاز

12 ربیع الاول 11 ھ یوم دوشنبہ سوموار بوقت چاشت ویلہ، سورج اپنے اسی مقام پر کھڑا عالم نوع انسانی کے سب سے برگزیدہ شخص کے سفر آخرت کو بچشم خود ملاحظہ کررہا تھا۔

ہر چیز پر سکتہ طاری تھا، کائنات انگشت بدنداں تھی اس نے محمد مصطفےٰؐ کی جانب طائف ہجرت بھی دیکھی تھی، سورج، چاند، ستارے آپ کی ہجرت مدینہ کے بھی گواہ تھے۔

آج سارے مظاہر قدرت آپ کی اس آخری ہجرت کا بھی مشاہدہ کررہے تھے۔ لیکن یہ ہجرت کسی کے ظلم وستم سے مجبور ہو کر نہیں بلکہ خالق حقیقی کی جانب بہ رضا ورغبت ہورہی تھی۔ اور ایسے میں ان کی رفیقہ حیات ان کی شریک حیات ان کے دکھ سکھ کی ساتھی، حالت مرض کے وقت ان کی کیفیت کی گواہ، محمد مصطفےٰؐ کی زبان مبارک سے نکلنے والی حدیثوں کی حافظہ، رات کے اندھیرے میں محمد مصطفےٰؐ کی خدائے بزرگ وبرتر کے حضور سجدوں کے روحانی لمحات کو بچشم خود مشاہدہ کرنے والی واحد شخصیت، نبی کا حرم، صحابیہ مجتہدہ اور فقیہہ ہر وقت ہر لمحہ محمد مصطفےٰؐ کے شانہ بشانہ تھی محمد مصطفےٰؐ عائشہ کے سینے کے ساتھ ٹیک لگائے اپنی زندگی کی آخری ساعتوں میں تھے، کسی بھی لمحے کچھ بھی ہوسکتا تھا۔ اسی لمحے محمد مصطفےٰؐ کی معصوم نگاہیں کمرے میں گھوم جاتی ہیں محسوس ہوتا ہے کہ کوئی چیز تلاش کررہے ہیں انہیں اس وقت کس چیز کی ضرورت ہے ایسے میں مزاج شناس محمد۔ پاس ہوتو تردد کی کیا ضرورت ہے عائشہ سمجھ گئیں کہ میرے آقا مسواک کی خواہش رکھتے ہیں، عائشہ نے ہاتھ بڑھایا، مسواک آپ کے حوالے کی، آپ نے مسواک پکڑی اور اسے دندان مبارک تک لے گئے۔ پھر مسواک نکال دی پھر سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کیا بات ہے واپس کیوں کردی۔ کسی کو سوچنے کی کیا ضرورت تھی عائشہ تو تھی، یہ معمہ عائشہ نے ہی تو حل کرنا تھا۔ انہوں نے اشارے سے پوچھا اے میرے آقا۔ کہ کیا میں آپ کیلئے مسواک کو اپنے دانتوں سے نرم کردوں۔ محمد مسکرا اٹھے۔ عائشہ نے مسواک اپنے دانتوں سے نرم کرکے آقائے نامدار کو دے دی جنہوں نے اس مسواک سے اپنے دندان مبارک صاف کرکے اس دنیا میں اپنا آخری عمل پیش کیا۔

مسواک سے فارغ ہوتے ہی ہاتھ کی انگلی فضاء میں بلند کی اور دونوں ہونٹوں پر کچھ حرکت ہوئی، عائشہ نے لب مبارک سے اپنا کان لگایا تو وہ کہہ رہے تھے "اے اللہ مجھے بخش دے اے اللہ مجھ پر رحم فرما"

عائشہ کا یہ اعزاز منفرد نوعیت کا حامل ہے۔ جس محمدؐ کے چھونے سے حجر اسود عام پتھر سے کائنات کی مقدس ترین اقسام میں داخل ہوجاتا ہے، اس محمدؐ کے اتنے قریب ہونے پر عائشہ کے درجات

Marfat.com

کوکون پہنچ سکتا ہے، عائشہ جس کی پاکدامنی کی گواہی خود اللہ نے دی۔ سورۃ نور۔ عائشہ کے نور کے ثبوت کیلئے اتاری گئی جسے محمد مصطفیٰ کے حرم کیلئے خود اللہ نے منتخب کیا نکاح سے پہلے جبرائیل جس واحد خاتون کی تصویر لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ عائشہ کی ہی تصویر تھی۔

عائشہ کے اس منفرد اعزاز پر چودہ صدیاں بیت جانے کے بعد بھی انہیں نہایت احترام کے ساتھ اس کائنات کا ذرہ ذرہ خراج عقیدت پیش کر رہا ہے۔

ہوں مرے ماں باپ قربان اس مقدس نام پر
عائشہ کے سینکڑوں احسان ہیں اسلام پر
جس کی عظمت کی گواہی دی کلام اللہ نے
جس کی غیرت کے نشان دام ایام پر
جس کو بخشا تھا پیغمبر نے حمیرا کا لقب
مہر ومہ کی رونقیں قربان اس کے نام پر
جسکے فرزندوں نے سیل بیکراں کے روپ میں
اپنی سطوت کے علم لہرائے روم وشام پر
جس پر باندھا تھا خدا کے دشمنوں نے اتہام
آج تک انسان شرمندہ ہے اس الزام پر
سید الکونین کی سیرت کا نورانی ورق
جیسے صیقل جگمگاتی ہو دل صمصام پر

حضرت عزرائیل علیہ السلام۔ محمد مصطفیٰ کی خدمت میں

محمد مصطفیٰ بدستور اسی کیفیت میں تھے عائشہ کی آغوش میں سر مبارک رکھا ہوا تھا۔ اتنے میں عزرائیل آجاتے ہیں، محمد مصطفیٰ ان سے پوچھتے ہیں کہ بتاؤ مرے دوست عزرائیل کیسے آنا ہوا۔

زیارت کیلئے ......؟ یا روح قبض کرنے کیلئے، وہ بھی آپ کی اجازت سے، حضور نے فرمایا۔ ٹھہرو۔ جبرائیل آجائے اسی لمحہ جبرائیل آجاتے ہیں۔ محمد مصطفیٰ ان سے پوچھتے ہیں کہ فرمان الٰہی تو تھا کہ میری عمر نوے برس کی ہوگی ابھی تو میری عمر 63 سال ہوئی ہے۔ جبرائیل نے کہا کہ آپ کے 27 سال تو معراج میں گزرے ہیں بہرحال حکم خداوندی ہے کہ آپ جتنا عرصہ چاہیں دنیا میں رہ سکتے

Marfat.com

ہیں اور جتنی عمر چاہیں وہ آپ کو عنایت کی جا سکتی ہے۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ کی مرضی کیا ہے۔ جبرائیل نے کہا کہ اللہ کی مرضی تو ہے کہ آپ جنت آئیں اور اس مقصد کیلئے دوزخ کو ٹھنڈا کیا ہے اور جنت کو آراستہ کیا گیا ہے۔

ہائے ہائے میری اُمت

ان لمحات میں محمد مصطفٰیؐ کو اپنی اُمت کا غم تھا وہ سوچ رہے تھے کہ میرے بعد میری امت کا کیا ہوگا، جبرائیل سے انہوں نے یہی سوال کیا، جبرائیل نے بتایا کہ اللہ نے فرمایا ہے کہ آپ اپنی امت مجھ پر چھوڑ دیں، اور قیامت کے دن واپس لے لیں۔ خدا کی طرف سے ذمہ داری لینے پر آپ کو سکون آ گیا۔

پھر آپ نے جبرائیل سے پوچھا کہ میری تجہیز و تکفین کون کرے گا اور نماز جنازہ کون پڑھائے گا۔

اس سوال کے جواب کیلئے حضرت جبرائیل نے اللہ سے رجوع کیا۔

پھر بولے۔ حضرت علی غسل دیں اور کفن پہنائیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ امامت کروائیں گے اور آپ حضرت عائشہ کے حجرے میں دفن ہو کر آرام فرمائیں گے۔

(بحوالہ قصص الانبیاء مصنفہ غلام نبی بن عنایت اللہ صـ۴۹۲)

آخری خواہش

اُمت کیلئے آخری بار پھر آسانی لینے میں کامیاب

محمد مصطفٰیؐ نے قدم قدم پر اپنی اُمت کیلئے خدا پاک سے آسانیاں حاصل کیں بنی نوع انسان کو رنج و غم سے بچایا۔ اور آخر میں ایک بار پھر اپنی اُمت کیلئے 'آسان موت' کی سہولت لینے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔

حضرت جبرائیل سے گفتگو کے بعد آپ حضرت عزرائیل کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ اے عزرائیل اب آپ اپنا کام کریں۔

چنانچہ ملک الموت نے اپنا ہاتھ محمد مصطفٰیؐ کے سینہ مبارک پر رکھا اس کے ساتھ ہی محمد مصطفٰیؐ نے ایک آہ بھری اور فرمانے لگے۔

اے عزرائیل تمہارے ہاتھ رکھنے سے مجھے ایسا لگا کہ گویا کہ پورا پہاڑ میری چھاتی پر آن پڑا

Marfat.com

ہے۔ مجھے اس سے بڑی تکلیف ہوئی ہے۔ کیا ایسی ہی تکلیف میری اُمت کو بھی ہوگی۔ مجھے جتنی تکلیف دینی ہے دے دو، مجھے میری اُمت کی آسانی کے بدلے زیادہ سے زیادہ تکلیف اور سختی منظور ہے بشرطیکہ میری اُمت کو آسانی مہیا کی جائے اور انہیں جان قبض کرنے کے وقت ذرا ایذا نہ پہنچائی جائے۔

محمد مصطفیٰؐ کی اس آخری خواہش کے بعد حضرت عزرائیل نے فرمایا کہ جو کوئی آپ کی امت میں سے نماز فریضہ کے بعد آیت الکرسی پڑھے گا۔ اس کی روح ایسے ہی آسانی سے قبض کی جائے گی جسے ماں اپنے بچے کے منہ سے اپنی چھاتی ہٹاتی ہے۔ اور وہ اسی طرح سویا رہتا ہے۔ اور پھر محمد مصطفیٰؐ نے آخری دفعہ پھر۔ خدا کی وحدانیت اور اپنے رسول ہونے کے متعلق شہادت دی۔

اور اس کے ساتھ ہی اس دار فانی کو خدا حافظ کہہ دیا۔ اور اس کائنات کا ذرہ ذرہ پکار اٹھا اے محمد مصطفیٰؐ۔ الوداع..........الوداع

ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور محمدؐ اللہ کے سچے رسول ہیں۔

ازدواج مطہرات

حضرت خدیجہ طاہرہؓ

حضرت خدیجہؓ بنت خویلد بنی اسد سے تعلق رکھتی تھیں۔ ان کی والدہ کا نام زاہدہ تھا۔ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ آپ حضرت محمد مصطفیٰؐ سے پندرہ سال پہلے پیدا ہوئیں۔ یعنی آپ عمر میں حضور علیہ السلام سے پندرہ سال بڑی تھیں۔ اس سلسلے میں مشہور مؤرخ جناب عثمان قریشی کی تحقیق کے مطابق حضرت خدیجہ حضور علیہ السلام کی ہم عمر ہی تھیں۔ اور پندرہ سال بڑے ہونے کا افسانہ مخصوص مقاصد کیلئے تراشا گیا ہے۔ (بحوالہ سیرت دانائے سبل مصنفہ عثمان قریشی جلد اول)

بہر حال اس سلسلے میں کوئی ان کا ہم خیال نہیں مل سکا اور انہوں نے خود بھی کوئی حوالہ نہیں دیا۔

حضرت خدیجہؓ کی پہلی شادی ابو ہالہ تمیمی سے ہوئی۔ ان سے ان کے دو بیٹے ابو ہالہ اور ہند پیدا ہوئے۔

حضرت خدیجہؓ کی دوسری شادی عتیق بن عائذ سے ہوئی، ان سے ان کی ایک بیٹی 'ہند' پیدا ہوئی۔ عتیق کی وفات کے بعد حضرت محمد مصطفیٰؐ سے ان کی شادی ہوئی۔

ابو طالب نے ان کا نکاح پڑھایا، حضرت خدیجہ کا اشاعت اسلام کے سلسلے میں کردار بہت قابل فخر رہا۔ انہیں پہلی مسلمان ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔ محمد مصطفیٰؐ کی حضرت خدیجہؓ سے حضرت قاسم، حضرت عبداللہ، اور سیدہ زینب (زوجہ ابو العاص) سیدہ رقیہ، سیدہ اُم کلثوم (ان دونوں کی شادی یکے بعد دیگرے حضرت عثمان غنیؓ سے ہوئی) اور سیدہ فاطمہ الزہراء (زوجہ حضرت علیؓ) اولاد ہوئی۔

Marfat.com

حضرت خدیجہ اُمت مسلمہ کی پہلی ماں ہیں۔ انہیں اعلیٰ حضرت رضا خان نے کچھ ان الفاظ میں خراج عقیدت پیش کیا ہے۔

سیما پہلی ماں کیف امن وامان
حق گزار رفاقت پہ لاکھوں سلام
اللہ اللہ کیا شان ہے تیری
اے ہم سب کی پیاری ماں
عرش سے جس پر تسلیم نازل ہوئی
اس سرائے سلامت پہ لاکھوں سلام
منزل من قصب الاصحب الانصب
ایسے کوشک کی زینت پہ لاکھوں سلام

حضور علیہ السلام انہیں زینت البیت یعنی گھر کی زینت کہا کرتے تھے۔ اور جب گھر کی یہ زینت گھر سے رخصت ہوئیں تو حضور علیہ السلام پر غم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ اور آپؐ فرمایا کرتے تھے۔

مجھے اس کی جدائی کا بہت زیادہ افسوس ہے، وہ بچوں کی شفیق ماں تھی، میرے دکھ سکھ کی ساتھی، وفا شعار، وفادار اور سلیقہ شعار تھی جسے میں کبھی فراموش نہیں کرسکتا۔

سیدہ سودہ بنت زمعہ

نبوت کے دسویں سال اور دسویں رمضان المبارک کو جب رسول ہاشمیؐ کی اہلیہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ آپ سے جدا ہوئیں تو ان پر اداسیوں اور غموں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ وہ خدیجہ جس نے ہر دکھ ہر سکھ ہر غمی اور ہر خوشی میں آپؐ کے شانہ بشانہ رہیں آپ کی ہر جدوجہد میں حصہ لیا، وہ ان سے جدا ہو گئی تھیں۔ آپؐ کے مسائل، دشمنیاں، اور نبوت کا بار گراں یہ سب اپنی جگہ تھے ہی، مگر آپؐ کی کم سن چھوٹی بچیاں...... جن کا خیال رکھنا تھا...... پرورش کرنی تھی، دیکھ بھال کرنی تھی، اور ایسے میں حضرت خولہ بنت حکیم آتی ہیں اور کہتی ہیں کہ اس مشکل گھڑی میں سیدہ سودہ آپ کے گھربار کو چلانے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔

آپؐ نے فرمایا...... کون سی سودہ...... وہ سودہ جو آپ کی والدہ کے خاندان سے تعلق رکھتی ہیں۔ ان کی کوششوں سے بہت سوں نے اسلام قبول کرلیا تھا۔ اسلام کی جدوجہد میں انکا بڑا مقام تھا اور انہی وجوہات کی بنا پر آپ صلعم نے یہ رشتہ قبول کرلیا۔

Marfat.com

حضرت عائشہ صدیقہؓ

نام۔ عائشہ خطاب اُم المومنین،

کنیت اُم عبداللہ القاب صدیقہ اور حمیرا

شجرہ نسب۔ آپؓ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی صاحبزادی ہیں جن کا شجرہ حضرت محمد مصطفیٰؐ سے ''مرۃ'' پر ایک ہو جاتا ہے۔

بشارت الٰہی۔ نکاح سے پہلے محمد مصطفیٰؐ خواب میں دیکھتے ہیں کہ ایک فرشتہ ریشم کے کپڑے میں لپٹی کوئی چیز جان دو عالم کو تحفہ میں پیش کرتا ہے۔ جب آپ اسے کھول کر دیکھتے ہیں تو اس میں حضرت عائشہؓ کی تصویر ہوتی ہے، فرشتہ کہتا ہے کہ یہ آپؐ کی بیوی ہیں۔

آپ کی شادی انتہائی سادگی سے ہوئی، حق مہر 100 روپے مقرر کیا گیا۔ جان دو عالمؐ نے یہ 100 روپے عائشہ صدیقہ کے والد سے ہی قرض لے کر انہیں ادا کیا۔

جب آپؓ دلہن بن کر خانہ نبوت واقع محلہ بنی نجار حجرہ متصل مسجد نبوی انصار کی عورتوں کے جھرمٹ میں داخل ہوئیں تو فضاء ارض وسماء ان نعروں اور نغموں سے گونج اٹھے۔

علی الخیر والبرکۃ علی خیر طائر

تمہارا آنا خیر اور برکت کا باعث ہو اور فال نیک ہو۔

محمد مصطفیٰؐ جاہلیت کی رسمیں مٹاتے ہیں۔

جان دو عالم محمد مصطفیٰؐ نے اپنی شادی کی تقریب میں اس وقت رائج زمانہ جاہلیت کی فرسودہ رسمیں توڑ ڈالیں۔ مثلاً

(1) حضرت ابوبکر صدیقؓ چونکہ محمد مصطفیٰؐ کے منہ بولے بھائی تھے، ان دنوں یہ رسم تھی کہ منہ بولے بھائی کی بیٹی سے رشتہ نہیں کیا جاتا تھا، آپؐ نے فرمایا ابوبکرؓ (اخ فی الاسلام) میرے اسلامی بھائی ہیں۔

(2) آپ کا نکاح مبارک اور رخصتی دونوں ہی ماہ شوال میں ہوئے، عرب اس مہینے میں شادی نہیں کرتے تھے، کیونکہ کسی زمانہ میں ماہ شوال میں وہاں طاعون کا مرض پھیلا تھا، اس بناء پر وہ اس مہینے کو منحوس سمجھتے تھے۔ آپ نے اس مہینے شادی کر کے جاہلیت کی رسم کو پاش پاش کر دیا۔

Marfat.com

(3) دلہن کو لاتے وقت اس کے آگے آگ جلائی جاتی تھی، اس رسم کو بھی توڑا۔

(4) عرب میں شروع سے ایک قدیمی رواج تھا کہ شوہر (دولہا) اپنی دلہن سے پہلی ملاقات اس کی سواری کی پالی میں کرتا تھا۔ مگر حضور پاکؐ نے ایسا نہیں کیا بلکہ اپنے اسی چھوٹے سے چھ یا سات ہاتھ پر محیط مٹی کی دیواروں کھجور کی ٹہنیوں سے بنے چھت اور ٹوٹے ہوئے دروازہ والے حجرہ میں خدائے پاک کی طرف سے دی گئی اس عظیم ترین خاتون سے پہلی ملاقات کی۔

مثالی محبت۔ حضرت محمد مصطفیٰؐ کو عائشہ صدیقہؓ سے مثالی محبت تھی، اس محبت کو آپؐ نے کبھی مخفی نہیں رکھا اس کی خوشبو ہر سو پھیلی ہوئی تھی، اس لئے جب آقائے کائنات، سرورِ کونین نے عائشہؓ کے حجرہ میں آنا ہوتا تو صحابہ کرام اور محمد مصطفیٰؐ سے محبت رکھنے والے اپنے ہدیے اور تحفے اس دن بھیجتے۔ ان محبت بھرے لمحات سے کچھ لوگوں کو ملال ہوتا۔ تو انہوں نے مل کر خاتونِ جنت سیدہ فاطمہ الزہراءؓ کو آپ کی خدمت اقدس میں بھیجا کہ آپؐ ساری ہی محبتوں، الفتوں اور عقیدتوں کے پھول عائشہؓ کی جھولی میں ہی نہ ڈالیں۔

جب فاطمۃ الزہراءؓ نے آنحضرتؐ کو اس نسبت تشویش سے آگاہ کیا، پتہ ہے محمد مصطفیٰؐ، احمد مجتبیٰؐ نے کیا جواب دیا۔ اور وہ جواب فاطمہ سے ایک سوالیہ (cross question) کے انداز میں سارے ہی وسوسوں، اندیشوں اور سوالوں کے قیامت تک جواب کو اپنے اندر سموئے ہوئے تھا۔

آپ نے فرمایا۔ ''میری پیاری بیٹی تم مجھے بتاؤ کہ میں جس کو چاہوں کیا تم اس کو نہیں چاہو گی۔

حضرت فاطمہؓ اس جواب کو سمجھ گئیں۔ جب دوبارہ انہیں اس کام کیلئے محمد مصطفیٰؐ کے پاس آنے پر آمادہ کیا گیا تو سیدہ عالم حضرت فاطمہؓ کے سامنے وہ سارا نقشہ پھر سے آ گیا۔ اور سراپا مجسمہ محبت محمد مصطفیٰؐ کے دل مبارک سے نکلنے والا جملہ ''میری پیاری بیٹی کہ جس کو میں چاہوں کیا تم اس کو نہیں چاہو گی'' کانوں سے ٹکرانے لگا، اس جملہ میں ہلکی سی سرزنش بھی تھی نصیحت بھی تھی ہدایت بھی تھی وصیت بھی تھی۔ سبھی کچھ اس میں پنہاں تھا۔ حضرت فاطمہؓ نے اس کام کیلئے دوبارہ اپنے پیارے باپ کے سامنے جانا گوارہ نہیں کیا۔ اور صاف صاف انکار کر دیا۔

حضرت فاطمہؓ اپنے باپ کی محبت کو سمجھ گئی تھیں۔ تبھی انہوں نے دوسری دفعہ جانے سے انکار کر دیا، اب کی بار حضرت اُمِ سلمٰی کو بیچ میں ڈالا جاتا ہے، تو آپ کا جواب ایسا جامع، خوبصورت اور قطعی تھا کہ ''اے اُمِ سلمٰی مجھے عائشہ کے معاملے میں پریشان نہ کرو'' آئندہ ایسی بات نہ کرو، یعنی اس متعلق میں کسی بھی بات سے پریشان ہو جاتا ہوں۔ یہ جواب آج کے ہمارے ان بھائیوں کیلئے بھی ہے جو حضرت عائشہؓ

Marfat.com

سے بغض رکھتے ہیں، محمد مصطفیٰؐ کا واضح فرمان ہے کہ میں عائشہؓ کو چاہتا ہوں۔ اور جو کوئی بھی مجھے چاہنے کا دعویٰ کرے اس کیلئے لازم ہے کہ وہ عائشہؓ کو چاہے اس سے محبت کرے اس سے عقیدت لرے۔ اور جو کوئی عائشہؓ کے متعلق کوئی ہلکی سے بھی بات کرے تو وہ بات میرے لئے پریشانی کا باعث ہوتی ہے''

ایسی بات سوچنا بھی کہ جس سے حضرت محمد مصطفیٰؐ پریشان ہوئے ہوں کس قدر تکلیف دہ ہے۔

ایک دفعہ حضرت عمرو بن العاص غزوہ سلاسل سے واپس آئے آپ سے پوچھا اے میرے آقا۔ کہ آپ کو اس دنیا میں سب سے زیادہ کس شخصیت سے محبت ہے'' اس دنیا میں سبھی آجاتے ہیں صحابہ کرام بھی اہل خانہ بھی، رشتہ دار بھی، بھائی بھی، اور بیٹیاں بھی۔

آپؐ نے جواب میں ارشاد فرمایا۔ عائشہ عائشہ

پھر عمرو بن العاص نے پوچھا کہ مردوں میں۔ آپؐ نے فرمایا کہ عائشہ کا باپ یعنی ابوبکر صدیق۔

حضور علیہ السلام اپنی بیویوں میں عدل فرماتے تھے، کسی سے امتیازی سلوک نہیں۔ عائشہ سے اپنی محبت کو خود حضور پاک ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

''الٰہی جو چیز میرے امکان میں ہے، میری دسترس میں ہے یعنی بیویوں میں معاشرتی اور لین دین میں برابری، سے میں گریز نہیں کرتا، لیکن عائشہ سے محبت اور بے انتہا محبت کرتا ہوں اس میں برابری میری دسترس میں نہیں ہے مجھے اس پر معاف کرنا۔

حضرت عمر فاروقؓ کی ایک بیٹی حضرت حفصہؓ کا شانہ نبوت میں تھیں۔ حضرت عمر فاروق مزاج شناس رسول تھے وہ خود ہی اپنی بیٹی حفصہ کو سمجھانے کے انداز میں فرماتے ہیں کہ تم۔ عائشہ کی برابری نہ کیا کرو تو وہ تو حضور علیہ السلام کو انتہائی محبوب ہے۔

جان دو عالم سیدہ عائشہ کے ساتھ ایک ہی برتن میں کھانا کھاتے، کھانے کے دوران بھی محبت کا یہ عالم تھا کہ اگر سیدہ عائشہ کسی ہڈی کو چوس کر خالی پلیٹ میں رکھ دیتیں تو محمد مصطفیٰؐ دوبارہ اسی چوسی ہوئی ہڈی کو چوستے۔ جس پیالہ میں عائشہ پانی پیتیں آپ نہ صرف اس پیالے میں پانی پیتے بلکہ پیالہ پر وہیں ہونٹ مبارک رکھ کر پانی پیتے جہاں عائشہ نے ہونٹ رکھے ہوتے۔

ایک دفعہ کسی پڑوسی نے آپ کی دعوت کی تو آپ نے فرمایا کہ عائشہ بھی اس دعوت میں ہوگی؟ پڑوسی نے جواب دیا کہ 'نہیں' آپ نے اس کی دعوت قبول نہیں کی۔ وہ پڑوسی دوسری دفعہ آیا پھر اس کو یہی جواب دیا پھر وہ شخص تیسری دفعہ آیا تو اس نے کہا کہ عائشہ کیلئے بھی دعوت ہے۔ آپ نے اس کی دعوت قبول کرلی۔ (بحوالہ سیرت عائشہ مصنفہ سید سلیمان ندوی)

Marfat.com

حضرت عائشہ کو بھی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے ایسی ہی محبت تھی کہ وہ ان کے بغیر بے قرار ہو جاتیں۔ آپ بستر پر نہ ہوتے تو آپ کو تلاش کرتیں۔ ایک دفعہ جب عائشہ انہیں تلاش کر رہی تھیں تو ایک جگہ کیا دیکھتی ہیں کہ خدا کے حضور سر بسجود ہیں۔ تو عائشہ بے اختیار کہنے لگیں کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان میں کس خیال میں ہوں اور آپ کس عالم میں ہیں۔

خادمہ کی موجودگی کے باوجود سیدہ عائشہ آپ کے کام خود کرنے کو سعادت سمجھتیں۔ آٹا پیستیں، وضو کا پانی خود لاتیں۔ آپ کے سر مبارک میں خود کنگھی کرتیں، عطر ملتیں، آپ کے مہمان کی خدمت کرتیں، بلکہ آپ ﷺ کے جانوروں اونٹ، بکری وغیرہ کو بھی خود ہی چارہ دیتیں۔

عائشہ صدیقہ عابدہ، زاہدہ اور متقی تھیں۔ ایک دفعہ لوگوں کے اصرار پر قسم توڑنی پڑی تو کفارے میں چالیس غلام آزاد کیئے۔ اللہ تعالیٰ سے ہر وقت ڈرتی رہتی تھیں۔ اور اتنا روتیں کہ آپ کا دوپٹہ آنسوؤں سے تر ہو جاتا، اکثر روزے رکھتیں۔ بعض روایات میں ہے کہ عائشہ ہمیشہ روزے سے ہوتیں، ایک دفعہ سخت گرمی میں پیاس کی شدت سے نڈھال ہو گئیں، تو سب نے کہا کہ نفلی روزہ ہے افطار کر لیں۔ آپ نے بیہوشی کے عالم میں فرمایا کہ نہیں۔ میں نے حضور علیہ السلام سے سنا ہے کہ عرفہ کے دن روزہ رکھنا سال بھر کے گناہوں کی معافی ہے تو میں اس روزہ کو کیسے توڑوں، عائشہ بہت سخی تھیں۔ گھر میں جو ہوتا وہ سائلوں پر لوٹا دیتیں، ایک دفعہ 70 ہزار کی رقم محتاجوں میں تقسیم کر دی اور اپنے پاس کچھ نہیں رکھا۔ ایک دفعہ اپنا مکان فروخت کر کے راہ اللہ تقسیم کر دیا۔ امیر معاویہؓ نے انہیں ایک لاکھ درہم بھیجے، وہ وہیں بیٹھے بیٹھے سب تقسیم کر دیئے اس دن آپ کا روزہ بھی تھا۔ افطاری کیلئے بھی کچھ نہیں رکھا۔

عائشہ کو علم تفسیر، شعر و شاعری، علم انساب اور دیگر بہت سے علوم میں حیران کن دسترس حاصل تھی۔ آپ کے اہل بیت میں غیر متنازعہ طور پر آپ کا مقام انتہائی بلند تھا ہی بلکہ جملہ اصحاب کرام آپ کے علم اور فقہی مہارت سے مستفید ہوتے رہتے تھے، بقول حضرت ابو موسیٰ اشعری کسی بھی مشکل میں انہی سے مدد لی جاتی تھی۔ حضرت عروہ بن زبیر فرماتے ہیں کہ انہوں نے کسی بھی عورت کو طب فقہ اور شاعری کے علوم میں ان سے بڑھ کر نہیں پایا۔

حضرت عطا ابن ابی رباخ کی مشہور روایت ہے کہ۔

کانت عائشہ افقہ الناس ، واحسن الناس رایا فی العامه.

عائشہ تمام انسانوں سے زیادہ احکام شریعت سمجھنے والی خاتون تھیں۔ اور عام لوگوں میں آپ کی رائے کو صائب ترین رائے سمجھی جاتی تھی۔

Marfat.com

اُمت محمد مصطفیٰ کو تیمّم کی سہولت حضرت عائشہ ہی کی بدولت حاصل ہوئی، امام زہری کہتے ہیں کہ، لوجمع علم عائشہ الیٰ جمیع امہات المومنین وعلم جمیع الناس لکان علم عائشہ افضل۔ اگر عائشہ کے مقابلے میں دنیا کی تمام عورتوں کا علم بھی ایک جگہ جمع کر دیا جائے تو بھی علم عائشہ کا پلڑہ بھاری رہے گا۔ خود فرمان رسول اللہ ہے۔

فضل عائشه علیٰ انساء کفضل اثرید علی سایر الطعام. خذوا نصف دینکم عن هذه الحمیرا.

عائشہ کو جملہ عورتوں پر وہی فضیلت حاصل ہے، جو ثرید کو تمام کھانوں پر ہوتی ہے۔ اپنے دین کا نصف علم اس عائشہ سے سیکھو۔ بحوالہ زوجات لنبی الطاہرات۔ صفحہ 35، وشبہات واباطل حول زوجات الرسول آپ سے 2210 احادیث روایت شدہ ہیں۔

وجہ انتخاب۔ اللہ کے پیارے محمد مصطفیٰ کی رفاقت کیلئے عائشہ کا انتخاب بوجوہ تھا۔ ایک دفعہ محمد مصطفیٰ نے خود حضرت ابو ہریرہؓ سے فرمایا تھا کہ شادی کیلئے عورت کا انتخاب چار اوصاف کی بنیاد پر ہوسکتا ہے، دولت، حسن وجمال، حسب ونسب، اور دینداری۔ تم دیندار کو تلاش کرو۔

عائشہ سے اللہ تعالیٰ نے دین کی خدمت کا کام لینا تھا۔ عائشہ قرآن وحدیث کی جید عالمہ تھیں۔ بہت بڑی فقیہہ، مجتہد اور فہم مسائل میں منفرد مقام رکھتی تھی۔ آپ کا شمار محدثین کے طبقہ اولیٰ میں ہوتا تھا۔ تفسیر طب اشعار عرب علم انساب اور دیگر بہت سے علوم وفنون پر آپ کو حیران کن مہارت تھی۔

وصال۔ سیدہ عائشہ اپنے جیون ساتھی آقا سرور کائنات محمد مصطفیٰ کی رحلت کے تقریباً 46 سال بعد 17 رمضان المبارک 57ھ بعد از نماز وتر پوری کائنات کو سوگوار چھوڑ کر اس دارِ فانی سے کوچ کر گئیں سارا مدینہ آنسوؤں میں نہا گیا، ہر مرد عورت بچے بھی یہ افسوسناک خبر سنتے ہی گھروں، مسجدوں حجروں سے باہر نکل پڑے۔ اور اسی چھوٹے سے کمرہ جو گارے سے بنا تھا جس کا چھت کھجور کی ٹہنیوں کا بنا تھا بارش میں جب پانی اس کے اندر ٹپکتا۔ تو میرے محمدؐ کے مقدس ہاتھ ان ٹہنیوں پر کمبل ڈالتے تاکہ یہ پانی سیدہ عائشہ کے اوپر نہ پڑے، عائشہ کی نیند متاثر نہ ہو۔ آج اسی کچے گھروندے میں محمد مصطفیٰ کی سب سے محترم ہستی کا جسد خاکی پڑا تھا۔ وہ عائشہؓ جس نے اس کچے گھر میں اپنے عزیز ترین ساتھی محمد رسول اللہؐ کے ساتھ نو سال گزارے وہ عائشہؓ جس نے اس کچے گھروندے میں اپنے اسی عزیز ترین ساتھی کی جدائی کے بعد 55 سال گزارے، لیکن آج اسی کچے گھروندے، کو اپنا مزید ایک منٹ بھی نہیں دے رہیں۔ ان کی وصیت تھی کہ مجھے فوری طور پر رات کو ہی دفن کر دینا سارا مدینہ انکے جسد خاکی کو کندھا دینے کا اعزاز

Marfat.com

حاصل کر رہا تھا۔ مدینہ میں اتنا بڑا ہجوم کسی نے پہلے یا بعد میں نہ دیکھا ہوگا۔
ابوھریرہؓ نے نماز جنازہ پڑھانے کا اعزاز حاصل کیا انہیں حضرت عبداللہ عروہ پر مشتمل پانچ افراد نے قبر میں اتارا اور سپرد خاک کر دیا۔
عمر کے بیٹے سے کسی نے پوچھا کہ سیدہ عائشہ کی موت کا غم کس کس کو ہوا تو انہوں نے جواب دیا کہ جس جس کی وہ ماں تھیں۔ حضرت محمدؐ کی بیوی ہونے کے ناطے میں وہ ہر کلمہ گو مسلمان کی ماں تھیں۔ لہذا ہر مسلمان کو اس کا غم ہوا اعلیٰ حضرت بریلوی اپنے اس خوبصورت انداز میں سیدہ عائشہ کو سلام پیش کرتے ہیں۔

بنت صدیق، آرام جان نبی
اس حریم برات پر لاکھوں سلام
یعنی ہے سورت نور ان کی گواہ
ان کی پر نور صورت پر لاکھوں سلام
جن میں روح القدس بے اجازت نہ جائیں
ان سرادق کی عصمت کو لاکھوں سلام

بوقت شادی عمر عائشہ

سیرت نگاروں نے بوقت نکاح حضرت سیدہ عائشہؓ کی عمر چھ سال اور بوقت رخصتی نو سال بیان کی ہے۔ اور انہوں نے اپنا استدلال مختلف احادیث سے کیا ہے۔
اس وقت حضرت محمد مصطفیٰؐ کی عمر تقریباً 54 سال تھی، گویا 54 سال اور 9 سال کی عمروں پر مشتمل جوڑے کی شادی پر زور دیا جا رہا ہے، ہشام اور شبلی نعمانی جیسے سیرت نگار اور مورخ بھی اس رُو میں بہہ گئے اس کیلئے یہ بھونڈی دلیل دہرائی جاتی ہے کہ عرب کا موسم بہت گرم ہے اور وہاں عورتیں جلدی جوانی تک پہنچ جاتی ہیں۔
کیا یہ اصول صرف انہی تک محدود تھا، کیا عرب میں اس وقت ہزاروں عورتیں نہ تھیں کیا ان سب عورتوں کی شادی کے وقت یہی اصول مدنظر رکھا جاتا تھا۔ اس وقت حضرت فاطمہ حضور علیہ السلام کی دختر نیک اختر بھی موجود تھیں اور وہ اس وقت کنواری تھیں، پتہ ہے ان کی عمر مبارک اس وقت کتنے سال تھی۔ حضرت فاطمہ کی عمر تقریباً پندرہ سال تھی اور حضرت فاطمہ سیدہ عائشہ سے تقریباً چھ سال بڑی تھیں۔

Marfat.com

سوال پیدا ہوتا ہے کہ پندرہ سال کی عمر میں اپنی بیٹی کی شادی نہیں کرائی جا رہی جبکہ ان کا دولہا خود ان کی اپنی ہی کفالت میں موجود ہے پھر نو سال کی لڑکی کے ساتھ شادی کی توجیہہ کیا ہو سکتی ہے۔

لیکن نہیں، ایسا ممکن نہیں محمد مصطفےٰ جیسی منصف مزاج شخصیت ایسا نہیں کر سکتی، میرا موقف ان دلائل کی بناء پر ہے۔

یہ ناقابل تردید حقیقت ہے کہ بوقت شادی حضرت سیدہ عائشہ کی عمر مبارک نو سال نہیں بلکہ انیس سال تھی۔

دلیل نمبر (1)۔ صاحب مشکوٰۃ شریف شیخ ولی الدین ابی عبداللہ محمد بن عبداللہ خطیب اپنی کتاب ''اکمال فی اسمال الرجال'' میں لکھتے ہیں۔

حضرت اسماء (حضرت عائشہ کی بڑی بہن) حضرت عائشہ سے دس سال بڑی تھیں انہوں نے 73ھ میں ایک سو سال کی عمر میں وفات پائی۔ یعنی 73ھ میں حضرت اسماء کی عمر، سو سال تھی۔ ہجرت کے وقت حضرت اسماء کی عمر (100 سے 73 تفریق کریں) 27 سال، حضرت عائشہ حضرت حضرت اسماء سے دس سال چھوٹی تھیں، اس طرح ہجرت کے وقت حضرت عائشہ کی عمر 17 سال ہونی چاہیے۔

غیر متنازعہ طور پر حضرت عائشہؓ کی شادی ۲ ہجری میں ہوئی۔

ان کی عمر 17+2 = 19 سال بنتی ہے نہ کہ 9 سال۔

(بحوالہ معراج انسانیت صفحہ 379)

دلیل نمبر (2)۔ سیدہ عائشہ کی عمر کے متعلق بخاری شریف مسلم اور ابوداؤد میں 8 مقامات پر روایات بیان کی گئی ہیں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ ان آٹھوں روایات ایک ہی شخص ''ہشام'' سے ہی مروی ہیں۔ اس طرح آج جو روایت ہم تک پہنچتی ہے اس کا بنیادی ماخذ ہشام صاحب ہیں۔

ہشام صاحب کے بقول ان کی اپنی شادی فاطمہ بنت منذر سے 9 سال کی عمر میں ہوئی۔ (یعنی بوقت شادی ان کی بیوی کی عمر نو سال تھی) بحوالہ تاریخ بغداد جلد 1 صفحہ 223)

ہشام صاحب ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ میری بیوی مجھ سے 13 سال بڑی تھی۔

(تہذیب التھذیب الابن حجر ذکر فاطمہ بنت منذر)

اب یہ دونوں اقوال ہشام صاحب ہی کے ہیں، اگر ان دونوں باتوں کو درست تسلیم کر لیا جائے تو پھر یہ کہا جائے گا کہ ہشام نے اس کی پیدائش سے بھی چار سال پہلے شادی کی۔

(بحوالہ سید الورٰی مصنفہ قاضی عبدالدائم دائم)

Marfat.com

جس ہشام کو اپنی بیوی فاطمہ کی عمر بھی معلوم نہیں وہ سیدہ عائشہ جو اُس سے کئی سال پہلے گزری ہیں) کی عمر کے متعلق کیا بتا سکتا ہے اور کیا کہ اس پر اعتماد کیا جا سکتا ہے میں خدانخواستہ حدیث کی صداقت کے بارے میں شک نہیں کرتا میں نے تو اس کے راوی کی تضاد بیانی اور حافظہ کے متعلق ایک حقیقت منظر عام پر لائی ہے۔

دلیل نمبر (3) اب دو روایتوں کا تعلق عبدالرزاق نامی شخص سے ہے۔ اور یہ شخص واضح طور پر شیعہ تھا۔ (بحوالہ سیدالوریٰ صفحہ 390) اب بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ اہل تشیع سیدہ عائشہ سے کس قدر کینہ رکھتے ہیں۔ عائشہؓ سے متعلق کسی شیعہ پر قطعاً اعتماد نہیں کیا جا سکتا، وہ تو نعوذ باللہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ امام غائب، ظاہر ہونے کے بعد سیدہ عائشہ کو قبر سے نکال کر ان پر حد جاری کروائیں گے۔

ان حالات میں حضرت عائشہ کی عمر کے متعلق دس روایتوں کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے، آپ خود ہی فیصلہ کر لیں۔

دلیل نمبر (4)۔ حضرت سیدہ عائشہ حضرت محمد مصطفےٰ کی پہلی وحی سے چار سال پہلے پیدا ہوئیں، اب اس طرح بھی گنتی کر لیتے ہیں یہ 4 سال + 13 سال (مکی زندگی ہجرت سے پہلے) + 2 کیونکہ کیونکہ 2ھ میں شادی ہوتی ہے۔ 4+13+2 = 19 سال۔

(اصل حقیقت کو اللہ کی ذات ہی بہتر جانتی ہے)

حضرت زینب بنت جحش بن ریاب

حضرت زینب بت جحش کی آپ سے شادی ذی قعد ۵ھ میں انعقاد پذیر ہوئی۔ یہ آپ کی پانچویں بیوی تھیں۔

یہ شادی اسلامی تاریخ میں اس لحاظ سے منفرد اور امتیازی حیثیت رکھتی ہے کہ محمد مصطفےٰؐ اور زینب کا نکاح خود اللہ تبارک وتعالیٰ نے کروایا۔ جس کی گواہی حضرت جبرائیل نے ڈالی۔

حضرت زینب عبدالمطلب کی نواسی جبکہ محمد مصطفےٰؐ عبدالمطلب کے پوتے تھے اس طرح یہ آپ کی پھوپھی زاد بہن تھیں۔

حضرت زینب کی پہلی شادی حضرت زید بن حارثہ سے ہوئی تھی۔ جو کہ آپؐ کے منہ بولے بیٹے تھے۔ مگر ان کا باہم نباہ نہ ہوسکا۔ نتیجتاً طلاق ہوگئی۔ بعد از عدت ان کا نکاح حضور سے اللہ نے خود کر دیا۔ اس سلسلے میں قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے خود واضح کر دیا ہے کہ فلما قضیٰ زید منھا

Marfat.com

وطرًا زوجنکھا۔ ''جب زید نے ضرورت پوری کر لی تو ہم نے انہیں آپ کی زوجیت میں دے دیا''

حضرت زینب اس شادی پر اتنی خوش تھیں کہ جب انہیں اس نسبت ان کی خادمہ سلمٰی نے خوشخبری سنائی تو حضرت زینب نے خوش ہو کر اپنے زیورات انہیں بخش دیئے، صرف اتنی سی بات تھی مگر اسلام دشمن عناصر نے اس شادی پر بیجا اعتراضات کر کے اسے مشکل ترین بحث میں بدل دیا ہے۔

ایک اعتراض تو یہ کیا گیا کہ منہ بولے بیٹے کی مطلقہ سے شادی رسم ورواج کے خلاف تھی، اس کا جواب تو خود اللہ تعالیٰ نے سورۃ احزاب میں دے دیا اور متبنّی لے پالک کے رشتے کی وضاحت کی، کہ اس رشتہ کی کوئی قانونی بنیاد نہ ہے، جس طرح حضرت عائشہ کی شادی کے متعلق یہ اعتراض کیا گیا کہ منہ بولے بھائی کی بیٹی کے ساتھ شادی نہیں ہو سکتی۔

اس کی وضاحت کر دی گئی تھی کہ منہ بولا کوئی رشتہ نہیں ہوتا، رشتہ وہ ہوتا ہے جس کی کوئی صلبی بنیاد ہو۔

ایک انگریز مستشرق ولیم مورا سے یوں بیان کرتا ہے۔

''حضرت محمدؐ کی عمر اب ساٹھ سال کے قریب تھی لیکن یہ نظر آ رہا تھا کہ عمر میں اضافے کے ساتھ ساتھ جنس کے سلسلے میں ان کی کمزوری میں اضافہ ہو رہا تھا، ان کے بڑھتے ہوئے حرم کی کشش ان کو اپنی وسیع حدود سے تجاوز سے باز رکھنے کیلئے کافی نہ تھیں۔

ایک روز اپنے منہ بولے بیٹے زید سے ملنے ان کے گھر گئے لیکن وہ گھر پر موجود نہ تھے انہوں نے دستک دی، زینب رسول خدا کا مہذبانہ استقبال کرنے کیلئے اپنے آپ کو تیار کرنے لگیں لیکن ان کا حسن نیم کھلے دروازے کے راستے محمدؐ کی مشتاق نگاہوں کے سامنے آپنے آپ کو ظاہر کر چکا تھا۔ (بحوالہ محمد اینڈ اسلام صفحہ 126) کچھ اسی طرح کے خیالات کا اظہار ٹار اندر رائے، فنڈیز و آف بولے اور دوسرے مستشرقین نے بھی کیا ہے۔ (بحوالہ ضیاء النبی صفحہ 534)

میں ولیم مور کے اس اقتباس پر بعد میں بات کرتا ہوں۔

جہاں تک تعلق ہے زینب اور زید کی طلاق کا، دونوں انتہائی قابل قدر محترم اور پیاری شخصیات ہیں ہمارے مفسرین، علماء کرام وغیرہ نے تو حد کر دی کبھی ایک کو مورد الزام اور کبھی دوسرے کو حضرت زید وہ واحد شخصیت ہیں جن کا نام قرآن مجید میں براہ راست آیا ہے، خلفائے راشدین، امام حسین، امام حسن یا کسی بھی شخصیت کا نام (ماسوائے انبیائے کرام) نہیں آیا۔

پھر وہ جنگ موتہ کے سپہ سالار تھے حضرت جعفر بن ابی طالب، عبداللہ بن رواحہ اور خالد بن

Marfat.com

ولیدان کے ماتحت تھے، پھر اس جنگ میں وہ شہید ہوئے، اتفاق ہے گھریلو امور میں ان کی کسی سے بھی نہیں بنی۔

حضور علیہ السلام نے اپنی طرف سے ان کا نکاح حضرت زینب سے کر دیا تھا، حالانکہ یہ ظاہری طور پر غلام اور آقا کے درمیان رشتہ تھا، مگر یہ رشتہ کر کے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ اسلام کسی اونچ نیچ کو نہیں تسلیم کرتا۔

اب میں آتا ہوں ولیم مور کی طرف۔ ولیم مور نے جو انتہائی گستاخانہ تبصرہ کیا، یا مغربی مفکرین ایسا تعصبانہ رویہ روا رکھتے ہیں، جب ہم ان سے اس کا ماخذ پوچھتے ہیں تو جو جواب دیتے ہیں جس کا ہمارے پاس کوئی جواب نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس کیلئے وہ وہی روایات ہمارے منہ پر دے مارتے ہیں میں یہ ساری روایات یہاں نقل نہیں کرتا اور نہ حوالہ دیتا ہوں۔ میرا اتنا حوصلہ نہیں ہے۔

یہ روایت حضرت امام زین العابدین سے منسوب کی گئی ہے حالانکہ ایسا ہو ہی نہیں سکتا، وہ ایسی گستاخی کا سوچ بھی نہیں سکتے۔ بقول سید الوریٰ صفحہ 456 ''دراصل یہ کہانی علی بن زید بن جدعان نے تیار کی ہے جو کہ ضعیف اور لاشی ہے''

احمد بن عجلی کہتے ہیں کہ وہ کٹر غالی اور متشدد شیعہ تھا۔ ابو احمد بن عدی کا یہی خیال ہے۔

بات اصول کی ہے کہ ازواج مطہرات، صحابہ کرام یا حضرت امیر معاویہؓ کے متعلق کسی بھی شیعہ مسلک کی روایات بالکل باطل اور ناقابل اعتبار ٹھہر جاتی ہیں کیونکہ یہ لوگ ان شخصیات کے واضح طور پر دشمن ہیں اور کسی دشمن کی منفی روایت آنکھیں بند کر کے مسترد کرنے کے قابل ہوتی ہے ہمارے مفسرین اپنی اس سادگی میں علی ابن زید بن حدعان پر اعتبار کر کے سنگین غلطی کر بیٹھے ہیں ایک عام آدمی جب کسی کے دروازے پر دستک لگاتا ہے وہ اپنی نظر نیچے کر کے مڑ کے کھڑا ہوتا ہے، چہ جائیکہ محمد مصطفےؐ پر یہ الزام کہ وہ ان کی نظر آدھے کھلے دروازے سے اندر پڑی جہاں (نعوذ باللہ) حضرت زینب کپڑے تبدیل کر رہی تھیں اور اس حالت میں انہیں دیکھ لیا گیا، میں اس تحقیق پر قاضی عبدالدائم مصنفہ سید الوریٰ کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

اُم سلمہ بنت ابی اُمیہ

محمد مصطفےؐ کا ہر عمل قول و فعل حکم خداوندی کے تابع ہوتا ہے اور اس میں بے پناہ مصلحت الٰہی مضمر ہوتی ہے۔ اُم سلمہ کے پہلے خاوند حضرت ابوسلمٰی کی وفات کے بعد آپ کا نکاح شوال ۴ھ میں جان دوعالم سے ہوا۔

Marfat.com

اُم سلمہ کا تعلق قبیلہ بنی مخزوم یعنی خالد بن ولید والے قبیلہ سے تھا۔ جس کے بعد خالد بن ولید میں کافی تبدیلی آ گئی تھی ان میں احد والی سختی نہیں رہی تھی۔ اور بالآخر وہ مسلمان ہو کر محمد مصطفیٰؐ کی فوجوں کے سپہ سالار بنے۔

اُم سلمہ 90 سال کی عمر میں فوت ہوئیں اس وقت یزید بن معاویہ کا دور حکمرانی تھا۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے انکی نماز جنازہ پڑھائی اور انہیں جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

ان سے شادی کے بعد محمد مصطفیٰؐ اپنی گھریلو ذمہ داریوں سے کافی حد تک مطمئن ہو گئے حضرت سودہ نے ماں بن کر سیدہ کلثوم سیدہ فاطمہ کی پرورش کی اور ننھی شہزادیوں کی طرح ان کا خیال رکھا۔

حضرت سودہ سے پندرہ احادیث روایت شدہ ہیں۔ آپ نے 72 سال کی عمر میں ۱۴ھ میں وفات پائی۔ مرتے وقت آپ کی آخری وصیت تھی کہ میرا گھر عائشہ کو دے دیا جائے۔

حضرت زینب بنت حزیمہ

حضرت زینب بنت خزیمہ کی آنحضرت محمد مصطفیٰؐ کے ساتھ ۴ھ میں شادی قرار پائی، آپ صرف آٹھ ماہ ہی محمد مصطفیٰؐ کے ساتھ یہ رشتہ نبھا سکیں۔ اور شادی کے آٹھ ماہ بعد تیس سال کی عمر میں اس جہان فانی کو الوداع کہہ گئیں۔

حضرت زینب بنت خزیمہ بہت ہی متقی خاتون تھیں غریبوں اور مسکینوں کا از حد خیال رکھتی تھیں اور اسی بناء پر آپ ''اُم المساکین'' کے لقب سے مشہور ہوئیں۔

محمد مصطفیٰؐ نے بنفس نفیس ان کا نماز جنازہ پڑھایا اور ان کی قبر میں اتر کر ان کے لئے دعائے مغفرت کرائی۔

حضرت جویریہ بنت حارث

ان کا اصل نام 'برہ' تھا اور تعلق بنو مصطلق سے تھا۔ بنو مصطلق کے ساتھ جنگ میں یہ جنگی قیدی بنیں۔ مال غنیمت میں یہ ثابت بن قیس کے حصہ میں آئیں اور مکاتبت کی بناء پر آزاد ہوئیں۔ اس کی رقم حضور علیہ السلام نے خود ادا فرمائی۔ اور پھر ان کی اپنی خواہش پر انہیں خانہ نبوت میں آنے کا اعزاز حاصل ہوا۔ آپ اپنے قبیلہ پر بڑی رحمت کا باعث بنیں اور ان کی وجہ سے ان کے قبیلے کے سو قیدی خاندانوں کو آزادی نصیب حاصل ہوئی۔ ان کی پہلی شادی مسافع بن صفوان سے ہوئی تھی۔ حضور علیہ السلام کی رحلت

Marfat.com

کے بعد آپ مزید 45 سال زندہ رہیں اور 71 سال کی عمر میں ۵۶ھ میں فوت ہوئیں۔ حضرت امیر معاویہؓ کے گورنر مدینہ مروان نے ان کا نماز جنازہ پڑھایا۔ اور جنت البقیع میں دفن کیا گیا ان سے 17 احادیث روایت شدہ ہیں۔

حضرت صفیہؓ بنت حی بن اخطب

یہ بنونضیر کے سردار کنانہ بن الحقیق کی زوجہ تھیں۔ جو کہ محمد مصطفیٰؐ کے ساتھ ایک جنگ میں ہلاک ہوا۔ اور وہ اس حسن سلوک کی بنا پر دائرہ اسلام میں داخل ہوگئیں۔ انہیں پہلے کسی وقت خواب آیا تھا کہ عرب کا چاند ان کی جھولی میں آ گیا ہے جس پر ان کا خاوند برہم ہوا اور انہیں طمانچہ رسید کر دیا اور کہا کہ تم محمد مصطفیٰؐ کی آرزو کر رہی ہو۔ چنانچہ انہی کی خواہش پر انہیں یہ شرف حاصل ہوا۔ آپ بہت زیادہ سخی تھیں آپ نے اپنا سارا زیور حضرت فاطمہ کو تحفہ دے دیا۔ حضرت صفیہ 50ھ میں 60 سال کی عمر میں فوت ہوئیں۔

(1) نتیجہ حضرت صفیہ جنگی قیدی بن گئیں حضور علیہ السلام نے انہیں آزاد کر دیا۔

حضرت حفصہؓ بنت عمر (مدونہ قرآن)

حضرت حفصہ کو حضرت محمد مصطفیٰؐ کی زندگی میں ۳ھ میں آنے کا اعزاز حاصل ہوا۔ ان کے پہلے خاوند حضرت خنیس بن خزامہؓ جنگ بدر کے بعد فوت ہوگئے تھے۔ ان کے والد عمر فاروقؓ اس سلسلے میں کافی غمزدہ رہتے۔ انہوں نے ابوبکر صدیق اور عثمان غنی سے بھی بات کی، مگر حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اے عمر کیا میں تمہیں وہ شخص نہ بتا دوں جو ان دونوں سے بہتر ہے اور محمد مصطفیٰؐ نے یہ رشتہ اپنے لئے مانگ لیا۔

حضرت حفصہؓ حضرت عائشہؓ کی بہت گہری سہیلی بنی ہوئی تھیں آپ سے 60 احادیث روایت شدہ ہیں۔ آپ 45ھ میں 63 سال کی عمر میں فوت ہوئیں۔ گورنر مدینہ مروان نے ان کا نماز جنازہ پڑھایا۔ اور جنازہ کو کندھا دیا۔ آپ کاتب وحی بھی تھیں، حضرت حفصہ سے اللہ تعالیٰ نے بہت منفرد عالیشان اور عدیم المثال کام لیا۔ حضرت حفصہ قرآنی آیات جوں جوں نازل ہوتی تھیں اپنے پاس تحریر کر لیتی تھیں۔ آج ہم میں قرآن کی جو نعمت ہے اس کا سہرا حفصہ ہی کو جاتا ہے اور خدا پاک نے انہی کے ذریعے اپنے پاک کلام یعنی قرآن مجید کو محفوظ بنایا۔

Marfat.com

اُم المومنین حضرت اُم حبیبہ رملہ بنت ابوسفیانؓ

نام رملہ، کنیت اُم حبیبہ

والد قریش مکہ کا سردار ابوسفیان

والدہ صفیہ بنت ابوالعاص (حضرت عثمان کی پھوپھی)

آپ کا پہلا نکاح عبیداللہ بن جحش کے ساتھ ہوا، عبیداللہ نے بت پرستی سے نفرت کی بنیاد پر اپنا سابقہ دین چھوڑا، تقریباً انہی دنوں محمد مصطفیٰؐ نے اعلان نبوت کیا، یہ اعلان جنگل میں منگل کی طرح ہر سو پھیل گیا۔ ان دونوں میاں بیوی نے اسلام قبول کرنے کے متعلق باہم مشورہ کیا۔ اُم حبیبہ رملہ نے محمد مصطفیٰؐ کے اعلان کی مکمل تائید کی اور گواہی دی کہ یہی اللہ کے سچے نبی ہیں، چنانچہ یہ دونوں میاں بیوی باقاعدہ اسلام قبول کرنے کی غرض سے آستانہ نبوت پر حاضر ہو گئے۔

محمد مصطفیٰؐ نے آتے ہی اُم حبیبہ سے دریافت کیا کہ تمہارے والد کا کیا نام ہے تو انہوں نے کہا کہ ابوسفیان

ابوسفیان اس وقت اسلام کا سب سے بڑا دشمن تھا اور مخالف قوتوں کا سردار، آج اس کی حقیقی بیٹی بنفس نفیس محمدؐ کے قدموں پر کلمہ حق کے اظہار کیلئے حاضر ہو رہی تھی۔ اسے حضور علیہ السلام نے اللہ کا بڑا انعام سمجھا۔ چنانچہ ان دونوں کو کلمہ پڑھوا کر حلقہ بگوش اسلام کر لیا۔

ابوسفیان کا رعب و دبدبہ اس قدر تھا کہ اس نوبیاہتا جوڑے کو اس جگہ تحفظ محفوظ محسوس نہ ہوا اور انہیں خطرہ تھا کہ کہیں دوبارہ ان پر دباؤ ڈال کر دین حق سے کہیں محروم نہ کر دیا جائے چانچہ ان دونوں میاں بیوی اپنے مذہب کے تحفظ کیلئے حبشہ کی طرف دوسری ہجرت میں شامل ہو گئے۔ وقت گزرتا رہا اس دوران اُم حبیبہؓ محسوس کر رہی تھیں کہ ابوعبیدہ دین حق سے منحرف ہوتا جا رہا ہے۔ آپ نے خواب دیکھا کہ ابوعبیدہ کا چہرہ بگڑ گیا ہے۔ پھر کچھ ہی دنوں بعد ابوعبیدہ نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا، اس پر اُم حبیبہ نے ابوعبیدہ سے مکمل علیحدگی اختیار کر لی۔ کیونکہ اُم حبیبہؓ نے اپنی زندگی رسول اللہ کے مشن کیلئے ہی وقف کی ہوئی تھی اس بنا پر انہوں نے اپنا علاقہ رسم و رواج اور اپنے گھر بار کو چھوڑا تو ان حالات میں ایک کافر شخص کے ساتھ کس طرح رہ سکتی تھیں۔

ابوعبیدہ سے علیحدگی کے بعد اُم حبیبہ دیار غیر میں تن تنہا رہ گئیں ایک خاوند کا سہارا تھا اسے بھی "اسلام" کیلئے چھوڑ دیا۔

انہی دنوں محمد مصطفیٰؐ نے شاہ حبشہ نجاشی کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی، اور نجاشی نے اسلام

Marfat.com

قبول کرلیا، عبیداللہ کی بدقسمتی یہ ہوئی کہ ادھر اس نے مذہب حق چھوڑا اور ادھر اسی حالت میں وہ دار فانی سے کوچ کر گیا۔

ادھر محمد مصطفیٰؐ حضرت اُم حبیبہ کی اس پوری کیفیت کو بخوبی محسوس کر رہے تھے اور انہوں نے بالآخر ایک اہم فیصلہ کرلیا تا کہ اُم حبیبہ کی ان تمام جملہ مایوسیوں، پریشانیوں اور دکھوں کا مداوا ہو۔ اور وہ فیصلہ تھا کہ اُم حبیبہ کو کاشانہ نبوت میں شمولیت کا اعزاز بخشا۔

شاہ حبشہ نجاشی نے آپ دونوں کا نکاح پڑھا، اور اُم حبیبہ کو ان کی لازوال قربانیوں کا صلہ مل گیا۔

آپ نے تقریباً چار سال تک محمد مصطفیٰؐ کی بیوی کی حیثیت سے اعزاز حاصل کیا اور اس کے بعد حضرت محمد مصطفیٰؐ کا وصال ہوگیا۔ اُم حبیبہ ۴۴ھ میں ۷۴ سال کی عمر میں اپنے بھائی امیر معاویہؓ کے عہد خلافت میں اس دار فرانی سے کوچ کر گئیں اُم حبیبہ سے 65 روایات مروی ہیں۔

آپ کی اُم حبیبہ سے شادی کی وجہ سے اسلام کو بہت زیادہ تقویت پہنچی اور بقول پیر کرم شاہ الازہری اس کے بعد ابوسفیان نے اسلام کے خلاف کوئی واضح دشمنی نہیں کی اس طرح اسلام کے راستے میں حائل اہم رکاوٹ حضور علیہ السلام کی حکمت عملی سے دور ہوگئی، اور اسلام کو تیزی سے اشاعت کا موقع ملا۔

''محمد مصطفیٰؐ کی اُم حبیبہ اور ان کے بھائی امیر معاویہؓ کیلئے جنت کی بشارت''

ابوالقاسم بن عساکر حضرت حسنؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت امیر معاویہؓ حضرت محمد مصطفیٰؐ کے گھر آئے اس وقت حضرت محمد مصطفیٰؐ کے پاس حضرت اُم حبیبہ بھی تشریف فرما تھیں۔ امیر معاویہ یہ دیکھ کر واپس جانے لگے تو حضرت محمد صلعم نے انہیں پکارا، کہ اے معاویہ، آؤ۔ اور ہمارے پاس بیٹھو۔ پھر یہ تینوں اکٹھے بیٹھ گئے، اس وقت حضرت محمد مصطفیٰؐ نے فرمایا کہ ''میری دلی تمنا ہے کہ جنت میں ہم تینوں اکٹھے بیٹھ کر جام طہور نوش کریں''

گویا حضرت محمد مصطفیٰؐ نے واضح انداز میں یہ بشارت دی ہے کہ جنت میں حضرت امیر معاویہ اور اُم حبیبہ جائیں گے اور وہاں یہ دونوں میرے ساتھ بیٹھ کر جام طہور نوش کریں گے۔

(بحوالہ سید الوریٰ صفحہ 486)

ہمارا عقیدہ ہے کہ محمد مصطفیٰؐ کی شفاعت اس دنیا کا سب سے بڑا انعام ہے اور جب ایسی خواہش سرور کائنات دانائے سبل محمد مصطفیٰؐ کی دلی تمنا بن کر نکلے تو اس پر کون شک کرسکتا ہے۔

اس حدیث کو اعلیٰ حضرت بریلوی کے عظیم سپاہی، پیر طریقت ممتاز سیرت نگار، اور دانشور قاضی عبدالدائم دائم نے اپنی شہرہ آفاق کتاب سیرت محمد مصطفیٰؐ ''سید الوریٰ'' میں اصل حوالہ دے کر نقل کیا ہے۔

Marfat.com

اب ایسی صورتحال کے بعد جو لوگ حضرت امیر معاویہؓ سے کسی قسم کا بغض رکھتے ہوں وہ خدا پاک سے معافی طلب کریں اور ایسی کوئی بات نہ کریں جس سے حضرت امیر معاویہؓ یا حضرت اُم حبیبہؓ کی شان میں گستاخی کا پہلو نکلتا ہو۔

حضرت میمونہ بنت حارث

حضرت میمونہ بنت حارث بڑھاپے میں بیوہ ہوگئی تھیں۔ اپنے بہنوئی حضرت عباس کی خواہش پر ان کی شادی حضور علیہ السلام سے ہوئی، آپ کے خاندان نے اشاعت اسلام میں بڑا کردار ادا کیا ان کی آٹھ بہنیں تھیں۔ اور ہر ایک اچھے خاندان میں شادی شدہ تھی، مثلاً ان کی ایک بہن تاریخ اسلام کے نامور جرنیل خالد بن ولید کی والدہ تھیں۔ یعنی آپ حضرت خالد بن ولید کی سگی خالہ تھیں۔ اسی طرح ان کی ایک بہن حضرت عباس کی زوجہ تھیں۔

حضرت میمونہ اسلامی جنگوں میں بذات خود شریک ہوئیں اور مسلمان زخمی مجاہدین کی مرہم پٹی اور پانی پلانے کا انتظام کرتیں، یعنی اسلامک نرسنگ کی بانی تھیں۔

ذیقعدہ ۷ھ عمرۃ القضاء کے بعد آپ حضور کے حرم میں داخل ہوئیں۔ مشہور قبیلہ بنو ہلال سے ان کا تعلق تھا۔ کتے والی حدیث ان ہی سے روایت شدہ ہے وہ یوں کہ ایک دفعہ جبرائیل نے حضور علیہ السلام کے پاس آنے کا وعدہ کیا۔ وہ اپنے وقت پر تشریف نہ لائے، جس پر حضور علیہ السلام کو تشویش ہوئی اور پوچھنے پر حضرت جبرائیل نے فرمایا کہ آپ کو پتہ ہے ناں کہ جہاں کتا ہو وہاں میں نہیں جایا کرتا اس دن اس مقام پر چارپائی کے نیچے کتے کا بچہ موجود تھا جس کی بناء پر میں نہیں آیا۔ ان کی وفات 51ھ میں ہوئی۔ ان کے بھانجے ابن عباس نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ جنازے کے جلوس میں جب ان کا جنازہ جا رہا تھا اسے کہیں جھٹکا لگا، تو ابن عباس بہت خفا ہوئے اور احتیاط کی تلقین کرتے رہے، آپ حضور علیہ السلام کی آخری زوجہ محترمہ تھیں۔

آخر میں ایک دلچسپ بات عرض کروں۔ جب ان کا آخری وقت آیا تو اس وقت آپ مکہ میں تھیں۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے مکہ سے لے چلو۔ کیونکہ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ مجھے مکہ میں موت نہیں آئے گی، چنانچہ انہیں اس مقام پر لے جایا گیا جہاں ان کا نکاح ہوا تھا۔ اور وہ مقام تھا۔ مقام ''شرف'' اور انہیں وہیں موت آئی۔

Marfat.com

محمد مصطفیٰؐ کے معصوم صاحبزادے

حضرت ابراہیم۔

حضرت ابراہیم مدینہ میں پیدا ہوئے ڈیڑھ سال کی عمر پائی، جب وفات ہوئی اس دن سورج گرہن تھا، لوگ کہنے لگے آج غم کا دن ہے، دیکھیں سورج نے اپنا چہرہ چھپا رکھا ہے، مگر آپ نے اس کی تردید کی اور فرمایا کہ سورج گرہن اپنے طبعی عوامل کی بناء پر ہوتا ہے اس کا کسی کی موت یا زندگی سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اس دن آپؐ بہت زیادہ مغموم تھے اور بے اختیار آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو رہے تھے اور ساتھ ساتھ آپ فرما رہے تھے کہ ''آج دل بہت خفا ہے اور بے اختیار آنسو آنکھوں سے بہہ رہے ہیں لیکن میں اپنے رب کی رضا سے راضی ہوں''۔

خون خیر الرسل سے ہے جن کا خمیر
ان کی بے لوث طینت پہ لاکھوں سلام

حضرت ابراہیم کی والدہ حضرت ماریہ تھیں، جو کہ حضور علیہ السلام کی کنیز تھیں۔

حضرت قاسم، حضرت عبداللہ

حضور علیہ السلام کے یہ دو صاحبزادے حضرت خدیجہ کے بطن سے تھے، یہ دونوں بیٹے بچپن ہی میں اللہ کو پیارے ہو گئے، ان کی وفات پر کافروں نے جشن منایا۔ اللہ تعالیٰ نے ''سورۃ الکوثر'' اس موقع پر نازل کی تا کہ ان کی تسلی ہو۔ اس کے ذریعے انہیں کہا گیا کہ آپ کیوں خفا ہوتے ہیں آپ کو تو سارے جہاں یاد کریں گے اور آپ کے نام لیوا ہوں گے۔

سیدہ زینب

محمد مصطفیٰؐ کی سب سے بڑی صاحبزادی حضرت خدیجہؓ کے بطن سے تیس عام الفیل میں پیدا ہوئیں، اس وقت حضور علیہ السلام کی اپنی عمر تیس سال تھی یعنی شادی کے پانچ سال بعد پیدا ہوئیں۔ ان کی شادی حضرت خدیجہؓ کے بھانجے یعنی اپنے خالہ زاد ابوالعاص سے بعثت نبوی سے قبل ہوئی۔

محمد مصطفیٰؐ کے داماد ابوالعاص نے کافروں کے بہکانے کے باوجود حضرت زینب کو کبھی تکلیف نہ ہونے دی۔

Marfat.com

حضرت زینب نے 8ھ میں وفات پائی حضور علیہ السلام اپنی پیاری بیٹی کے غم میں بے اختیار رو رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ ''زینب میری سب سے اچھی لڑکی تھی جو میری محبت میں ستائی گئی''
حضرت زینب کے دو بچے تھے علی جو کہ نوجوانی میں وفات پا گئے تھے اور ایک لڑکی اُمامہ،
اُمامہ کی شادی حضرت فاطمہ کی وفات کے بعد حضرت علی المرتضےٰ سے ہوئی۔

سیدہ رقیہ

محمد مصطفیٰ کی دوسری صاحبزادی حضرت سیدہ رقیہ اپنے چچازاد عتبہ بن ابولہب سے بیاہی گئیں۔
جب حضور علیہ السلام نے اعلان نبوت فرمایا تو ابولہب اسلام دشمنی میں آگ بگولا ہو گیا اور اس نے محمد مصطفیٰ کے خلاف سازشوں کا سلسلہ وسیع کر دیا اور انہی دنوں سورۃ تبت یدا ابی لھب وتب......الخ نازل ہوئی۔
ابولہب نے محمد مصطفیٰ کو پریشان کرنے کی خاطر عتبہ پر زور دیا کہ وہ سیدہ رقیہ کو طلاق دے دے۔
بعدازاں حضرت محمد مصطفیٰ نے سیدہ رقیہ کی شادی حضرت عثمان (خلیفہ راشد) کے ہمراہ کردی، حضرت سیدہ رقیہ نے حضرت عثمان کے ساتھ ہجرت حبشہ میں شرکت کی اس موقع پر حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ کہ ابراہیم اور لوط کے بعد عثمان پہلا شخص ہے جس نے اللہ کی راہ میں اپنی بیوی کے ساتھ ہجرت کی۔

۲ھ میں حضرت رقیہ شدید بیمار ہو گئیں، جس کی وجہ سے حضرت عثمان کو حکم ہوا کہ وہ جہاد میں شریک نہ ہوں اور اپنی بیوی کی خبر گیری کریں اس طرح انہیں جہاد کا ثواب بھی ہو جائے گا، مگر تھوڑے ہی عرصہ بعد حضرت رقیہ فوت ہو گئیں۔ اس دوران حضرت رقیہ کے بطن سے حضرت عثمان کے دو بیٹے پیدا ہوئے۔ حضرت عبداللہ اکبر بن عثمان اور حضرت عبداللہ اصغر بن عثمان۔
حضرت عبداللہ اکبر 8 سال کی عمر میں فوت ہو گئے جبکہ حضرت عبداللہ اصغر سے آپ کی نسل خوب چلی، مگر شیعی اثرات کے تحت مورخین نے ان کی اولاد کو منقطع کرنے کی کوشش کی ہے۔ (بحوالہ تاریخ مسعودی صفحہ 267) اور یہی ہماری تاریخ کا المیہ ہے کاش کوئی اٹھے اور ان گوشوں کو بے نقاب کر دے۔
حضرت رقیہ اور حضرت عثمان میں بے حد محبت تھی اور یہ محبت پورے جہان میں ایک ضرب المثل کی صورت اختیار کر گئی۔

احسن زوجین راھما الانسان
رقیۃ وزوجھا عثمان

Marfat.com

رقیہ اور عثمان سے بہتر میاں بیوی کوئی نہیں ہیں، حضرت رقیہ نے 21 سال کی عمر میں وفات پائی، اور جب ان کی قبر پر مٹی ڈالی جا رہی تھی تو کنارے پر دو عظیم شخصیات غم میں نڈھال روئے جا رہے تھے اور وہ محمد مصطفیٰؐ اور حضرت فاطمہؓ تھے۔

پھر فاطمہ اٹھیں، اور اپنی چادر مبارک سے محمد مصطفیٰؐ کے بہتے اور رواں آنسو۔ پونچھنے لگیں۔

سیدہ اُم کلثوم۔ وفات شعبان ۹ ھ

محمد مصطفیٰؐ کی یہ تیسری صاحبزادی ہیں، یہ بھی حضرت خدیجہ کے بطن سے پیدا ہوئیں، ان کا نکاح قبل از بعثت ابوالہب کے دوسرے بیٹے اپنے چچازاد عتیبہ سے ہوا، لیکن بعد از بعثت ابولہب نے محمد مصطفیٰؐ کو تنگ و پریشان کرنے کی غرض سے انہیں بھی طلاق دلوادی۔

جب حضرت رقیہ زوجہ عثمان دختر محمد مصطفیٰؐ کا انتقال ہوا تو اس کے کچھ ہی عرصہ بعد آپؐ نے حضرت عثمان سے فرمایا کہ خدا کا حکم آیا ہے کہ میں رقیہ والے حق مہر پر اپنی دوسری بیٹی اُم کلثوم کا نکاح تم سے کردوں چنانچہ حضرت محمد مصطفیٰؐ کی خواہش اور حکم خداوندی کے مطابق سیدہ اُم کلثوم کا نکاح حضرت عثمان سے کر دیا گیا، اور یہ ساتھ چھ سال یعنی ۹ ھ تک چلا، شعبان ۹ ھ میں آپ وفات پا گئیں۔ اس طرح حضرت محمد مصطفیٰؐ کا یہ چھٹا مسلسل صدمہ تھا۔ آپؐ کے صدمہ کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے اس موقع پر حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر میری اور کوئی بیٹی بھی ہوتی تو اسے میں عثمان سے بیاہ دیتا۔ حضور کی دو بیٹیوں کی یکے بعد دیگرے حضرت عثمان سے شادی ہوئی حضرت عثمان کیلئے اتنا بڑا اعزاز ہے جس کی مثال نہیں دی جاسکتی۔ بقول احمد رضا خان

نور کی سرکار سے پایا دوشالہ نور کا
ہو مبارک تم کو ذوالنورین جوڑا نور کا
زوج دو نور عفت پہ لاکھوں سلام

ہماری تاریخ نے انہیں بھی بے اولاد ظاہر کیا ہے لیکن ڈاکٹر مسعود الحسن خان روھیلہ نے اپنی کتاب تاریخ بنوامیہ کے صفحہ 140 میں ان مورخین سے صرف ایک سوال پوچھا ہے کہ حضرت اُم کلثوم کے نام ہی سے ہی ظاہر ہے کہ یہ کنیت ہے یعنی کلثوم کی ماں''

اب ہمارے مورخ صرف یہ بتائیں کہ یہ کلثوم نامی شخص کون ہے؟ آخر کوئی تو ہے جس کی ماں حضرت سیدہ اُم کلثوم زوجہ حضرت عثمان تھیں۔ ڈر اور خوف کے پردے کب تک ان حقیقتوں پر پردے ڈالتے رہیں گے۔

Marfat.com

سیدہ فاطمۃ الزہراء

حضرت فاطمۃ الزہراء حضرت محمد مصطفیٰؐ کی سب سے چھوٹی بیٹی ہیں، یہ بھی حضرت خدیجہ کے بطن سے پیدا ہوئیں اس وقت حضورؐ کی عمر 41 سال تھی، یہ یاد رہے کہ حضرت محمد مصطفیٰؐ کی جملہ اولاد یعنی حضرت قاسم، حضرت عبداللہ، سیدہ زینب، سیدہ رقیہ، سیدہ اُم کلثوم اور حضرت فاطمہ (ماسوائے حضرت ابراہیم جو کہ حضرت ماریہؓ کے بطن سے ہیں) حضرت خدیجہؓ کے بطن سے پیدا ہوئی۔

حضرت فاطمہؓ جب سن بلوغت کو پہنچیں تو رواجاً شرفاء کے رشتے آنا شروع ہو گئے، حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ نے بھی اس عظیم رشتے کی خواہش کا اظہار کیا، حضور علیہ السلام نے اس نسبت خاموشی اختیار کی، تاکہ اللہ تعالیٰ خود اس سلسلے میں ان کی رہنمائی کریں۔

حضرت محمد مصطفیٰؐ کا قول فعل عمل چلنا پھرنا سونا جاگنا حکم خداوندگی کے تابع ہوتا ہے، زینب بنت جحش کا نکاح خود اللہ نے کروایا۔

عائشہ صدیقہ کی تصویر حضرت جبرائیل کے ذریعہ حضور علیہ السلام کو دکھائی گئی، رقیہ، اُم کلثوم کا نکاح حضرت عثمان سے کیا گیا، اور حضور علیہ السلام کی خواہش کہ کاش میری اور کوئی بیٹی ہوتی تو اسے بھی عثمان کو دیتا۔

لہذا اس اہم مسئلہ پر حضور علیہ السلام نے سکوت فرمایا۔ اسی دوران ان دنوں اصحاب نے حضرت علیؓ کو یہ رشتہ کرنے کا مشورہ دیا۔

جب ابوبکر وعمر فاروق نے حضرت علی کو یہ مشورہ دیا تو تب حضرت علی کو یہ خیال آیا اور وہ خود کہتے ہیں کہ مجھے تو ابوبکر وعمر فاروق کے مشورے سے پہلے اس بات کا خیال تک نہ تھا۔

چنانچہ حضرت علی نے یہ رشتہ اپنے لئے طلب کرلیا، لیکن مہر کیلئے ادائیگی کیلئے ان کے پاس رقم نہ تھی، مگر عثمان غنی جیسی شخصیت ہو تو فکر کیسی، حضرت عثمان نے اپنی جیب سے مہر کی رقم ادا کر دی، اس طرح یہ رشتہ ہو گیا حضرت علی نے ولیمہ کا انتظام کیا اور یہ خرچہ بھی حضرت عثمانؓ نے برداشت کیا۔

حضرت فاطمہ شروع سے ہی تنہائی پسند اور سنجیدہ خاتون تھیں پردہ کی سخت پابند تھیں اور کبھی بھی غیر ضروری طور پر گھر سے قدم بھی باہر نہیں نکالا، انتہائی پاکباز، متقی اور عبادت گزار تھیں۔ غربت تھی شرم وحیاء انکا خاصہ تھا، کوئی خادم نہ تھا خود گھر کے کام کاج کرتیں، حتیٰ کہ چکی تک پیستیں۔ بقول شبلی نعمانی

افلاس سے تھا سیدہ پاک کا یہ حال
گھر میں کوئی کنیز نہ کوئی غلام تھا

Marfat.com

گھس گھس گئی تھیں ہاتھ کی دونوں ہتھیلیاں
چکی کے پیسنے کا جو دن رات کام تھا
اٹ جاتا تھا لباس مبارک غبار سے
جھاڑو کا مشغلہ بھی ہر صبح وشام تھا
یوں کی بسر ہر اہل بیت مطہر نے زندگی
یہ ماجرائے دختر خیر الانام تھا

اقبال نے انہیں کچھ اس طرح خراج تحسین پیش کیا ہے۔

مزرع تسلیم را حاصل بتول
مادراں را اسوۂ کامل بتول

جب حضور علیہ السلام اس دنیا سے رخصت ہو رہے تھے آخری لمحات میں حضرت فاطمہ نے اپنے کان حضرت محمد مصطفیٰؐ کے لب مبارک سے لگائے، پہلے تو وہ روئیں اور بعد میں ہنسنے لگیں، حضرت عائشہ یہ منظر دیکھ رہی تھیں انہوں نے بیک وقت رونے اور ہنسنے کی وجہ پوچھی۔تو سیدہ کائنات نے جواب دیا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ سب سے پہلے تم مجھے اگلے جہان میں ملوگی۔اور تم جنت میں عورتوں کی سردار ہوگی۔

چنانچہ اسی پیشگوئی کے عین مطابق حضور علیہ السلام کے بعد صرف چھ ماہ بعد ہی تین رمضان المبارک ۱۱ھ کو ۲۹ سال کی عمر میں وفات پا گئیں۔

جنازہ میں بہت کم لوگوں کو شرکت کا موقع ملا، اس کی وجہ یہی تھی کہ سیدہ فاطمہ شرم وحیا کا مجسمہ تھیں وہ فرماتی تھی کہ اس سے حیاء آتی ہے کہ مرنے کے بعد میرا جنازہ سب لوگوں کے سامنے لایا جائے، اسی بناء پر ان کے گھر والے کچھ افراد نے انکا جنازہ کیا۔

"فصل الخطاب میں یوں روایت ہے کہ جناب ابوبکر صدیق (خلیفہ وقت) عثمان غنی عبدالرحمن بن عوف اور زبیر بن عوامؓ نماز عشاء کے وقت تشریف لائے، اس سے قبل جنابہ سیدہ فاطمہ الزہراء مغرب وعشاء کے مابین وفات پا چکی تھیں۔ یہ 3 رمضان سہ شنبہ کی رات تھی، حضور علیہ السلام کی وفات کو پورے چھ ماہ گزرے تھے۔آپ کی عمر مبارک 28 سال تھی، حضرت علیؓ کے کہنے پر حضرت ابوبکر صدیقؓ (خلیفہ وقت) نے نماز جنازہ کی امامت کروائی اور چار تکبیروں کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق نے یہ نماز جنازہ ادا فرمائی۔ (بحوالہ تحفہ اثناعشریہ مصنفہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ صفحہ 549)

Marfat.com

نوٹ۔ یہ کتاب 1790ء میں فارسی زبان میں لکھی گئی حضرت شاہ صاحب جملہ مسلمانان اہل سنت والجماعت کی متفقہ بزرگ شخصیت ہیں، آج کے بریلوی مکتب فکر، دیوبندی مکتبہ فکر اور اہل حدیث حضرات، سب ہی ان سے عقیدت رکھتے ہیں۔ آپ کی نماز جنازہ میں ہجوم کا یہ عالم تھا کہ آپ کی نماز جنازہ 55 مرتبہ پڑھائی گئی ان کی کتاب کے مندرجات کا آج تک جواب نہیں دیا جا سکا۔

اگر شاہ صاحب کی درج کردہ روایت کو دل و جان سے قبول کر لیا جائے تو میرا دعویٰ ہے کہ صرف اسی بنیاد پر شیعہ سنی کا نزاع ختم ہو سکتا ہے کیونکہ جب یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ حضرت فاطمہؓ کا جنازہ خود حضرت علی المرتضیٰ کی دعوت پر حضرت صدیق اکبر پڑھاتے ہیں، اور ان کے پیچھے علی المرتضیٰ خود بنفس نفیس کھڑے ہو کر ان کی اقتداء میں نماز جنازہ ادا کرتے ہیں تو مسئلہ جانشین محمد مصطفیٰؐ ہمیشہ کیلئے ختم ہو جاتا ہے۔

حضرت فاطمہ الزہراء سے 18 احادیث روایت شدہ ہیں۔

آیئے ہم بھی اعلیٰ حضرت امام رضا خان بریلوی کی ہدایت کے مطابق حضرت فاطمہ پر لاکھوں سلام پیش کریں۔

اس بتول جگر پارۂ مصطفیٰ
حجلہ آرائے عفت پہ لاکھوں سلام
جس کا آنچل نہ دیکھا مہ ومہر نے
اس ردائے نزاہت پہ لاکھوں سلام
سیدہ زہرہ طیبہ طاہرہ
جان احمد کی راحت پہ لاکھوں سلام

حضرت ماریہ قبطیہؓ

آپ نے دو لونڈیوں کو اپنے پاس رکھا، حضرت ماریہ قبطیہ اور حضرت ریحانہ بنت زید۔

حضرت ماریہ قبطیہ کو شاہ مصر مقوقس نے آپ کی خدمت میں بطور ہدیہ بھیجا۔ ان کے بطن سے حضرت محمدؐ کے ایک صاحبزادے حضرت ابراہیم تولد ہوئے، جو 29 شوال 10ھ بمطابق 27 جنوری 632ء مدینہ میں فوت ہو گئے۔

ہمارے بعض کرم فرما اپنے حسد و کینہ کے جذبات کے پیش نظر آپ کی ازدواج مطہرات کو

Marfat.com

آپ کے اہل بیت میں شمار نہیں کرتے، یہ بڑی عجیب سی بات ہے کہ اگر بیوی اہل بیت کی تعریف میں نہیں آئی تو پھر گھر کا تصور ہی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ بیوی کو دوسرے لفظوں میں ''گھر والی'' کہا جاتا ہے اور اہل بیت کا مطلب ہی ''گھر والے'' ہوتا ہے۔

یہاں میں اپنے قارئین کے نوٹس میں ایک نئی بات لانا چاہتا ہوں کہ ''بیوی'' تو خیر اہل بیت ہے ہی، اس سے انکار ایسے ہی ہے کہ جیسے 'سورج' کا انکار کیا جائے۔ حضور علیہ السلام نے اپنی لونڈیوں کو بھی اپنے اہل بیت میں شامل کیا ہے۔

میں یہاں ایک روایت پیش کرتا ہوں جو خود براہ راست حضرت علی المرتضیٰ سے ان کے فرزند ارجمند حضرت محمد بن الحنیفہؓ نے بیان کی ہے۔ اگر کوئی صاحب اس روایت کی تردید کرنا چاہیں اور اس کی ان میں جرات ہو تو براہ مہربانی مجھے ضرور بتائیں۔ میں اس روایت کا متعلقہ حصہ پیش کرتا ہوں۔

قد اکثر الناس علی ماریہ القبطیہ ام ابراھیم بن النبی .... و رحصت الی النبی ﷺ فاخبرته فقال الحمد لله الذی یقدف عنا الرجس اھل البیت.

حضرت علی فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ کی خدمت میں واپس آکر ساری صورتحال عرض کی، تب حضور علیہ السلام نے اللہ کی حمد و ثناء بیان کرتے ہوئے فرمایا سب اللہ کیلئے ہے جو ہم اہل بیت سے ہر گندگی و برائی کو ٹالتا ہے۔ اسے محدث دہلوی نے کچھ اس طرح واضح کیا ہے۔ ''یہ روایت واضح کرتی ہے کہ جنابہ ماریہ قبطیہ اہل بیت سے تھیں اور آیت تطہیر میں داخل اور فرمان بھی خود محمد مصطفیٰؐ کا ہے۔ یہی ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰؐ کا عکس کرم۔

دادے پوتا بھائی۔ جعفر بن ابی طالب

محمد مصطفیٰؐ احمد مجتبیٰ جان دو عالم سرور کونین فداہ ابی و امی نبوت کے ابتدائی دنوں نماز پڑھ رہے تھے۔ خدیجۃ الکبریٰ پیچھے کھڑی تھیں۔ دائیں جانب علی المرتضیٰ بن ابی طالب ان کے شانہ بشانہ کھڑے تھے، آپ کا بائیاں شانہ خالی تھا ایسے میں آپ کے چچا ابو طالب اپنے دوسرے بیٹے جعفر بن ابی طالب کی انگلی پکڑے گزرتے ہیں، یہ منظر دیکھ کے خوش ہوتے ہیں کہ محمد مصطفیٰؐ کی ایک طرف تو ان کے ایک لخت جگر علی المرتضیٰؓ کھڑے ہیں مگر محمد مصطفیٰؐ کی بائیں جانب خالی دیکھ کر پریشان ہو جاتے ہیں، مگر عین اس لمحے، انہیں خیال آتا ہے کہ ان کا ایک اور لخت جگر جعفر تو ان کی انگلی پکڑے ساتھ کھڑا ہے تو ان کے اندر سے ان کی خواہش آواز کا روپ دھار کر باہر آ ہی جاتی ہے۔

Marfat.com

میرے پیارے بیٹے جعفر'' میں چاہتا ہوں کہ تم بھی اپنے بھائی محمد مصطفیٰؐ کے ساتھ بائیاں بازو بن کر ساتھ کھڑے ہو جاؤ، یہ ان کی خواہش تھی مگر ان کے فرمانبردار، فرزند ارجمند جعفر نے اسے اپنے باپ کا حکم گردانا، اور محمد مصطفیٰؐ کے مقدس مشن کی تکمیل اپنی زندگی کا اولین مقصد سمجھ لیا۔

ان دنوں 25 افراد محمد مصطفیٰؐ کی رسالت اور خدا کی وحدانیت پر ایمان لا چکے تھے تو 26 نمبر پر جس عظیم شخصیت کو کلمہ طیبہ پڑھنے کی سعادت نصیب ہوتی ہے وہ یہی حضرت جعفر بن ابی طالب ہیں۔

قبول اسلام کے بعد جعفر نے صحیح معنوں میں محمد مصطفیٰؐ کے بازو کا کردار ادا کیا، اب ان کے دن رات اسی مشن کی تکمیل کیلئے گزرتے، اور وہ اس کو ہی اپنا شعار مقصد اور نصب العین بنا لیتے ہیں۔

مری زندگی کا ہے مقصد تیرے دیں کی سرفرازی
میں اسی لئے مسلماں میں اسی لئے نمازی

اور پھر کچھ عرصے کے بعد، جب محمد مصطفیٰؐ پہ زمین تنگ کر دی جاتی ہے، ان پر اور ان کے ساتھیوں پر اس قدر تشدد کیا جاتا ہے کہ مجبوراً محمد مصطفیٰؐ اپنے جانثار صحابہ کرام کو مکہ سے باہر کہیں اور ہجرت کی اجازت دے دیتے ہیں، حبشہ کی جانب دوسری ہجرت کے قافلہ میں محمد مصطفیٰؐ کے یہی دادے پوتے بھائی بھی شامل ہو جاتے ہیں۔

قریش مکہ کیلئے یہ امر بہت زیادہ باعث تشویش بن جاتا ہے کہ محمد مصطفیٰؐ کے ساتھیوں کو ایک محفوظ ٹھکانہ مل گیا ہے چنانچہ وہ انہیں ادھر سے بیدخل کرنے کیلئے اپنا ایک سفارتی وفد شاہ حبشہ نجاشی کے دربار میں بھیجتے ہیں۔ اور اس وفد کی قیادت عرب کی نامور شخصیت شہرۂ آفاق جرنیل اور مشہور زمانہ خطیب عمر بن العاص کو دی جاتی ہے۔

بادشاہ حبشہ کے دربار میں دو شیروں کا ٹکراؤ

بادشاہ حبشہ شاہ نجاشی کا دربار کھچا کھچ بھرا ہے سارے امراء، اور روساء شعراء سکالرز سفیر حضرات اور آسمانی کتابوں کے علماء بھی اپنی اپنی سیٹوں پر براجمان ہیں۔ شاہ نجاشی اپنی کابینہ کے ارکان سمیت انتہائی شان و شوکت، رعب و دبدبہ اور بڑے وقار و تمکنت سے اپنی شاہی مسند پر تشریف لاتے ہیں، پورے دربار میں مکمل سناٹا چھایا ہوا ہے۔ مگر ہر ایک کے دل میں خیالات اندیشوں، اندازوں اور وسوسوں کا ایک طوفان موجزن ہے ہر ایک سوچ رہا ہے کہ آج کیا فیصلہ ہوگا۔ کہ کیا ان غریب الدیار، مظلوم مقہور، مجبور افراد کو دوبارہ ان ظالموں کے حوالے کر دیا جائے گا یا انہیں سیاسی پناہ دے دی جائے گی۔

Marfat.com

لیکن وہاں روایت تھی کہ فیصلہ سے پہلے دونوں فریقین کے وکلاء کو اپنے اپنے دلائل دینے ہوں گے اور بعد میں ان دلائل کی روشنی میں شاہ حبشہ نجاشی فیصلہ کا اعلان کریں گے۔

کاروائی (hearing) شروع ہوتی ہے، قریش کی طرف سے ان کے وکیل عمر بن العاص ایک ریاست کے تسلیم شدہ سفیر کی حیثیت سے اپنا مؤقف پیش کرتے ہیں کہ یہ لوگ آپ کے اور ہمارے باغی ہیں، انہوں نے ہمارے آباؤ اجداد کے دین کو للکارا ہے اور آپ کے نبی حضرت عیسیٰ کی تعلیمات کو جھٹلاتے ہیں، مسلمان قافلہ میں مایوسی اور بد دلی چھا جاتی ہے۔ ان کے چہروں پر مایوسی، کہیں ہمیں دوبارہ ان ظالموں کے حوالے نہ کر دیا جائے۔ اگر ایسا ہو گیا تو یہ لوگ ہمارا جینا دوبھر کر دیں گے۔ اس وقت کچھ اس طرح ان کے قائد حضرت جعفر بھی سوچ رہے تھے، یہ ہاشمی نوجوان بہت کچھ سوچ رہا تھا۔ کبھی وہ اپنے پیچھے اپنے آباؤ اجداد کی لمبی اور باوقار فہرست کو دیکھتا۔ اسماعیل سے عدنان تک، عدنان سے فہر تک، اور پھر فہر سے غالب، لوئی، کعب، مرۃ، کلاب، قصی، عبد مناف تک کے زمانوں کو یاد کرتا اور ان کا شاندار ماضی رعب و دبدبہ جلال و جمال اور شان و شوکت اس کا اعتماد بڑھاتے۔

عالم تخیل میں ان کے جد امجد حضرت ہاشم فرماتے، میرے بیٹے، آج تم نے میرے دوسرے بیٹے محمد مصطفیٰ کے ساتھیوں کو ظلم و ستم سے بچانا ہے، آج تمہاری صلاحیتوں کے امتحان کا دن ہے۔ اور ہاشمی خون کو رسوا نہ کرنا ہاشم کے بعد، حضرت عبد المطلب آ جاتے ہیں، اور ان کا حوصلہ یوں بڑھاتے ہیں اے میرے پوتے جعفر بن ابی طالب میں تم سے زیادہ باتیں نہیں کرتا، صرف تمہیں یاد دلاتا ہوں آج سے 46 ,45 سال پہلے کا ایک دن جس دن اسی ملک کے ایک بادشاہ ابرہہ نے کعبۃ اللہ کی اینٹ سے اینٹ بجانے کا چیلنج دیا تھا۔ میں تو کعبۃ اللہ کا متولی تھی۔ میں تو نہیں گھبرایا، میں نے تو صرف اسی گھر کے مالک سے مدد کی اپیل کی تھی، اور پھر دنیا نے دیکھا کہ اللہ نے اپنے گھر کی حفاظت کیسے کی۔

تو جعفر کی آنکھوں آنکھوں میں وہ سارا منظر گھوم گیا کہ کیسے حکم خداوندی پر ابراہہ کے ہاتھیوں نے اپنی فوج کو کچل کر رکھ دیا۔

اور پھر، کیا تھا، ہاشمی خون جوش میں آ گیا تھا اور پورے اعتماد کے ساتھ فصاحت و بلاغت کی انتہاؤں کے ساتھ۔ اور محمد مصطفیٰ کی تربیت کے نتیجے میں حاصل کیئے ہوئے نصب العین کی صداقت کے ساتھ جعفر نے اپنے دلائل کا آغاز کیا۔

''اے بادشاہ ہم پہلے ایسی بدبخت قوم تھے، جو بتوں کو پوجتے اور مردار کھاتے تھے ہر طرح کی برائی، ظلم و ستم ہم میں موجود تھا، مگر اللہ نے ہم پر رحم کرتے ہوئے ہم میں ایک ایسا رسول بھیجا۔ جس نے

Marfat.com

ہمیں ایک خدا کی وحدانیت کا درس دیا۔ اس نے ہمیں خونریزی اور بدکاری سے منع کیا۔ اور اس نے ہمیں نماز، روزے، زکواۃ کا حکم دیا۔

مگران لوگوں نے انہیں تسلیم نہیں کیا اور ان کے ماننے والوں پر زمین تنگ کردی اور ہم مجبور ہو کر آپ کے ملک میں سیاسی پناہ کیلئے آئے ہیں''

شاہ نجاشی ان کی تقریر سے بڑا متاثر ہوا اور اس نے سوال کیا کہ اپنے نبی کے کلام سے کچھ سناؤ۔

تو پھر جعفر نے سورۃ مریم کی ابتدائی آیات کی تلاوت فرمائی۔

کھیعص، ذکر رحمت ربک عبدہ زکریا. الخ

اللہ الکریم الحی العلیم کا ارشاد ہے کہ اس رحمت ونوازش کا بیان ہے جو تیرے نشوونما دینے والے نے اپنے بندے زکریا پر کی تھی۔ تو یہ سنتے ہی شاہ نجاشی اور اس کے درباری رونے لگ گئے۔ اور فیصلہ محمد مصطفیٰؐ کے ساتھیوں کے حق میں ہو گیا۔

اور پھر۔ وقت گزرتا رہا محمد مصطفیٰؐ کا یہ دادے پوتا ان کے مشن کی تکمیل کی جدوجہد میں حصہ لیتا رہا۔ اسی اثناء میں ۷ھ آ گیا۔

سامراجی طاقت یہودیوں کی قوت کا مرکز خیبر مکمل طور پر فتح کر لیا گیا۔

محمد مصطفیٰؐ بہت خوش وخرم بیٹھے تھے آج وہ مطمئن تھے آج خیبر فتح ہو چکا تھا، سارے ہی یہ سمجھ رہے تھے کہ آج کا دن محمد مصطفیٰؐ کی زندگی کا سب سے بڑا خوشی کا دن ہے، اسی اثناء میں جعفر آ جاتے ہیں تو حضور فرماتے ہیں۔

واللہ ما ادری بایھما انا اسر بفتح خیبر ام بقدوم جعفر.

''اللہ جانتا ہے کہ آج مجھے سب سے زیادہ خوشی خیبر فتح ہونے کی ہے یا جعفر بن طالب کے واپس آنے کی'' اس سے محمد مصطفیٰؐ کی ان سے محبت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

محمد مصطفیٰؐ کا یہ دادے پوتا بھائی اسلام کے ایک سپاہی کی حیثیت سے اپنی زندگی گزار رہا تھا، وہ محمد مصطفیٰؐ کے سگے چچا کا بیٹا، علی المرتضیٰ کا بھائی عمر میں علی المرتضیٰ سے دس سال بڑا تھا۔

محمد مصطفیٰؐ نے اپنے اردگرد دشمنوں کو شکست فاش دے کر حالات کو مکمل طور پر اپنی گرفت میں لے لیا تھا اب ان کی توجہ عالمی سامراج کی طرف منتقل ہوتی ہے روم ان دنوں سب سے بڑی عالمی طاقت تھی۔ اور ان سے نبرد آزما ہونے کا وقت قریب آ گیا۔

Marfat.com

محمد مصطفیٰؐ ایک جنگی لشکر ترتیب دیتے ہیں۔ زید بن حارثہ کو سپہ سالار مقرر کیا جاتا ہے اور ساتھ متبادل قیادت کے طور پر جعفر بن ابی طالب اور پھر عبداللہ بن رواحہ۔

موتہ کے مقام پر لڑائی شروع ہوتی ہے ایک طرف ایک لاکھ باقاعدہ تربیت شدہ فوج اور ساتھ تقریباً اتنے ہی اردگرد قبائل اس طرح دو لاکھ کے مقابلے میں صرف چند ہزار محمد مصطفیٰؐ کے سپاہی۔

زید بن حارثہ سپہ سالار کی حیثیت سے تمام نتائج سے بے پرواہ ہو کر جان ہتھیلی پہ رکھ کر رومیوں میں گھسے ہیں اور ایسے میں حضرت جعفر ان کے نائب کی حیثیت سے کسی بھی امتیازی حیثیت کے بغیر ان کی امارت میں بڑی بہادری سے لڑ رہے ہیں، تمام نسلی تفاخر مٹا کر اونچ نیچ ختم کر کے زید بن حارثہ کو اپنا امیر تسلیم کر کے شہادت کیلئے میدان میں بڑی بہادری کے ساتھ برسرِ پیکار ہیں۔

پرچم نبوی سپہ سالار کے ہاتھوں میں ہے۔ جعفر بن ابی طالب اچانک دیکھتے ہیں کہ ایک نیزہ فضا میں بلند ہوتا ہے اور آناً فاناً ان کے سپہ سالار زید بن حارثہ کے سینے میں پیوست ہو جاتا ہے اور قریب تھا کہ زید بن حارثہ شہید ہو کر زمین پر گریں اور ساتھ ہی محمد مصطفیٰؐ کا جھنڈا بھی۔

جعفر بن ابی طالب بجلی کی سی تیزی سے اس جھنڈے کو زمین پر گرنے سے پہلے ہی پکڑ لیتے ہیں۔

زید بن حارثہ کی شہادت کے بعد محمد مصطفیٰؐ کے حکم کے مطابق جعفر بن ابی طالب سپہ سالار بن جاتے ہیں۔

جعفر بن ابی طالب نے ابھی زندگی کی 31 بہاریں ہی دیکھی تھیں، دیارِ غیر تھا، اپنے بیوی بچے رشتہ دار سب دور تھے۔ کسی کا بھی نہیں سوچا، محمد مصطفیٰؐ کا حکم تھا کہ جہاد کرنا ہے اور وہ اسی حکم پر لبیک کہتے ہوئے جام شہادت نوش کرنے کیلئے میدان عمل میں تھے۔

جعفر بن ابی طالب انتہائی جذباتی کیفیت میں سرشار تھے اور وہ رومیوں کی صفوں کی صفیں توڑ رہے تھے اور ساتھ ہی یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

یا حبذ الجنة واقترابها
طيبة وباردا اشرابها
والروم ردم قددنی عذابها
علی اذ لاقیتها ضربها

جنت اور اس کی قربت کا تصور کتنا ہی خوبصورت ہے اس کی شراب بہت زیادہ پاک اور ٹھنڈی ہے۔ روم تباہ ہو گیا اور اس کا عذاب قریب آ گیا ہے مجھ پر لازم ہے کہ جب بھی میری اس سے ملاقات

Marfat.com

ہوتو میں اس سے جنگ کروں گا۔

جعفر بن ابی طالب سرخ رنگ کے گھوڑے پر بیٹھے رومیوں سے لڑائی کر رہے ہیں ان میں بجلی کی سی تیزی ہے لیکن ان کا گھوڑا اس تیزی میں ان کا ساتھ مکمل طور پر نہیں نباہ رہا۔ انہوں نے تو مسلسل اپنی جگہ بدلنی تھی کبھی ادھر کبھی ادھر کبھی آگے کبھی پیچھے۔ انہوں نے محسوس کیا کہ گھوڑا شاید ان کی حرکت میں رکاوٹ کا سبب بن رہا ہے اور اسی وقت وہ چھلانگ لگا کر گھوڑے سے الگ ہو جاتے ہیں۔ اب پیدل تو انہیں رکاوٹ نہیں تھی وہ اپنی حرکت پر خود ہی قادر تھے۔ کسی کا ساتھ نہیں چاہیے تھا اب تو انہوں نے کمال کر دیا، لیکن اسی اثناء میں ایک کافر آتا ہے اور آپ کا دایاں بازو کاٹ دیتا ہے۔ جعفر اپنے بازوں کو نہیں بچاتے بلکہ جھنڈے کو پرچم نبوی کو زمین پر گرنے کی بجائے اپنے دوسرے بازو میں تھام لیتے ہیں۔ اور پھر دوسری طرف سے ایک کافر وار کرتا ہے اور دوسرا بازو بھی جسم سے جدا ہو جاتا ہے مگر پھر بھی وہ پرچم نبوی کو گرنے نہیں دیتے کٹے ہوئے بازوؤں اور سینے کی ٹیک کے ساتھ محمد مصطفیؐ کے پرچم کو تھام لیتے ہیں۔

اسی حالت میں تیروں اور نیزوں کی بارش میں محمد مصطفیؐ کا بھائی، ہاشمی شیر پرچم نبوی کی حفاظت کر رہا ہے اور اس حال میں انہیں 90 زخم لگے، سب سامنے سے اور بالآخر ایک رومی کی تلوار ان کے جسم کے دو ٹکڑے کر دیتی ہے۔

لیکن پرچم نبوی پھر بھی نیچے نہیں گرتا کیونکہ محمد مصطفیؐ کا ایک اور نامزد کردہ سپہ سالار عبداللہ بن رواحہ چارج سنبھال لیتا ہے اور وہ بھی اس بجلی کی سی تیزی کے ساتھ پرچم نبوی کو زمین پر گرنے سے پہلے اپنے ہاتھوں میں تھام لیتا ہے اور یہ سب میرے محمد مصطفیؐ کے عکس کرم کا نتیجہ ہے۔

اور پھر اگلے ہی دن رات کو ایک صحابی خواب دیکھتے ہیں کہ جعفر بن ابی طالب دو نئے طاقتور بازوؤں کے ساتھ جنت میں اڑتے پھرتے ہیں۔ اور اس دن سے محمد مصطفیؐ احمد مجتبیٰؐ نے انہیں جعفر طیارؓ اور ''ذوالجناحین'' کا خطاب دے کر تا قیامت امر کر دیا۔

داماد محمد مصطفیؐ ابوالعاص (وفات ۱۲ھ)

ابوالعاص محمد مصطفیؐ کے داماد، ربیع کے فرزند تھے آپ کی والدہ ہالہ حضرت خدیجہؓ کی سگی بہن تھیں۔ اس طرح حضرت خدیجہؓ ان کی خالہ ساس بن گئیں، حضرت خدیجہؓ ان سے بہت زیادہ محبت کرتی تھیں اور انہیں کی پرزور سفارش پر حضرت محمد مصطفیؐ نے اپنی پیاری شہزادی حضرت زینب کا رشتہ ابوالعاص کو دینا کیا۔

Marfat.com

حضرت محمد مصطفےٰؐ کے دو داماد تو خیر تاریخ میں بہت مشہور مقبول رہے، حضرت عثمانؓ کو آپؐ نے دو بیٹیاں بیاہ کر دیں۔ ایک کی وفات پر دوسری بیٹی دی گئی۔ اور دوسری کی وفات پر بھی یہ کہا گیا کہ اگر میری اور کوئی بیٹی ہوتی تو میں اسے بھی عثمانؓ کو ہی دیتا۔

حضرت عثمانؓ شروع سے لے کر آخر تک مسلمانوں کے ایسے وزیر خزانہ رہے جو اپنی جیب سے ہر مشکل گھڑی میں مسلمانوں کی مدد کرتے تھے۔ اور اس سلسلے میں ان کے بے پناہ احسانات ہیں۔

تبھی تو انہیں غنی کا خطاب دیا گیا، بیعت رضوان کے وقت حضور علیہ السلام نے اپنے ہاتھ کو عثمان کا ہاتھ قرار دیا، ایک موقع پر پہاڑ کی حرکت کے وقت حضور علیہ السلام نے کہا کہ اے پہاڑ تو کیوں حرکت کر رہا ہے تجھ پر اس وقت ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید بیٹھے ہیں۔

نبی تو وہ خود تھے صدیق ابوبکر اور دو شہیدوں سے مراد عمر فاروق اور عثمان تھے، دیکھیں، محمد مصطفےٰؐ نے جس وقت یہ جملہ کہا، اس وقت ایسی کوئی بات نہیں تھی لیکن کافی عرصہ بعد عمر فاروق کو مجوسیوں کی سازش سے شہید کیا جاتا ہے، عثمان غنیؓ کو اسی گروپ نے شہید کیا، بات صاف تھی، نبی خود واضح کر رہے ہیں کہ یہ شہید ہیں، اور شہید ظاہر ہے کہ کافروں سے ہی شہادت کا رتبہ پاتا ہے لیکن میں اس وقت عمر فاروقؓ یا عثمان غنی کے موضوع پر نہیں بات کر رہا۔ میرا موضوع تو ابوالعاص ہے۔

ان کے ایک اور داماد حضرت علی المرتضےٰؓ نے تاریخ اسلام کے ایک ایسے ناقابل فراموش ہیرو کا کردار ادا کیا ہے کہ انہیں ہر دور کا انسان خراج عقیدت پیش کرتا رہے گا، لیکن میں اس وقت جس شخصیت کو خراج تحسین پیش کر رہا ہوں اور وہ شخصیت ہے ابوالعاص۔

تاریخ زیادتی کرتی چلی آ رہی ہے کہ اس نے اس عظیم شخصیت کو وہ مقام نہیں دیا جس کا وہ مستحق تھا، بلکہ بعض سازشیوں اور کینہ پروروں نے ان سے داماد نبی کا منصب بھی چھیننے کی کوشش کی لیکن وہ کیسے کامیاب ہو سکتے تھے۔

محمد مصطفےٰؐ ایک جامع کامل اور تاریخی شخصیت تھے، جن سے منسوب ایک واقعہ بھی نہیں چھپایا جا سکا، ان کا ایک ایک لمحہ محفوظ ہے، تاریخ میں، حدیثوں میں، روایات اور سینوں میں۔

30 عام الفیل میں پیدا ہونے والی حضرت زینب سے ان کے باپ یعنی محمد مصطفےٰؐ کو کون چھین سکتا ہے، یہ عجیب بات ہے کہ کچھ لوگ انتہائی بغض اور کینہ سے یہ کہہ دیتے ہیں کہ زینب خدیجہ کی بیٹی تو ہیں مگر پہلے خاوند سے، تیس عام الفیل میں زینب پیدا ہوتی ہیں۔

اس وقت حضور علیہ السلام اور حضرت خدیجہؓ کی شادی کو پانچ سال گزر چکے ہوتے ہیں،

Marfat.com

25 عام الفیل میں تو خدیجہ کی حضور علیہ السلام سے شادی ہوتی ہے اور اس سے کافی پہلے وہ بیوہ ہوتی ہیں۔

اس سے بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت زینب حضور علیہ السّلام اور حضرت خدیجہؓ کی بیٹی ہیں زینب کی وفات پر محمد مصطفیؐ کی تڑپ، محمد مصطفیؐ کے آنکھوں سے آنسوؤں کا بہاؤ ہمارے ان دوستوں کو نظر نہیں آتا۔ محمد مصطفیؐ کی لگن ان کی تڑپ اور کروٹ کروٹ بے چینی انہیں محسوس نہیں ہوتی۔ روح کو جسم سے خون کو گوشت سے، محمد مصطفیؐ کی ذات سے زینب کو رسول عربی سے رقیہ کو، رسول ہاشمی سے اُم کلثوم کو کبھی بھی جدا نہیں کیا جا سکتا۔ کوئی سازش کوئی منصوبہ بندی کوئی کینہ بغض حسد عداوت بخل، محمد مصطفیؐ کو اپنی شہزادیوں سے الگ نہیں رکھ سکتا۔

اس طرح ابوالعاص بھی محمد مصطفیؐ کے اسی طرح سے نسبتی فرزند ہیں جس طرح علی المرتضےؓ ہیں جس طرح عثمان غنیؓ ہیں آج میں اسی ابوالعاص کے اس کردار سے پردہ ہٹاتا ہوں جس پر ہمارے مفکرین نے ایک تعصب کا پردہ ڈال رکھا ہے۔

ماں باپ کیلئے اولاد برابر ہوتی ہے ان کا دکھ برابر ہوتا ہے حضرت علیؓ کی جس طرح محمد مصطفیؐ کیلئے دوہری حیثیت تھی، اسی طرح ابوالعاص کی خدیجۃ الکبریٰؓ کے ہاں دوہری حیثیت تھی، عثمان غنیؓ کو قدرت نے یکے بعد دیگر رسول کی دو بیٹیاں دیکر انہیں دوہری حیثیت دے ڈالی۔

کافروں کی سازش اور کوشش تھی کہ محمد مصطفیؐ کو بیجا پریشان کیا جائے انہیں خانگی امور میں الجھانے کی بھی کوشش کی گئی آپ کی دو صاحبزادیوں کو ابولہب نے طلاق دلوائی۔ اور اسی طرح ابوالعاص پر بے پناہ زور دیا کہ انہیں لالچ دی گئی کہ وہ کسی نہ کسی طرح زینب کو طلاق دے دے تاکہ اس طرح جان دو عالم پریشان ہوں، مگر ابوالعاص نے کسی بھی ایسی سازش کا حصہ بننے سے انکار کر دیا، اور قریش کی ہر لالچ کو پاؤں کی نوک سے ٹھکرا دیا۔

لیکن ابوالعاص نے اس وقت اپنا آبائی مذہب نہیں چھوڑا اور اسلام قبول نہیں کیا جنگ بدر میں وہ قریش کی طرف سے میدان جنگ میں آئے، اور نتیجتاً وہ جنگی قیدی بن گئے قیدیوں کے ورثاء اپنے عزیز قیدیوں کو چھڑانے کیلئے فدیہ بھیج رہے تھے۔

اسی طرح کی سوچ ابوالعاص کی محبوب بیوی حضرت زینب سوچ رہی تھیں کہ زینب کی خودداری کی انتہاء کو تو دیکھیں اس کے اصول تو دیکھیں۔ ایسے میں کوئی عام عورت ہوتی۔ تو۔ یا تو وہ رشتہ توڑ دیتی، یا پھر اپنے والد کو سفارش کرتیں، مگر زینب نے تو کمال کر دیا، نہ انہوں نے اپنی وفا توڑی اور نہ انہوں نے سفارش کا سہارا لیا۔

Marfat.com

زینب نے ادھر ادھر دیکھا کہ کس چیز کا فدیہ دیا جائے تاکہ ابوالعاص کو چھڑایا جا سکے۔ اور بالآخر وہ قیمتی ہار جو انہیں گھر سے رخصت کرتے وقت خدیجۃ الکبریٰ نے تحفہ دیا تھا، زینب کے سامنے آ گیا، اور زینب نے وہ قیمتی ہار اپنے جیون ساتھی کو رہا کروانے کیلئے بھیج دیا۔

محمد مصطفےٰؐ ان سارے فدیوں کو دیکھ رہے تھے اچانک ان کی نظر مبارک ایک ہار پر ایسی پڑتی ہے کہ اٹھتی ہی نہیں۔ اس ہار میں انہیں انکی محبوب رفیقہ حیات خدیجۃ الکبریٰ کی تصویر نظر آئی، وہ سارے مراحل انکی نظروں میں گھوم گئے کہ خدیجۃ الکبریٰ نے کیسے حضرت محمد مصطفےٰؐ کے شانہ بشانہ ان کی جدو جہد میں حصہ لیا۔ اور پھر، ان کے سامنے وہ منظر گھوم گیا، جب ان کے گھر سے ان کی پیاری بیٹی دلہن بن کے رخصت ہو رہی تھی۔ اس وقت خدیجۃ الکبریٰ نے زینب کو جو ہار تحفہ دیا تھا وہ ہار انہوں نے پہچان لیا، یہ سب باتیں یاد کر کے اور زینب نے جس جذباتی کیفیت میں وہ ہار فدیہ کیلئے بھیجا۔ اس کا تصور کر کے محمد مصطفےٰؐ جان دو عالم کی معصوم آنکھوں میں آنسو آ گئے، حکم نہیں، خواہش کا اظہار کیا کہ اگر مناسب سمجھو تو ہار واپس کر کے قیدی رہا کر دو' اور صحابہ کرام کی گردنیں جھک گئیں۔

رسول اللہ نے ابوالعاص سے وعدہ لیا۔ کہ وہ مکہ پہنچ کر زینب کو ان کے پاس مدینہ بھیج دے، چنانچہ اس وعدہ کی تعمیل کرتے ہوئے ابوالعاص نے اپنے بھائی کنانہ کے ذریعہ زینب کو مدینہ روانہ کیا۔ راستہ میں کفار مکہ مزاحم ہوئے اس کشمکش میں زینب کا حمل ساقط ہو گیا، محمد مصطفےٰؐ اپنی پیاری بیٹی کی آمد کا انتظار کر رہے تھے انہوں نے زید بن حارثہ کی ڈیوٹی لگائی کہ وہ مقام 'بطن'' سے زینب کو لے کر آئے، جنگ بدر کے تقریباً ایک ماہ بعد زینب مدینہ پہنچ جاتی ہیں، وقت گزرتا رہا، ابوالعاص، مکہ میں اور زینب مدینہ میں، بالآخر کسی نہ کسی طرح ابوالعاص مدینہ چھپ کر آ جاتے ہیں زینب کے پاس پہنچتے ہیں اور زینب عورتوں کے چبوترہ سے بلند آواز سے اعلان کرتی ہیں۔

کہ ''اے لوگو! میں نے ابوالعاص کو پناہ دے دی ہے''

یہ سب سن کر محمد مصطفےٰؐ نے اپنا پالیسی بیان جاری کیا کہ پناہ دینے کا اختیار ہر شخص کو حاصل ہے چاہے وہ کمزور سے کمزور کیوں نہ ہو۔

محمد مصطفےٰؐ نے اس وقت اپنی بیٹی زینب کو نصیحت کی کہ اے بیٹی ابوالعاص کا اکرام کرنا اس کی عزت کرنا اس کا خیال رکھنا، لیکن ''خلوت'' جائز نہیں ہے کیونکہ وہ ابھی مسلمان نہیں ہوا ہے۔

ابوالعاص محمد مصطفےٰؐ کے داماد تھے حضور علیہ السلام نے اپنی لخت جگر کا رشتہ انہیں دیا۔ ظاہر ہے کہ ان میں کچھ ایسی صفات تو ہوں گی، کہ نبوت ان کی طرف مائل ہو گئی۔

Marfat.com

ابوالعاص امین بھی اور صادق بھی تھے ابوالعاص کو اسی خصوصیت کی بناء پر اہل مکہ اپنی امانتیں سپرد کرتے تھے۔

ساری دنیا حیران تھی کہ ابوالعاص محمد مصطفیٰؐ کے ساتھ اتنی عقیدت کے باوجود زینب کے ساتھ اتنی محبت کے باوجود، اور گھرانہ نبوت سے اتنی چاہت کے باوجود اسلام کیوں نہیں قبول کر رہے۔

ابھی تک کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ ہم ۷ھ کے اواخر یا ۸ھ ہجری کے اوئل میں سے گزر رہے ہیں۔ اسی اثناء میں ابوالعاص مکہ کے لوگوں کی امانتیں لے کر مکہ پہنچ جاتے اور ان کی امانتیں لوٹا دیتے ہیں ان کا اصل زر بھی منافع بھی، اور پھر اسی ہجوم میں برسر عام اعلان کرتے ہیں۔

یا معشر قریش هل بقی لاحدمنکم عندی مال لم یاخذه

اے قبیلہ قریش۔ کیا تم میں سے کسی کا میرے پاس کوئی مال یا امانت باقی رہ گیا ہے جو کہ اس نے لیا نہ ہوا۔ (بحوالہ، ابن ہشام صفحہ 302)

سب نے یک زبان جواب دیا کہ نہیں، ہم نے اپنی اپنی امانتیں وصول کر لی ہیں، اور اس جواب نے ان کی دیانت انکی امانت، ان کے کردار پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔ اور جب یہ مرحلہ پایہ تکمیل تک پہنچ گیا تو ابوالعاص نے اس مجمع عام میں اعلان کیا

کانا اشهد ان الا اله الا و ان محمد عبده و رسوله

لوسنو۔ اب میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی اور معبود نہیں اور محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

اور اس وقت انہوں نے اس سوال کا جواب بھی دے دیا کہ میں نے پہلے اسلام قبول کیوں نہیں کیا ''اگر میں امانت میں خیانت کا ارتکاب کر کے اپنے اسلام کی ابتداء کرتا تو یہ شروعات نہایت ہی بری ہوتیں''

ابوالعاص اگر اس وقت اسلام قبول کرتے تو یہ امانتیں انہیں مل جاتیں، لیکن انہوں نے اپنے کردار کو واضح کرنے کیلئے صاف کرنے کیلئے اسلام اس وقت قبول کیا جب وہ ان سب ذمہ داریوں سے بری الذمہ ہو گئے تھے۔

اور پھر تاریخ ابوالعاص کو کچھ ہی عرصہ بعد۔ پھر دیکھتی ہے کہ جب ان کی محبوب رفیقہ حیات زندگی کی وفادار ساتھی اور محمد مصطفیٰؐ کے دل کا ٹکڑا، سیدہ زینب جن کا ھبار بن اسود کے تخویف مجرمانہ حرکات سے انکا حمل ضائع ہو گیا تھا۔ اسی اذیت کی وجہ سے اللہ کو پیاری ہو رہی تھیں اور وہ تکلیف جس کا احساس حضرت محمد مصطفیٰؐ کو بہت زیادہ ہی ہوا تھا، جس کی بناء پر انہیں مجبوراً کہنا پڑا کہ اگر ھبار ابن اسود تم

Marfat.com

مسلمانوں میں سے کسی کو بھی مل جائے تو اسے میری بیٹی زینب کو اذیت پہنچانے کے الزام میں آگ میں جلا کر راکھ کر دیا جائے''

دیکھیں محمد مصطفیٰ کو اپنی بیٹی کا کس قدر احساس تھا۔

(نوٹ) بعد میں حضور علیہ السلام نے اپنا یہ حکم واپس لے لیا تھا کیونکہ آگ کا عذاب صرف خدا سے مختص ہے)

سیدہ زینب فوت ہو جاتی ہیں، یہی ابوالعاص انہیں قبر میں اتارتے ہیں لیکن اس سے پہلے اسی قبر میں محمد رسول اللہ خود اترتے ہیں بہتے آنسوؤں میں انتہائی مغموم کیفیت میں محمد مصطفیٰ فرماتے ہیں کہ ''زینب میری سب سے اچھی لڑکی تھی جو میری محبت میں ستائی گئی۔ یہی ابوالعاص ان کی قبر پہ مٹی ڈال کر پھر تاریخ کے صفحات سے غائب ہو جاتے ہیں۔

دامادِ رسول علی المرتضیٰؓ

حضرت علی المرتضیٰ تاریخ اسلام میں ایک ایسی نامور شخصیت ہیں، جن کے کئی حوالے ہیں، ان میں سے ہر ایک حوالہ بذات خود اتنا وسیع جامع، منفرد اور تکمیل کی انتہاؤں کی طرف گامزن نظر آتا ہے۔

علی المرتضیٰؓ محمد رسول اللہؐ کے چچا زاد بھائی، محمد رسول اللہ کی لاڈلی بیٹی حضرت فاطمہؓ کے شریک حیات، علی المرتضیٰ محمد رسول اللہ کے ہر قدم میں ہمقدم، ہر آواز میں ہم آواز، ہر سفر میں ہمسفر اور آپ کی ہر جدوجہد میں شانہ بشانہ جدوجہد کرنے والی عظیم المرتبت شخصیت تھے۔

علی المرتضیٰؓ حضرت عبدالمطلب کے بیٹے، فاطمہ بنت اسد بنت ہاشم کے لخت جگر ہیں۔ علی المرتضیٰ جعفر بن ابی طالب کے بھائی اور حسن و حسین جیسی عظیم ہستیوں کے والد محترم تھے۔ اور آپ کو عمر فاروقؓ کے سسر ہونے کا بھی اعزاز حاصل ہے۔

سوموار کے دن محمد رسول اللہ کو تاج نبوت پہنایا گیا اور منگل یعنی اگلے روز ہی علی المرتضیٰؓ نے آٹھ سال کی عمر میں یہ گواہی دے دی کہ میں صدق دل سے گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے نبی اور رسول ہیں۔

ہر جنگ میں ہر لڑائی میں بھرپور حصہ لیا جنگ احد میں تو انہیں 16 زخم لگے۔

آپ لحیم و شحیم شخصیت کے مالک تھے چوڑی پیشانی تمام جسم اور سر بالوں سے بھرپور درمیانہ قد پیٹ بڑا لمبی چوڑی اور گھنی داڑھی، بھاری کولہے، چوڑے شانے اور سفید گندمی رنگ کے حامل تھے۔

جنگ خیبر میں ایسا بھاری دروازہ اکھاڑ کر اپنی ڈھال بنا لیا تھا جسے چالیس زورآور آدمی بمشکل اٹھا سکتے

Marfat.com

تھے۔500احادیث آپؓ سے مروی ہیں،قرآن مجید کے جمع کرنے میں آپ کا بڑا ہاتھ ہے۔

خلفاء راشدین حضرت ابوبکر صدیق حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی کے ساتھ ان کے مثالی تعلقات رہے،پہلی آواز پر آپ نے ان کی بیعت کی۔

کچھ حضرات خواہ مخواہ انہیں خلافت کے امیدوار کے طور پر پیش کر کے ایک نزاعی باب کھول لیتے ہیں،حالانکہ آپ نے کبھی بھی اپنے آپ کو خلافت کا امیدوار نہیں بنایا بلکہ آپ نے تو اس شخصیت کو صرف اسی بنا پر کسی بھی منصب کیلئے نااہل قرار دیا ہے جو خود اپنے آپ کو اس منصب کیلئے پیش کرے۔

حضرت امام حسنؓ سے پوچھا گیا کہ اس قول میں کس حد تک صداقت ہے کہ حضورؐ نے انہیں اپنے بعد خلافت کیلئے نامزد فرمایا تھا۔تو اس پر حضرت امام حسنؓ نے بذات خود اس کی یوں وضاحت فرمائی کہ میرے سامنے والد محترم سے یہ پوچھا گیا کہ تو والد محترم نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ کی رسالت کی سب سے پہلے تصدیق کی تو میں کیسے ان سے اس جھوٹی خبر کی تصدیق کروں۔اگر ایسے ہوتا تو یقیناً اپنے خلیفہ ہونے کا اعلان کر دیتا۔ (بحوالہ تاریخ خلفا صفحہ 180)

شہادت۔

علی المرتضیٰؓ کو 63 سال کی عمر میں ۴۰ھ 17 رمضان المبارک کو عبدالرحمٰن بن ملجم نامی خارجی نے شہید کر دیا۔

قبر لاپتہ ہے۔

حضرت علی المرتضیٰؓ کی قبر مبارک لاپتہ ہے،حضرت امام حسن نے کوفہ سے آپ کی نعش مبارک مدینہ منتقل کرنے کی کوشش کی لیکن راستہ میں وہ اونٹ جس پر آپ کی نعش مبارک تھی،کہیں غائب ہو گیا۔

(بحوالہ ابن عساکر تاریخ الخلفاء،مصنفہ حافظ جلال الدین سیوطی)

حضرت علی المرتضیٰؓ کی آخری نصیحتیں۔

عقبہ ابن ابی صہبا کا بیان ہے کہ جب ابن ملجم نے آپ کو گھائل کیا تو حضرت حسن روتے ہوئے آئے تو آپ نے بڑے اطمینان سے انہیں چند نصیحتیں فرمائیں،اور فرمایا بیٹا میری یہ باتیں یاد رکھنا۔

(۱) بے وقوفی سب سے زیادہ مفلسی ہے۔

(۲) سب سے بڑی دولت عقلمندی ہے۔

Marfat.com

(۳) سب سے زیادہ وحشت تکبر اور غرور ہے۔

(۴) خوش اخلاقی سب سے بڑی نعمت ہے۔

(۵) بے وقوف کی دوستی سے ہمیشہ بچو اگر چہ وہ ظاہری طور پر کیوں نہ فائدہ مند ہو۔

(۶) جھوٹ کا ساتھ کبھی نہ دو۔

(۷) کنجوس کا ساتھ کبھی نہ دو۔

(۸) فاجر سے کبھی دوستی نہ رکھو، کیونکہ وہ تھوڑی سی چیز کے بدلے میں تمہیں فروخت کر دیگا۔

(۹) زیادہ چالا کی دراصل بدگمانی ہے۔

(۱۰) صرف اللہ کی ذات سے ہی امید وابستہ رکھو۔

(۱۱) کسی چیز کے سیکھنے میں شرم محسوس نہ کرو۔

(۱۲) اگر کوئی مسئلہ نہ آتا ہو یا پوری طرح ذہن میں نہ ہو تو صاف کہہ دو کہ مجھے علم نہیں۔

(۱۳) صبر ایمان ہے۔

(۱۴) ولی کی واحد پہچان یہ ہے کہ وہ لوگوں کو قرآن کی تلاوت پر مائل کرے۔

(۱۵) دنیا کا کبھی بھی پیچھا نہ کرنا، اگر چہ وہ تمہارا پیچھا کرے۔

(۱۶) ہمیشہ حق کرنا، ظالم کا دشمن بننا، مظلوم کا حامی بننا۔

(۱۷) ہمیشہ کتاب اللہ پر چلنا، چاہے کتنی بھی تکلیف کیوں نہ ہو۔

(۱۸) خدا کا خوف کرنا، نماز کی پابندی کرنا، ٹھیک طریقے سے وضو کرنا، زکوٰۃ نہ دینے والے کی نماز کبھی قبول نہیں ہوتی۔

(۱۹) جو چیز تمہارے ہاتھ میں نہیں اس کا غم کبھی نہ کرنا۔

(۲۰) چست و چالاک بنو، ست نہ بنو۔

(۲۱) خدا کا خوف، کرنا ہمیشہ اسلام پر ہی قائم رہنا، اور اسلام پر ہی مرنا، جینا مرنا اسلام پر ہی رکھنا۔

(۲۲) علی المرتضیٰؓ نے امام حسن امام حسین اور محمد بن حنیفہ کو سامنے رکھ کر تمام اُمت محمد مصطفےٰؐ کو آخری نصیحت کی بلکہ لکھا کہ صحابہ کرام محمد مصطفےٰؐ کے دوست اور ساتھی ہیں، ہمیشہ انکا احترام کرنا اور ان کے نقش قدم پر چلنا۔

Marfat.com

حضرت عائشہؓ کا ردعمل۔

حضرت علیؓ کی شہادت سے پورے مدینہ میں کہرام مچ گیا، ہر آنکھ آنسوؤں سے اشکبار ہوگئی، صحابہ کرام نے کہا کہ چلیں حضرت عائشہؓ کے پاس، دیکھیں کہ انہوں نے اس خبر کو کیسے لیا۔ چنانچہ سارے لوگ عائشہؓ کے پاس گئے تو وہ دیکھتے ہیں کہ عائشہ غم سے نڈھال آنسوؤں کی یلغار میں روضہ رسول کے سامنے کھڑی روتے ہوئے فرما رہی ہیں۔

''یارسول اللہ'' آپ پر لاکھوں درود وسلام، آج میں آپ کو آپ کے انتہائی محبوب ساتھی کی موت کی خبر سنانے یہاں آئی ہوں۔ میں آپ کے اس عزیز ترین ساتھی کی یاد تازہ کرنے کیلئے آئی ہوں۔ بخدا آپ کا چنا ہوا حبیب آج قتل ہوگیا، میں آج اس کی غمگسار ہوں، اس پر رونے والی اور دل جلانے والی ہوں، کاش آج اگر آپ کی قبر کھل جاتی تو آپ کی زبان مبارک بھی یہی کہتی۔

(بحوالہ عقد الفرید، ج۶)

واقعہ قرطاس سے یوم العماس تک

حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ کی ظاہری وفات سے تقریباً چار یوم قبل جب آپؐ پر مرض کی شدت بڑھ گئی، اس وقت آپ نے قرطاس یعنی کاغذ طلب کیا اور فرمایا کہ کاغذ لاؤ تاکہ میں اس پر تمہیں کچھ لکھ دوں تاکہ تم لوگ میرے بعد گمراہ نہ ہو۔ اس وقت بعض صحابہ کرام نے کہا کہ اس وقت آپ پر درد کی شدت بہت زیادہ ہے، فی الحال انہیں تکلیف نہ دی جانے دیں ہمارے پاس انہی پر نازل کردہ قرآن شریف موجود ہے جو کافی ہے۔

اس وقت اس مجلس میں مختلف افراد بیٹھے تھے وہ اس موضوع پر تقسیم ہوگئے ایک گروپ کی رائے تھی کہ انہیں اس سخت تکلیف میں زحمت نہ دی جائے جبکہ دوسرے گروپ کا خیال تھا کہ کاغذ لایا جائے بہرحال اس شور شرابے کو آپؐ نے پسند نہیں کیا اور کہا کہ سب اٹھ جاؤ''

میں نے اوپر جو مفہوم پیش کیا ہے وہ دراصل اس حدیث مبارک سے اخذ کیا گیا ہے موضوع کی انتہائی حساسیت کے پیش نظر میں اپنے معزز قارئین کے سامنے صحیح بخاری کی اصل حدیث برائے ملاحظہ پیش کرتا ہوں۔ تاکہ ہمارے کچھ دوستوں نے اس روایت کی آڑ میں اس محسن اسلام خلیفہ دوم فاروق کی ذات مبارک پر الزامات کی بوچھاڑ کر رکھی ہے جس نے محمدؐ کا پرچم 38 لاکھ مربع میل کے رقبہ

Marfat.com

لہرایا۔ ایران کو آگ پرستوں سے نجات دلوا کر محمد عربیؐ کا کلمہ پڑھوایا اور جن کے متعلق خود محمد مصطفیٰؐ نے بار ہا سخت تاکید کی کہ ان کی اطاعت کی جائے۔ ان کی فرمانبرداری کی جائے، بلکہ یہاں تک کہا کہ میرے بعد اگر کسی نبی نے آنا ہوتا تو وہ عمر فاروق ہی ہوتا۔ اس قول فیصل کے بعد ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ محمد مصطفیٰؐ کے تقدس کی ہی خاطر ان کا احترام کیا جائے۔

مگر ان لوگوں میں بغض کینہ اور دشمنی اس حد تک سرایت کر گئی کہ وہ اس مجاہد اسلام کو بیجا مورد الزام ٹھہرانے لگے، غیر مسلم پوری عیسائی دنیا یہود و نصاریٰ سب ان سے بدکتے تھے، خوف و وحشت سے ان پر سکتہ طاری ہو جاتا تھا، ان کی وفات پر انہوں نے جشن منایا، شکر ہے عمر چلا گیا آج بھی عیسائی دنیا یہ کہتی ہے کہ اگر اسلام ایک عمر کو اور پیدا کر دیتا تو اس وقت دنیا میں کسی اور مذہب کا وجود نہ ہوتا۔

چلو! دشمنان اسلام کا یہ ڈر تو جائز ہے مگر میں حیران ہوں کہ وہ لوگ جو محمد مصطفیٰؐ کی محبت کا دم بھرتے ہیں، ان کے اہل بیت کے عشق میں دیوانے محسوس ہوتے ہیں، مگر جب ان کی زبان سے ہم عمرؓ کی شان میں گستاخی سنتے ہیں تو خدا کی قسم میں حیران ہو جاتا ہوں۔ مجھے یقین نہیں آتا کہ کوئی کلمہ گو، کوئی محمد مصطفیٰؐ کا عاشق کوئی اسلام کو قبول کرنے والا، کوئی خدا کی وحدانیت پر یقین رکھنے والا شخص ایسا سوچ سکتا ہے، ایسا کر سکتا ہے، نہیں نہیں۔ کیونکہ اگر کوئی ایسا سوچے گا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ یہی چاہتا ہے کہ مسلمان دار ارقم سے کبھی نہ نکلتے، خانہ کعبہ سے بتوں کو کبھی صاف نہ کیا جاتا۔

محمد مصطفیٰؐ عمر کی بیٹی حفصہ کے شوہر نہ ہوتے، ۵۳۹ احادیث کے آپ راوی نہ ہوتے، ان کا قبول اسلام کافروں پر زلزلہ نہ بن جاتا، اللہ کی ذات انہیں اسلام کیلئے باعث عزت نہ سمجھتی۔ اور جب ہجرت کے وقت سارے خفیہ ہجرت کر رہے ہیں تو عمر، ایک ہاتھ میں ننگی تلوار دوسرے میں تیر اور پشت پر کمان لگا کر برسر عام خانہ کعبہ کا سات مرتبہ طواف کرنے کے بعد مقام ابراہیم پر یہ اعلان کرتا ہے کہ اے کافرو! تمہارے منہ کالے ہوں، اگر تم میں سے کوئی اپنی زندگی قربان کرنا چاہتا ہو، اپنی ماں کو بیٹے کی لاش پر غمگسار کرنا چاہتا ہو، اپنی بیوی کو بیوہ کرنا چاہتا ہو اور اپنے بچوں کو یتیم کرنا چاہتا ہو، وہ آئے اور مجھ سے مقابلہ کرے اور مجھے روکے۔

مجھے بتاؤ...... اسلامی تاریخ میں ایسی للکار کہاں سے لاؤ گے۔ غزوہ احد میں عمر ثابت قدم رہ کر محمد مصطفیٰؐ کے شانہ بشانہ کھڑے ہوتے ہیں تو حضور علیہ السلام خواب میں ان کا محل دیکھتے ہیں، عمر کی غیرت پہ حضور علیہ السلام فخر کرتے تھے، محمد مصطفیٰؐ کا فرمان ہے کہ شیطان عمرؓ کے راستے پر کبھی نہیں آ سکتا، آسمان کا ہر فرشتہ عمر کا احترام کرتا ہے زمین کا ہر شیطان اس سے ڈرتا ہے۔ محمد مصطفیٰؐ نے عمر کی زبان کو

Marfat.com

فرشتوں کی زبان قرار دیا۔

ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ دنیا بھر کا علم ترازو کے ایک پلڑے پر رکھا جائے اور دوسرے پلڑے پر عمر کے علم کو، تو عمر کا پلڑا بھاری رہے گا۔

مگر کتنے افسوس کی بات ہے کہ آج چودہ صدیوں بعد انہیں اسلامی فقہ سے نابلد ظاہر کیا جارہا ہے۔

عمر اسیران بدر کے قتل کی رائے پیش کرتا ہے تو اللہ قرآن میں، لولا کتاب من اللہ، عمر امہات المومنین کو پردہ کا مشورہ دیتا ہے تو اللہ قرآن میں یہ حکم جاری کرتے ہیں۔ گویا اللہ عمر کی رائے کا کتنا احترام کرتا ہے۔

عمر نے مجوسیوں اور آتش پرستوں کی مرکزی سلطنت، تخت فارس کے غرور کو پاش پاش کرنے کیلئے بحر ظلمات میں گھوڑے دوڑا دیئے، خطہ عرب میں اپنے خطبوں سے آگ لگا دی اور محمد مصطفیٰ کے سپاہیوں نے عمر کی قیادت میں سورا، کسکر، صراۃ، فلالج، قادسیہ، اغواث، یوم العماس کے معرکے سرکرتے ہوئے اس کالی آندھی کے دیو کو بوتل میں بند کر کے رکھ دیا، اور پھر بابل، کوثی، شیر مدائن، جلولاء، حلوان کے معرکوں میں یزدگرد کے لشکر کو شکست فاش دی گئی عمر کے جانثار ساتھیوں نے نہاوند کے مقام پر ایرانیوں کو ایسی ذلت آمیز شکست دی، جس کی تاریخ مثال دینے سے قاصر ہے۔

معزز قارئین آپ سمجھ رہے ہوں گے کہ میں اپنے موضوع سے باہر نکل گیا ہوں نہیں میں اپنے موضوع کے اندر ہوں، واقعہ قرطاس، عمر نے مجوسیوں کے تخت فارس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی بالآخر فتح کا تاج عمر کے سر لگا، تاریخ کی سب سے خون ریز جنگ یوم العماس میں مجوسیوں اور عجمیوں کو بیڑیاں پہنا دی گئیں، ان قیدیوں کی ایک لمبی قطار تھی، اور اس قطار میں ایک شخص کنارے پر کھڑا ایک بہت بڑا سازشی منصوبہ سوچ رہا تھا۔

وہ شخص سوچ رہا تھا کہ اس عمر نے ایران کی صدیوں کی بادشاہت کو توڑ کے رکھ دیا زرتشت کے طلسم کو پاش پاش کر دیا، اور محمد عربیؐ کی سلطنت کو ایران تک لے آیا، خاندان کیانی اور یزدگرد کی شان وشوکت کو ملیا میٹ کر کے رکھ دیا۔

وہ شخص اسی سوچ میں تھا مگر وہ کچھ کر نہ سکتا تھا، وہ خود قیدی تھا اس اثناء میں وہ مختلف حیلے بہانوں سے اسلامی ہیڈ کوارٹر پہنچ گیا، اس نے اپنے منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کیلئے ''اصول تقیہ'' کے تحت ظاہری طور پر اسلام قبول کر لیا، اب تو وہ آزاد تھا اسی اثناء میں اسے مزید ایرانی بھی ملے اور پھر اس نے محمد عربیؐ کے جانثار سپاہی عمر فاروقؓ سے انتقام لینے کی غرض سے ایک بھیانک اقدام کا ارتکاب کیا۔

Marfat.com

اور اسلامی دنیا کو عمر سے محروم کر دیا، مگر عمر بھی تو اپنے منصوبے کو مکمل کر چکے تھے، محمد عربیؐ کے نظام کو 38 لاکھ مربع میل رقبہ پر نافذ کر دیا، محمد عربیؐ پر نازل شدہ کلام الٰہی یعنی قرآن شریف کو ایسا محفوظ بنا دیا کہ اسی ''شخص'' کے پیروکار اسے دل سے نہ ماننے کے باوجود اس کے اقرار پر مجبور ہیں۔ محمد مصطفیؐ کی تعلیمات کے مطابق اسلامی فقہ کو استوار کر دیا اور اس عمر کی تجویز کردہ دعوت نماز، اعلان نماز، پکار نماز، یعنی اذان آج جہاں کہیں بھی مسلمان موجود ہیں وہاں سے بلند ہو رہی ہے۔

میرا خیال ہے کہ آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ وہ شخص کون تھا، وہ قیدی جو انسانی تاریخ کی ہاتھیوں کی ہولناک جنگ میں عمر فاروقؓ کے سپاہیوں کے ہاتھ گرفتار ہوا، لیکن اس سے پہلے میں آپ کو یاد دلا دوں کہ ہاتھیوں کی جنگ تاریخ کی ہاتھیوں کی سب سے بڑی جنگ تھی۔ ''واقعہ فیل'' میں تو ہاتھیوں کا مقابلہ انسانوں نے نہیں کیا تھا بلکہ انسانوں نے تو اسے خدا پر ڈال دیا تھا کہ خانہ کعبہ خدا کا گھر ہے اور خدا خود اپنے گھر کی حفاظت کرے گا، چنانچہ خدا نے پرندوں کی چونچوں سے کنکر برسا کر ہاتھیوں کو بھاگنے پر مجبور کیا، یہاں تو خدا نے اپنے بندے محمد مصطفیؐ کے ایک جانثار سپاہی عمر فاروقؓ کے ہاتھ ایسا کارنامہ سرانجام دلوایا۔ جس کی نظیر تاریخ انسانی کبھی بھی نہیں دے سکے گی۔

معرکہ یوم العماس میں عمر کے سپاہیوں نے کوہ پیکر ہاتھیوں سے دست بدستہ لڑائی میں ان کی آنکھوں اور سونڈوں میں برچھے مار مار کر انہیں بیکار کر کے رکھ دیا۔ اور یہی ہے عکس کرم۔

ترے غلاموں میں بھی نمایاں
جو ترا عکس کرم نہ ہوتا

اور اس قیدی کا نام تھا ''فیروز'' جسے ایرانی آج بھی اس قدام کے باعث کہ اس نے ایران کے مجوسیوں کے دشمن عمر فاروقؓ کو جام شہادت سے ہمکنار کیا، اپنے قومی ہیرو کی حیثیت سے یاد کرتے ہیں۔ کیونکہ اس نے اس شخص یعنی عمر فاروقؓ کا خاتمہ کیا جس نے ایران کے ڈھائی ہزار سالہ کافرانہ حکومت کو تہس نہس کر دیا تھا۔ ہاں میں بات کر رہا تھا کہ آپ کو اصل حدیث بھی دکھا دی جائے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

عن عبيد الله بن عبدالله عتبه عن ابن عباس قال يوم حضر رسول الله في البيت رجال فقال النبى ﷺ هلموا اكتب لكم كتاب لاتضلوا العبده. فقال بعضهم ان رسول الله قد غلبه والدجع وعندكم القرآن، حسبنا كتاب الله فااختلف اهل واختصموا فمنهم من يقول قربوا يكتب اسلم كتابا، بالا تضلوا بعده من منهم من يقول غير ذالك فلما

Marfat.com

اکثروا اللغو والاختلاف قال رسول اللہ . قوموا.

(بحوالہ صحیح بخاری، ورحمت للعالمین، مصنفہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری صفحہ 247)

یہ روایت ہے حضور علیہ السلام کے حقیقی بھتیجے حضرت عبداللہ بن عباس سے اب مجھے کوئی بتائے کہ اس روایت میں عمر فاروق کا نام کہیں درج ہے، لیکن اس کا سارا ملبہ، حضرت عمر فاروقؓ پر ڈال دیا گیا ہے اس کی بنیاد صرف وہ کینہ بغض اور عداوت ہے جو دشمنان اسلام دشمنان محمد مصطفیٰؐ جو عمر فاروق سے اس لئے تھی کہ وہ محمد عربی کا جھنڈا ہر جگہ کیوں بلند کرتے ہیں۔

مسئلہ قرطاس کے سلسلے میں ہمارے بہت سے علماء کرام مشائخ عظام نے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے، مثلاً شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے تو کمال کر کے رکھ دیا، آیئے اس شخص کو خراج عقیدت پیش کریں جس نے آج سے اڑھائی سو سال قبل مشکل ترین حالات میں محمد مصطفیٰؐ کے جانبازوں کا دفاع کیا۔

لیکن میں اس وقت اس موضوع پر حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑہ شریف کا ایک حوالہ پیش کرتا ہوں۔ جسے آپ ان کی کتاب مہر منیر کے صفحہ نمبر 559 پر ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

''حضرت عمر فاروقؓ پر اعتراض کرنے والوں نے دو غلطیاں کی ہیں ایک تو ان کے کلام کا مطلب ایسے زہریلے رنگ میں ادا کیا ہے، جو کوئی منافق بھی نہیں کر سکتا تھا، اس قسم کا جملہ مخالفین نے حضرت عمرؓ کی طرف منسوب کیا ہے وہ خلاف واقعہ ہے۔ پیر صاحب گولڑہ شریف نے تو اس حد تک دفاع کیا ہے کہ اگر اس واقعہ کو صحیح بھی مان لیا جائے تو بھی کسی صورت عمر فاروقؓ کو مورد الزام نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔

کیونکہ حضورؐ کا حکم تو سب کیلئے یکساں تھا وہاں حضرت علی اور حضرت سیدنا عباس بھی تو موجود تھے، حضرت عمر سے بھی زیادہ سیدنا علی پر مطاعن اور نتائج فاسدہ کا اثر پڑتا ہے۔ کیونکہ خانہ نبی پر حضرت علی ہی کتابت وحی کا کام کرتے تھے۔ وہ خطابات اسد اللہ الغالب، خیبر شکن اور لافتیٰ الاعلی، وغیرہ سے بھی ملقب تھے۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ کسی سے ڈر کر یا کسی کے رعب میں آ کر انہوں نے ارشاد نبی سے گریز کیا ہو۔ اگر بالفرض محال ایسا تھا پھر بھی اگلے تین دنوں میں حضرت عمر سے علیحدگی کے وقت انہیں تعمیل کا موقع مل سکتا تھا۔

حاضرین میں سے کسی کا بھی تعمیل نہ کرنا صاف بتلا رہا ہے کہ کتابت زیر بحث ضروری نہ تھی ورنہ حضور علیہ السلام بالاتفاق معصوم ہیں، کسی کے روکنے سے وہ کب رک سکتے تھے۔ میں آخر میں اس موضوع پر شاعر مشرق علامہ اقبال کا تبصرہ نقل کر کے اس موضوع کو ختم کرتا ہوں۔

اسلامی قانون میں فی الواقعہ مزید ارتقاء کی گنجائش ہے کا جواب بڑا محنت طلب ہے بہرحال

Marfat.com

اس کا اثبات میں جواب تبھی دیا جاسکتا ہے جب کہ ہم اس مسئلہ میں وہی روح برقرار رکھیں جس کا اظہار حضرت عمرؓ کی ذات میں ہوا تھا۔ یعنی حالات نزع میں اس پالیسی بیان کا اظہار کہ ہمارے لئے اللہ کی کتاب کافی ہے اور اس پر آپؐ نے خاموش رہ کر اثبات کی مہر ثبت کر دی۔

(بحوالہ، خطبات اقبال)

ابوبکر صدیقؓ کا قائدانہ کردار

محمد مصطفےٰؐ کی رحلت صحابہ کرام کیلئے انتہائی دردناک کربناک اور غمناک کیفیت تھی وہ صحابہ کرام جوان کیلئے اپنے ماں باپ، بہن بھائی اور اولاد قربان کرنے سے دریغ نہیں کرتے تھے۔ جو اس بات کو تو گوارہ کرسکتے تھے کہ ان کے بدن کے ٹوٹے ٹوٹے ہو جائیں ان کے جسم کے ٹکڑے ٹکرے کردیئے جائیں مگر رسول اللہ کو کانٹا بھی نہ چبھے۔

مگر آج ان کی یہ عظیم ہستی جدا ہوگئی تھی، ان کی زندگی اندھیر ہوگئی تھی، انہیں کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا، کہ اب ایسی صورتحال سے کیسے نمٹا جائے۔

ہر دل سوگوار، ہر روح بے قرار، اور ہر آنکھ اشکبار تھی، عائشہ اس صدمہ سے نڈھال تھیں، تو فاطمہ ادھر تڑپ رہی تھیں، علی کے اعصاب شل ہو گئے تھے، عثمان کی قوت گویائی سلب ہوگئی تھی، اس واقعہ نے سارے صحابہ کرام اور اہل بیت کو جھنجھوڑ کے رکھ دیا تھا، بقول پیر کرم شاہ الازھری ''محمد مصطفےٰؐ کی جدائی میں ساروں کی عقلیں سلب ہوگئی تھیں ہوش وحواس ناکارہ ہو گئے تھے'' اور تو اور عمر فاروقؓ جیسی آہنی، سراپا مجسمہ فولاد، جرات وللکار سے بھرپور ایک مثالی شخصیت بھی غیر متوازن ہوگئی تھی۔ انہیں تو یقین ہی نہیں آرہا تھا کہ محمد مصطفےٰؐ ان سے جدا ہو گئے ہیں، تبھی تو انہوں نے اپنی نیام سے تلوار نکال لی اور اعلان کردیا کہ اگر کسی نے کہا کہ رسول اللہ نے وفات پائی ہے تو میں اسے تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے کردوں گا۔ اور اس اعلان نے سب کو خاموش کردیا۔

قوموں کی زندگی میں ایسے واقعات آتے رہتے ہیں۔ محمد مصطفےٰؐ نے اپنا عظیم مشن جس کامیابی سے مکمل کیا اور بہت تھوڑے سے عرصہ میں خطہ عرب سے قریش یہود اور نصرانیوں کی سلطنتوں کا خاتمہ کردیا، بے ترتیب غیر منظم عرب بدوؤں کو تسبیح کے دانوں کی طرح باہم ملادیا۔ آج وہ محمد عربیؐ کا وہ خواب یہ نوزائیدہ ریاست ہچکولے کھارہی تھی اور ایسے میں رسول اللہ کا یارِ غار خصوصی تربیت شدہ، محمد رسول اللہ کے دعویٰ نبوت کا پہلا گواہ ابوبکر صدیقؓ جسے نبوت نے قدم قدم لمحہ لمحہ اپنے ساتھ رکھا، اور اس کی ٹریننگ

Marfat.com

انہی خطوط پر کرائی کہ ان میں ان کے پہلے جانشین کی خوبیاں بدرجہ اتم پیدا ہوں۔

ابوبکر صدیقؓ جو ہمہ وقت محمد رسول اللہ کے ساتھ ہوتے تھے، 12 ربیع الاول 11ھ فجر کی نماز پڑھانے کے بعد آپ کے پاس تشریف لاتے ہیں اس وقت آپ کا مزاج اقدس قدرے سنبھلا ہوا تھا، تو ابوبکر صدیقؓ اپنے گھر واقع ''سخ'' تشریف لے گئے تھے''

چاشت کے وقت محمد رسول اللہؐ کی جدائی کا یہ سانحہ پیش آیا، تو ایک صحابی نے انہیں یہ دردناک خبر پہنچائی تو ابوبکر صدیقؓ فوراً آتے ہیں اور یہ ساری کیفیت اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔

ابوبکر صدیقؓ بڑے حوصلے، تدبر اور سنجیدگی سے حجرہ مبارک میں حاضر ہوتے ہیں، چہرہ مبارک سے چادر ہٹا کر پاک پیشانی کو چوما اور باہر اس حادثہ دلفگار سے متاثرہ غمہائے بیکراں میں مبتلا رسول اللہ کے سپاہیوں اور جانثار صحابہکرام سے تاریخی خطاب کیا۔

اما بعد من کان منکم یعبدوا محمداً فان محمد قدمات، ومن کان منکم یعبداللہ فان اللہ حی لایموت......الخ......

اما بعد، تم میں سے جو شخص محمدؐ کی پوجا کرتا تھا وہ جان لے کہ حضرت محمدؐ کی موت واقع ہو چکی ہے اور تم میں سے جو شخص اللہ کی عبادت کرتا تھا تو یقیناً اللہ ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے اور کبھی نہیں مرے گا'' اگر حضرت محمدؐ فوت ہو جائیں تو کیا تم لوگ اپنی ایڑھیوں کے بل پلٹ جاؤ گے اور جو شخص اپنی ایڑی کے بل پلٹ جائے تو یاد رکھو وہ اللہ کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

ابوبکر صدیقؓ کا پر اعتماد خطاب سن کر صحابہ کرام میں وہ اعتماد دوبارہ لوٹ آیا۔ ان کے غمزدہ چہرے اک نئی اُمید سے جگمگا اٹھے اور وہ امید تھی کہ محمد رسول اللہ کے لگائے ہوئے پودے کی آبیاری کر کے دوبارہ اس پودے کو ایک تناور درخت میں تبدیل کرنا۔

اور اس وقت انہوں نے مایوسیوں کو جھٹک دیا اور عہد کیا کہ اے محمد مصطفےٰؐ ہم آپ سے عہد کرتے ہیں کہ ہم آپ کے مشن کی تکمیل کیلئے اسی جذبے سے کام کریں گے کہ جس جذبے سے بدر، احد، حنین، خیبر اور موتہ میں اپنی جانوں کے نذرانے پیش کیئے تھے۔

حضور علیہ السلام کے چچازاد بھائی ابن عباس فرماتے ہیں کہ واللہ ایسا لگتا تھا کہ گویا اس سے پہلے لوگوں نے جانا ہی نہ تھا کہ اللہ نے یہ آیت نازل کی ہے، جب ابوبکر صدیقؓ نے یہ آیت پڑھی تو لوگوں کو یاد آیا اور یہ محمد رسول اللہ کا عکس کرم تھا کہ ابوبکر صدیقؓ نے اس نازک موقع پر لوگوں کو ایک نیا اعتماد دیا۔

Marfat.com

ثقیفہ بن ساعدہ

رسول اللہ کی رحلت کے بعد فوری طور پر اُمت مسلمہ کو جس مسئلے کا سامنا کرنا پڑا وہ یہی مسئلہ تھا صحابہ کرامؓ اس صدمے سے اس حد تک نڈھال ہو گئے کہ ان کے لاشعور نے حضور علیہ السلام کی جدائی کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ وہ حضور کے قدم قدم کے ساتھی تھے سفر میں ہجر میں، امن میں جنگ میں، مسجد میں پہاڑیوں میں گھاٹیوں میں انہوں نے حضور علیہ السلام کی شخصیت کو اپنی آنکھوں سے ان کے اقوال وافعال کو اپنے سالم ہوش وحواس سے مشاہدہ کیا، انہوں نے معجزہ شق القمر دیکھا، معراج کا واقعہ ان کے نوٹس میں تھا، ساری جنگوں میں بے سروسامانی کے باوجود محمد مصطفےٰؐ کی معجزاتی شخصیت کے پیش نظر کامیابیاں ان کو یاد تھیں۔ انہیں یہ بھی پتہ تھا کہ ایک پاؤ کھجور محض رسول اللہ کے ہاتھوں کے لمس سے سینکڑوں صحابہ کیلئے بھی کافی ہو جاتی ہیں، اور اسی پس منظر میں جب انہیں بتایا جاتا ہے کہ رسول اللہ اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے ہیں، ظاہر ہے انہیں یقین نہیں آ رہا تھا۔

اور اس نازک وقت میں ابو بکرؓ کی شخصیت خود رسول اللہؐ پر نازل شدہ آیت صحابہ کرام کو یاد کرا کر اس مسئلے کا حل پیش کرتی ہے۔

اور اسی اثناء میں جب ابو بکر صدیق عمر فاروق کی معیت میں جملہ صحابہ کرام کو مسجد نبوی کے باہر لان میں اس ''حقیقت'' کو تسلیم کرنے پر قائل کر رہے تھے۔

ایک شخص دوڑتا ہوا اور تیزی میں آ کر پکارتا ہے کہ اے عمر اے عمر باہر آؤ اور میری بات سنو، اسی کی آواز سن کر عمر اسے ڈانتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہٹ جاؤ اس وقت ہم تو رسول اللہ کی تجہیز و تکفین میں مصروف ہیں، اس آدمی نے پھر کہا کہ بہت بڑا حادثہ ہو رہا ہے وہ یوں کہ انصار مدینہ سقیفہ بن ساعدہ میں جمع ہو کر جانشین محمد رسول اللہ کا انتخاب کر رہے ہیں، اس سے عظیم لڑائی کا اندیشہ ہے، یہ سنتے ہی اس وقت عمر نے ابو بکر صدیقؓ سے کہا کہ چلو ادھر چلتے ہیں۔

اوپر جو میں نے واقعہ پیش کیا ہے وہ اس حدیث صحیحہ سے اخذ کردہ ہے۔

بینما نحن فی منزل رسول اللہ ﷺ اذا جاء رجل ینادی من وراء الجدر ان اخرج الیٰ یا ابی الخطاب فقلت الیک عنی فانا عنک مشاعیل یعنی امر رسول اللہ فقال لہ قد حدث امر فان الانصار اجتمعوا فی ثقیفہ بنی ساعدہ فادرکوھم ان ایحدثو امر یکون فیہ حرب فقلت لابی بکر انطلق فانطلقنا۔

(صحیح البخاری، فتح الباری صفحہ 364)

Marfat.com

اس ضمن میں ایک اور روایت خود براہ راست ابوبکر صدیقؓ سے مروی ہے کہ مغیرہ بن شعبہ نے ثقیفہ ساعدہ میں انصار کا اجتماع دیکھا اور وہاں خلیفۃ الرسول کے انتخاب کی نسبت انہیں بتایا گیا کہ انصار یکطرفہ طور پر مہاجرین کو اعتماد میں لئے بغیر خلیفہ کا انتخاب کر رہے ہیں، تو ابوبکر صدیقؓ خود حضرت عمرؓ اور ابوعبیدہؓ کے ہمراہ ثقیفہ بن ساعدہ چلے گئے تاکہ ادھر اتفاق رائے سے معاملہ کیا جاسکے۔

مدینہ شریف میں انصار قوت کا مرکز تھے، مہاجرین تو ہجرت کے وقت کفار مکہ کے ظلم وستم سے مجبور ہو کر مدینہ آئے تھے، انصار تو سارے کے سارے مقامی باشندے تھے انہوں نے مہاجرین کو کھلے دل سے آباد کیا، اور ہر طرح سے ان کی نصرت کی۔

انصار دو بڑے قبیلوں میں منقسم تھے، اوس اور خزرج، تعداد طاقت اور اثر ورسوخ کے لحاظ سے قبیلہ خزرج واضح برتری کا حامل تھا۔ اس قبیلہ کے سردار سعد بن عبادہ تھے، ان کے مکان کے باہر ایک وسیع چبوترہ تھا، اس کے اوپر سائبان تھا اس طرح یہ ایک طرح کا کانفرنس ہال تھا، جہاں لوگ بیٹھے تھے، اسی مناسبت سے اسے ثقیفہ بنی ساعدہ کہا جاتا ہے۔

ثقیفہ بنی ساعدہ کے کھلے لان میں سائبان کے نیچے ہزاروں انصار جمع ہیں، تقریریں ہو رہی ہیں خدمات کا ذکر ہو رہا ہے حق جتایا جارہا ہے، منصوبے بنائے جارہے ہیں اور تجاویز آرہی ہیں۔ اور قریب تھا کہ سعد بن عبادہ کی خلافت پر پورا مجمع ایک ہو جاتا اور وہاں بیٹھے ہزاروں افراد سعد بن عبادہ کے ہاتھ پر بیعت لے لیتے اور اگر یہ ہو جاتا تو تاریخ کا دھارا ہی بدل جاتا، سعد بن عبادہ خلیفہ اول ہو جاتے، ابوبکر صدیقؓ، عمر فاروقؓ، عثمان غنیؓ اور علی المرتضٰیؓ کی خلافت کا تصور ہی نہ ہوتا، محمد مصطفٰےؐ کا مشن جمع قرآن تدوین حدیث اور فتوحات کا ایک لامتناہی سلسلہ ایک سوالیہ نشان بن کے رہ جاتے، محمد مصطفٰےؐ کی 23 سالہ جدوجہد کا نتیجہ کیا ہوتا، مگر محمد رسول اللہؐ نے اپنی زندگی میں جو ٹیم بنائی اس کی جس طرح خوبصورت طریقہ سے تربیت فرمائی اس سے کسی بھی صورت توقع نہ تھی کہ وہ ٹیم اس نازک وقت میں ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جاتی، تو اس ٹیم، کو پتہ تھا کہ اس فیصلہ کی گھڑی خاموشی کے کیا بھیانک نتائج نکلیں گے، اور اس سارے منظر کو اللہ بھی تو دیکھ رہا تھا جس نے اپنے کلام کے تحفظ کی ذمہ داری خود اٹھائی ہوئی تھی۔

چنانچہ ابوبکر صدیقؓ کی قوت خودارادی عمر فاروقؓ کے جذبہ ایمانی، ابوعبیدہؓ کے اخلاص اور سب سے بڑھ کر اللہ کی توفیق سے ان تین افراد پر مشتمل یہ وفد جس نے تاریخ کا دھارا بدلنا تھا، عین وقت پر، قبل اس کے کوئی فیصلہ ہو جاتا، قبل اس کے مدینہ کے ہزاروں افراد اپنے ہاتھ بیعت کیلئے سعد بن عبادہ کے ہاتھوں میں ڈال دیتے یہ تین افراد پنڈال پہنچ جاتے ہیں۔

Marfat.com

اتنے میں وہ رفیق نبوت بھی آ گیا
جس سے بنائے عشق ومحبت ہے استوار
لے آیا اپنے ساتھ وہ مرد وفا سرشت
ہر چیز جس سے چشم جہاں میں ہو اعتبار
ہے تجھ سے دیدۂ مہ وانجم فروغ گیر
ہے تیری ذات باعث تکوین روزگار
پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس
صدیق کیلئے ہے خدا کا رسول بس

(علامہ اقبال محمد اقبال۔ بانگ درا)

سعد بن عبادہ کی طرف سے اس کا بیٹا بطور ترجمان تقریر کررہا تھا کہ ہماری طویل خدمات ہیں ہم نے مہاجرین کو اپنے علاقے میں پناہ دی لہذا خلافت اب ہمارا ہی حق ہے۔

بعض نے کہا کہ "اذا منا امیر امنکم امیر" 'ایک امیر ہم میں سے ہو اور تم میں سے، جباب بن منذر نے انصار کی طرف سے بڑی اشتعال انگریز تقریر کرتے ہوئے کہا کہ مہاجرین غریب الدیار تھے ہم نے انہیں اپنے ہاں ٹھہرایا، اقتدار ہمارا حق ہے، یہ شہر یہ زمینیں یہ باغ سب ہمارے ہیں، اور جذبات کی رو میں بہتے ہوئے یہ دھمکی بھی دے ڈالی اگر مہاجرین (جن میں ابوبکر، عمر، عثمان، وعلی بھی شامل تھے) ہمارا یہ حق تسلیم نہ کریں تو ہم انہیں مدینہ سے باہر نکال باہر کریں گے۔

ابوبکر صدیقؓ نے موقع محل کی نسبت سے جامع تقریر کی انہوں نے انصار کی قربانیوں کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ آپ جس طرح اسلام کی سربلندی کیلئے چلے اس کی مثال نہیں ملتی، لیکن امامت، خلافت کے متعلق یہ واضح فرمان رسول ہے کہ "الائمۃ من قریش" یہ حکم رسول بھی ہے اور حالات کا تقاضا بھی، رسول اللہ کی چھوڑی ہوئی اس نوزائیدہ ریاست کا تحفظ بھی۔

پھر دو امیروں کی تجویز آئی، ابوعبیدہ نے بڑی خوبصورت بات کی،

یا معشر الانصار انکم اول من نصر ازر فلا تکون اول من بدل وغیر.

اے گروہ انصار آپ لوگوں نے ہی سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے رسول کی مدد اور اعانت کی پس اب اس کو تبدیل کرنے کی شروعات تم سے نہیں ہونی چاہیے۔

اس کے بعد تھوڑی نرمی پیدا ہوئی، بشیر بن سعد نے ان کی تائید کی۔

Marfat.com

اور پھر ابوبکر صدیق نے تجویز پیش کی آپ لوگ عمر یا ابوعبیدہ میں سے کسی ایک کی بیعت کر لیں۔ مگر ان دونوں اصحاب نے بیک زبان ہو کر اعلان کیا کہ نہیں خلافت کے سب سے پہلے مستحق آپ ہی ہیں۔ آپ ہی کو رسول نے اپنی زندگی کی آخری 17 نمازوں میں امام مقرر کیا، آپ ہی کو ہر مرحلے میں ساتھ رکھا اور آپ ہی وہ پہلے شخص تھے جس نے رسول اللہ کے دعویٰ نبوت کی شہادت دی، اس کے ساتھ ہی ان دونوں نے ابوبکر صدیق کی بیعت کر لی اور پھر کیا تھا ہزاروں افراد نے اسی اجتماع میں آپ کی بیعت کر لی۔ ابوبکر صدیقؓ کی یہ بیعت اُمت محمد مصطفےؐ کا ''اجماع اُمت'' کا پہلا عظیم الشان مظاہرہ تھا۔

حضرت سعد بن عبادہ نے بھی اس فیصلہ کو تسلیم کیا اور اگلے دن باقاعدہ بیعت کر لی، مگر اہل تشیع حضرات نے اس بات کا پتنگڑ بنا دیا، اور مصنوعی قسم کی روایات گھڑ کے اسے افسانہ بنانے کی کوشش کی، کہ حضرت سعد بن عبادہ اس کے بعد باغی ہو گئے، مگر ان کے ان سارے قصے کہانیوں کو حافظ شمس الدین الذہبی امام احمد بن حنبل (جو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے بھی امام ہیں) اور جمہور علماء مفسرین محدثین نے بالکل مسترد کر دیا ہے۔ (بحوالہ ضیاء النبی صفحہ 825)

حضرت سعد بن عبادہ اور ان کے دوسرے انصاریوں کو اُمت مسلمہ قیامت تک خراج عقیدت پیش کرتی رہے گی کہ انہوں نے رسول اللہ کی اُمت کو متحد کرنے کی خاطر اپنی ذات کی قربانی دی اور اس منصب سے دستبرداری اختیار کر کے عظیم احسان کا مظاہرہ کیا۔

تدفین کے اگلے دن ہی 33 ہزار صحابہ کرام نے ایک وقت میں حضرت ابوبکر صدیق کی بیعت کی یہ اُمت مسلمہ کے مابین اجماع اُمت **(consensus of opinion)** کی قیامت تک سب سے بڑی مثال تھی، جو اسلام کے دشمنوں کو ہضم نہیں ہوتی۔ اور انہوں نے اس بہت بڑی کامیابی کو ایک نئے اعتراض کے ساتھ ہم آہنگ کر دیا کہ حضور علیہ السلام کی تدفین سے قبل ہی خلافت کا سوال پہلے کیوں چھیڑا گیا، اور یہ لوگ آپ کو یونہی چھوڑ کر محض خلافت کی لالچ میں کیوں چلے گئے۔

اب یہاں مختلف سوالات پیدا ہوتے ہیں۔

(۱) خلافت کا سوال حضرت محمد ﷺ کی تدفین سے قبل چھیڑا گیا۔

(۲) ثقیفہ بن ساعدہ میں خلافت کی نسبت جو شورائی اجلاس ہوا وہ کس کی ایماء پر ہوا آیا اس سلسلے میں ابوبکر و عمر کو مورد الزام ٹھہرایا جا سکتا ہے۔

(۳) کیا ابوبکر و عمر اپنی خوشی سے وہاں گئے۔

(۴) ابوبکر و عمر نے وہاں جو کچھ کیا، کیا وہ نہیں کرنا چاہیے تھا، اور ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جانا

Marfat.com

چاہئے تھا۔

(۵) اگر وہ ایسے نہ کرتے تو اس کے کیا نتائج ہوتے۔

پہلے پوائنٹ کا جواب بالواسطہ اوپر بیان کی ہوئی روایت میں آ چکا ہے خلافت کا سوال ابوبکر و عمر نے قطعاً خود نہیں چھیڑا، وہ تو مسجد نبوی میں آپ کی تجہیز و تکفین میں مصروف تھے۔ پہلے تو ابوبکر صدیقؓ نے مسلمانوں کا مورال بلند کیا، انہیں صبر و شکر کی تلقین کی، خدا کی رضا پہ راضی ہونے کی تاکید کی، انہیں حقیقت قبول کرنے پہ راضی کیا۔ ایسا کرنا بھی تو ضروری تھا، محمد رسول اللہ ﷺ کی شخصیت کوئی عام شخصیت نہیں تھی۔

رحمت اللعلمین ﷺ تمام جہانوں کے ہادی، پیغمبر کائنات ایک عالمگیر رسول، قیامت تک کیلئے نبی، ایک city state شہری ریاست کے سربراہ اور ان کے لاکھوں معتقدین تھے، لیکن ساتھ ہی ان کے بے پناہ دشمن حاسد، یہودی، نصرانی اور منافقین اور ایسے تقیہ باز گروہ موجود تھے، جن سے رسول اللہ کی کامیابی ہضم نہیں ہو رہی تھی، جنگوں میں لڑائیوں، غزوں میں جدو جہد میں استقلال میں وہ لوگ ان کا مقابلہ نہیں کر سکے، ہر جگہ پسپا ہوئے، ہر جگہ ہارے، ہر جگہ شکست ان کا مقدر بنی، اب تو یہ لوگ یہی چاہ رہے تھے کہ مسلمان اپنے نبی کی تجہیز و تکفین میں مصروف ہوں۔ کوئی غیر معروف لوگ ان کے خلیفہ بن جائیں، دوسرے اس کی خلافت کو تسلیم نہ کریں اور اس طرح اُمت مسلمہ ایک لامتناعی خانہ جنگی کا شکار ہو جائے، اور پھر یہی لوگ اپنی پوزیشن بدل کے وہ ریاست ختم کر کے رکھ دیں تاکہ محمد مصطفےٰؐ کا مشن ان کی وفات کے ساتھ ہی زندہ درگور ہو جائے۔

قائد کے ساتھ پیار، قائد کے ساتھ محبت اس کی وفات پر رونے دھونے سے ظاہر نہیں ہوتی بلکہ اس کے مشن، اس کی دعوت اور اس کے پیغام کو آگے پھیلانے سے ہوتی ہے۔

خلافت کا سوال ابوبکر و عمرؓ نے نہیں چھیڑا، وہ تو ادھر ثقیفہ بن ساعدہ میں چھڑا ہوا تھا، انہیں تو اچانک پتہ لگا، اور پھر انہوں نے محمد مصطفےٰؐ کی دی گئی روشنی میں جرات بہادری اور بھرپور للکار سے اپنا فرض ادا کیا اور خلافت کے منصب کو محمدؐ کے غلاموں کے قدموں پر ڈال دیا۔

پوائنٹ نمبر ۲، ۳، ۴ کے جواب میں عرض ہے کہ ثقیفہ بن ساعدہ میں جو اجلاس ہوا وہ قطعاً ابوبکر و عمر کی ایماء پر نہیں ہوا۔ اگر یہ وہاں نہ جاتے تو فیصلہ یکطرفہ ہو جاتا، مگر انہوں نے جا کر درست وقت میں اپنا کردار ادا کیا۔

پوائنٹ نمبر ۵ کا جواب میں آپ تک چھوڑتا ہوں آپ خود بتائیں کہ کتنے بھیانک نتائج ہوتے، عبادہ

Marfat.com

بنی ساعدہ کے دعویٰ خلافت اُمت محمدیہ کو تقسیم کر کے رکھ دیتی، خانہ جنگی ہوتی اور پھر کوئی منافق گروہ اقتدار پر قابض ہو جاتا، سارا مشن دھرے کا دھرارہ جاتا مگر خدا نے اس مشن کو چلانا تھا اور ابوبکر وعمر کو توفیق دی کہ وہ اپنا کردار ادا کریں۔

اس گروہ نے پہلے تو یہ اعتراض کیا کہ یہ حضرات ثقیفہ بنو ساعدہ کیوں گئے۔ ان کا یہی خیال تھا کہ یہ لوگ چپ کر کے بیٹھ جاتے، ثقیفہ بنوساعدہ میں جو ہوتا، ہوتا، جب ان منافقین کی سازش ناکام ہوگئی، ثقیفہ بنو ساعدہ نے تو ایک دن میں پچاس ہزار ہاتھ ابوبکر کے ہاتھ میں ڈال دیئے، مگر منافقین **15** صدیوں بعد بھی گلہ کر رہے ہیں کہ ابوبکر عمر ثقیفہ بنوساعدہ کیوں گئے۔

حضرت علیؓ تو امیدوار ہی نہ تھے، امیدوار تو سعد بن عبادہ تھے جو ابوبکر صدیق کے مقابلہ میں دستبردار ہو گئے اور مکمل اجماع اور جمہوری طریقہ سے ابوبکر صدیق پہلے خلیفہ راشد کا منصب سنبھالتے ہیں۔

جانشین محمد مصطفیٰ

محمد مصطفیٰ نے اپنے گھر والوں کے بعد سب سے پہلے جس شخصیت کو اسلام کی دعوت دی اس شخصیت کا نام تھا، ابوبکر صدیقؓ۔ محمد مصطفیٰ خود فرماتے ہیں کہ میں نے جس کسی کو بھی دعوت اسلام دی وہ کچھ نہ کچھ ضرور جھجکا سوائے ابوبکرؓ کے، اس نے تو سنتے ہی بھلا جھجک بلا توقف، بلا کچھ کہے فوری طور پر میری دعوت پر لبیک کہہ کر خدا کی وحدانیت اور میری رسالت پر یقین اور اعتماد کا اظہار کر دیا۔

اگر چہ بعض روایات کے مطابق حضرت خدیجہؓ اور حضرت علیؓ ان سے پہلے اسلام لائے، مگر یہ ابوبکر صدیقؓ پر باعث فضیلت اور برتری نہیں، اس لئے کہ حضرت خدیجہؓ آپ کی زوجہ محترمہ تھیں اور آپ کے تابع۔ اسی طرح حضرت علی کم سن بچے تھے جن کی عمر دس سال کے قریب تھی آپ ہی کی آغوش تربیت میں تھے۔ انکا اسلام اپنی ذات تک محدود تھا۔ بلکہ انہوں نے ابتداء میں 'اپنا اسلام' اپنے والد محترم سے بھی چھپایا۔ (بحوالہ زرقانی صفحہ 244)

غربت تھی آپ کے والد بھی غربت کی وجہ سے محمد مصطفیٰ کی اسلامی تحریک کو مالی مدد بھی نہیں دے سکتے تھے۔ مگر ابوبکر صدیقؓ آزاد مرد تھے، کسی کے تابع نہ تھے، حضور علیہ السلام کے تقریباً ہم عمر تھے، سوچ سمجھنے کی مکمل صلاحیت رکھتے تھے ان کا اسلام متعدی تھا انکا بلا کسی تردد اور بغیر کسی خارجی عمل کے، موجب صد فضیلت ہے۔

(بحوالہ سیرت المصطفیٰ، از حضرت کاندھلویؒ)

Marfat.com

بعد از قبول اسلام آپ اسلام کی نشر واشاعت، دعوت اور تبلیغ میں ہمہ تن مصروف ہو گئے اور محمد مصطفےؐ کے شانہ بشانہ قدم بقدم چلتے رہے اور انہیں ہر طرح سے مدد اور تقویت پہنچائی۔

ابو بکر صدیقؓ کو خدا نے بے پناہ صلاحیتوں سے نوازا۔ نسبی لحاظ سے آپ کا خاندان قبیلہ قریش میں ممتاز حیثیت کا حامل تھا۔ بہت بڑے تاجر مگر ایماندار، راست باز، مخلص، سخی اور یتیموں غریبوں اور بیواؤں کی سرپرستی کرتے تھے۔ مگر سب سے بڑی بات کہ انہوں نے کبھی بھی، کسی بھی بت کو سجدہ نہیں کیا۔

(بحوالہ سیرۃ النبویہ صفحہ 179)

شراب نوشی، قمار بازی بداخلاقی اور بدکرداری سے دور رہتے تھے، غرور تکبر سے بے نیاز قول کے سچے، وعدہ کے پکے، بلند اخلاق، عالی ظرف صاحب عزت، صاحب فراست اور وسیع حلقہ احباب کے مالک تھے۔

آپ کی وجہ سے حضرت عثمان بن عفان، زبیر بن عوام، عبدالرحمان ابن عوف، طلحہ بن عبداللہ، سعد بن ابی وقاص، ابوعبیدہ بن الجراح، ارقم بن ابی ارقم، عبیدہ بن حارث، سعید بن زید، فاطمہ بنت خطاب، اسماء بنت ابی بکر، عمیر بن ابی وقاص، عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن جحش، جعفر بن ابی طالب اور اس طرح بے شمار افراد نے اسلام قبول کیا علاوہ ازیں آپ نے کئی غلاموں کنیزوں کو اپنے پلے سے رقم دیکر آزاد کروایا اور ان لوگوں نے اسلام قبول کیا۔

ان میں سے ہر فرد اپنی ذات میں انجمن تھا، اور اس کا اسلام کی تبلیغ میں بے پناہ کردار تھا، حضرت عثمان نے تو بے پناہ خدمات سرانجام دیں اور اپنے دور خلافت میں قبرص، اصطخر، خوز، فارس، طبرستان، کرمان، سجستان سابور اور کئی ممالک کو فتح کیا۔ تبھی تو محمد مصطفےؐ نے فرمایا تھا کہ صدیق کے مجھ پر بہت زیادہ احسانات ہیں، جن کا صلہ اللہ ہی دے گا۔

محمد مصطفےؐ کے اولین نعت گو شاعر اور ممتاز صحابی حضرت حسان بن ثابت اپنے ایک قصیدے میں اس حقیقت کو واضح کرتے ہیں کہ ابو بکر صدیقؓ اس کائنات میں اولین اور پہلے مسلمان ہیں۔

اذا تذکرت شجوا من اخی ثقة

فاذکر اخاک ابابکر بما فعلا

خیر البریة اتقاها اعدلها

بعد النبی و اوفها بما حملا

والثانی والثانی المحمود مشهده

واول الناس منهم صدق المرسلا

Marfat.com

جب تمہیں اپنے کسی سچے بھائی کا غم آئے تو اپنے بھائی ابوبکر کو ان کے کارناموں کی بنا پر یاد کرو، وہ تمام اس نبی نوع انسان میں حضرت محمد مصطفےٰ کے بعد اپنے تقویٰ اور عدل کے لحاظ سے بلند تھے اور جو کچھ انہوں نے ذمہ داری اٹھائی اسے پورا کیا۔

ابوبکر صدیقؓ ہی ثانی ہیں اور محمد مصطفےٰ کے بعد ان کے بالکل متصل ہیں جنہوں نے مشکلات میں رہ کر اپنے آپ کو باعث تعریف بنایا، اور وہی پہلے شخص ہیں جنہوں نے محمد مصطفےٰ کی رسالت کی تصدیق کی۔

اسلام کی خصوصیت یہ ہے کہ اس نے ذات پات کے بتوں کو پاش پاش کیا، بلال حبشی کی جوتیوں کی آواز سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچ گئی، زید بن ثابت، اسامہ بن زید کو سپہ سالار بنایا گیا اور اپنے بھائی جعفر بن ابی طالب کو ان کا ماتحت۔

عمر فاروقؓ 28 لاکھ مربع میل کے خلیفہ نے اپنے آخری وقت میں فرمایا کہ آج ابوحذیفہ کا غلام سالم زندہ ہوتا تو میں اسے اپنا جانشین بناتا۔ اسلام نے خاندانی اور نسبی فخر کے بتوں کو ریزہ ریزہ کر دیا۔ اپنے جانشین کے متعلق اگرچہ محمد مصطفےٰ نے واضح اعلان نہیں کیا مگر انہوں نے اشاروں کنایوں میں اپنی منشاء کو واضح کر دیا اور جمہور مسلمانوں کو ووٹ کا حق بھی دے دیا۔ آپ کی زندگی کی آخری 17 نمازوں میں ابوبکر صدیقؓ کو امام بنا کر انہیں آگے لایا گیا۔ اور پھر اپنے آخری سے پہلے حج میں ابوبکر صدیقؓ کو امیر اور حضرت علیؓ کو مامور بنا کر اس فیصلے کی توثیق کر دی۔ خدا پاک نے انہیں پہلا خلیفہ بنانا تھا اور بنا دیا۔

انہی وجوہات کی بناء پر محمد مصطفےٰ کے پہلے جانشین کیلئے ابوبکر صدیقؓ کا نام آگے آ رہا تھا۔ خلفائے راشدین کی خلافت کی ترتیب کا لطیف استخراج کی نسبت حضرت پیر سید مہر علی شاہؒ نے بڑی خوبصورت قرآنی دلیل دی ہے۔ (بحوالہ مہر منیر صفحہ 425)

''حضرت فرماتے تھے کہ آیت'' محمد رسول اللہ والذی معہ اشداء علی الکفار، اللہ تعالیٰ کی طرف سے خلفائے اربعہ علیہم الرضوان کی ترتیب خلافت کی طرف واضح اشارہ ہے، چنانچہ والذین معہ سے خلیفہ اول، ابوبکر صدیق اشداء علی الکفار سے خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق، رحماء بینھم سے خلیفہ ثالث حضرت عثمان غنی اور تراھم رکعا سجداً سے خلیفہ چہارم حضرت علی المرتضیٰ کے صفات مخصوصہ کی طرف اشارہ ہے کیونکہ معیت اور صحبت میں حضرت صدیق اکبر، کفار پر شدت میں عمر فاروق، حلم وکرم میں عثمان غنی اور عبادت واخلاص میں حضرت علی المرتضےٰ خصوصی شان رکھتے تھے'' حضرت پیر سید مہر علی شاہ کا یہ خصوصی اور بہترین استدلال منفرد نوعیت کا حامل ہے۔

Marfat.com

حضرت پیر سید مہر علی شاہ واضح طور پر اس موقف کے حامی اور مبلغ ہیں کہ خلافت راشدہ برحق ہے اس کی ترتیب بلحاظ تاریخ یعنی ابوبکر صدیقؓ، عمر فاروقؓ، عثمان غنیؓ، اور علی المرتضٰیؓ، بالکل صحیح درست ،اللہ اور اس کے رسول محمد مصطفٰیؐ کی مرضی ومنشاء کے مطابق ہے اور نص قرآنی سے ثابت ہے۔ مسئلہ قرطاس کے سلسلے میں اہل شیعہ کا عمر فاروق پر اعتراض غلط اور بیجا ہے، حدیث خم غدیر، آیت مباہلہ، آیت تطہیر، آیت مودت، حدیث ثقلین، حدیث ''علی بابھا'' اور حدیث نسبت ''مولائے علی'' کسی بھی طور پر اس حقیقت کے غمازی نہیں ہیں کہ ان سے مراد حضرت علی کی خلافت بلافصل ہے، ابوبکر خلیفہ بلافصل ہیں، یہ عقیدہ جملہ اہل سنت والجماعت کا اجتماعی اور بنیادی عقیدہ ہے۔ اس سے انحراف دائرہ اسلام سے باہر دھکیل سکتا ہے۔

حضرت علی المرتضٰیؓ نے بذات خود اپنے ماقبل تین خلفاء کی خلافت کو تسلیم کیا، ان کی بیعت کی انکے شانہ بشانہ کھڑے ہوئے، ان کے مشیر بنے، ان کے سپاہی بنے اور ان کی کامیابی کیلئے بھرپور محنت کی، شیعہ مؤرخ سید امیر علی اپنی شہرہ آفاق کتاب ''سپرٹ آف اسلام'' میں لکھتے ہیں۔

Ali at once gave in his adhasion to Abu Bakr. Three times was he set a side and on every occasion, he accepted the choice of electorals, without demur.

حضرت علی المرتضٰیؓ نے اپنی اولعزمی اور دین سے بے پناہ وابستگی کی بناء پر فوری طور پر حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بیعت کی، آپ کو تین بار نظرانداز کیا گیا مگر آپ نے ہر بار کسی اعتراض کے بغیر رائے دھندگان کے انتخاب کو صدق دل سے قبول کرلیا۔ آپ نے اپنے آپ کو کبھی خلافت کے امیدوار کے طور پر پیش نہیں کیا۔

پیر سید کرم شاہ الازہری حبیب بن ثابت کی ایک مشہور روایت نقل کرتے ہیں۔

''حضرت علی المرتضٰی گھر تشریف فرما تھے کسی نے عرض کی کہ حضرت ابوبکر صدیق بیعت کیلئے مسجد میں تشریف فرما ہیں، اس وقت آپ نے صرف ایک لمبی قمیض پہنی ہوئی تھی، اسی طرح کھڑے ہوگئے، مبادا کہ بیعت میں تاخیر نہ ہوجائے، فوری طور پر جا کر بیعت کی اور وہیں بیٹھ گئے، بعد میں کسی نے کپڑے لا کر دیئے اور آپ نے انہیں پہنا''

اسی طرح علامہ ابن کثیر البدایۃ والنہایۃ اور دوسرے محدثین نے کافی روایات نقل کی ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ نے اپنے سے پہلے خلفاء حضرت ابوبکر صدیق، عمر فاروق

Marfat.com

اور حضرت عثمان کی بلا تاخیر اور غیر مشروط طور پر بیعت کی اور انہیں تسلیم کیا۔ اب میں آپ کی توجہ محمد مصطفیٰؐ احمد مجتبیٰ کے کچھ برائے راست اور واضح فرامین کی طرف مبذول کروانا چاہتا ہوں۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے۔

قال قال رسول الله علیه وصلعم حبُ ابی بکر وشکرۃ واجب علیٰ کل اُمتی

حضرت انس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر کی محبت اور ان کا شکریہ ساری اُمت پر واجب ہے۔ (نوٹ) نبی کے علاوہ ہر شخص اُمتی ہے امتی کی تعریف میں تمام اصحابہ کرام اور جملہ اہلبیت شامل ہیں ابن عساکر نے بھی اسی نوعیت کی روایت نقل کی ہے۔

ابن عدی نے حضرت انس سے ایک اور روایت نقل کی ہے۔

عن النبی صلی الله علیه وصلعم انه قال حب ابی بکر وعمر ایمان وبغضهما نفاق

محمد رسول اللہ نے فرمایا کہ ابوبکر اور حضرت عمر کی محبت ایمان ہے۔ اور ان دونوں کا بغض منافقت ہے۔

سہل بن سعد ساعدی سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر ابوبکر عمر عثمان اور علی کی محبت اس طرح فرض کی ہے جس طرح نماز، روزہ اور حج تم پر فرض کئے گئے۔

یہ روایات تمام جمہور میں متفق علیہ ہیں۔

ترمذی شریف میں یہ روایت ہے کہ رسول اللہ کے پاس ایک جنازہ لایا گیا تو آپ صلعم نے اس شخص کی نماز جنازہ پڑھنے سے انکار کر دیا۔ کیونکہ وہ شخص حضرت عثمان سے بغض رکھتا تھا۔ حضور علیہ السلام نے مزید فرمایا کہ جو شخص عثمان سے بغض رکھے گا تو اللہ بھی اس سے بغض رکھیں گے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز نے اپنی مشہور زمانہ تصنیف تحفہ اثناعشریہ میں یہ حدیث بیان کی ہے۔

ماحبب الله شیئاً فی صدری الا وقد صببته فی صدر ابی بکر

''رسول اللہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے سینہ میں ایسی کوئی چیز نہیں ڈالی جو میں نے ابوبکر صدیق کے سینے میں نہ ڈال دی ہو''

حضرت معاذ کہتے ہیں کہ حضرت محمد مصطفیٰؐ سے پوچھا گیا کہ آپ کو اہل بیت مستورات میں سے کون سی بیوی محبوب ہے۔ تو آپ نے فرمایا۔ عائشہؓ......

پھر پوچھا گیا۔ کہ مردوں میں کون؟ تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ عائشہ کا والد، حضور علیہ السلام نے ایک اور جگہ فرمایا تم پر میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت میرے بعد لازم ہے۔ اسے

Marfat.com

تھام لو اور مضبوطی کے ساتھ دانتوں سے پکڑ لو۔ (بحوالہ تحفہ اثناء عشریہ صفحہ 441

تمام صحابہ کرام اور اہلبیت سے ہماری محبت محمد مصطفےؐ کی نسبت سے ہے جنہوں نے ان کے دین کو پھیلایا ان کے ساتھ چلے، ان کے لئے قربانیاں دیں، اور انہی کی وجہ سے محمد مصطفےؐ کا دین ان کی احادیث اور ان پر نازل کردہ کلام اللہ قرآن آج 14 صدیاں بعد بھی محفوظ و سالم ہے، ہم انہیں کیسے نظر انداز کر سکتے ہیں۔ اسلام میں نسلی تفاخر کی کوئی بنیاد نہ ہے صرف تقویٰ ہی واحد معیار ہے۔ یہاں علماء اہل سنت بزرگان دین اور صوفیاء کرام کا ایک قول بطور خاص پیش کرنا چاہوں گا۔

''حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق (شیخین رضی اللہ عنہما) کمالات نبوت کے حامل ہیں اور حضرت علیؓ کمالات ولایت کے حامل، چنانچہ انبیاء کے کام یعنی کفار سے جہاد احکام شریعت کو رواج دینا، ملت کی اصلاح بحسن بخوبی ابوبکر و عمر فاروق کے ہاتھوں سرانجام پائے اور اولیاء کرام کے کام مثلاً تعلیم طریقت ارشاد و حال و مقاماتِ سالکین نفس کے امور سے آگاہی اور دنیا میں زہد کی ترغیب زیادہ تر حضرت علیؓ سے مروی و منقول ہیں۔ (بحوالہ تحفہ اثناء عشریہ صفحہ 432)

خلفائے راشدین حضرت محمد مصطفےؐ کے صحیح معنوں میں جانشین تھے اور انہوں آپ کے مقدس مشن کو اسی جذبہ لگن اور محنت سے آگے بڑھایا یہ ترتیب فطری حضور علیہ السلام کی خواہش اور اللہ کے حکم کے عین مطابق تھی، اس تریب کو ذرا سا بھی الٹ پلٹ کیا جائے تو سارا نقشہ ہی بدل جاتا ہے۔ اب میں آپ کے سامنے امام شافعی جیسی مستند شخصیت کے حوالے سے ایک روایت پیش کرتا ہوں حضور علیہ السلام فرماتے ہیں۔

''کنت ونا وابوبکر وعمر وعثمان وعلی، بین یدا للہ قبل ان یخلق بالف عام......الخ

میں ابوبکر صدیقؓ، عمر فاروقؓ و عثمانؓ و علیؓ تخلیق آدم سے ہزار سال پہلے اللہ کے سامنے تھے، جب ہمیں پیدا کیا تو ہمیں ان کی پشت میں قائم فرمایا۔ اور یوں ہم پاک پشتوں میں منتقل ہوتے رہے، حتیٰ کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے عبداللہ کے صلب میں منتقل کیا تو ابوبکر کو ابوقحافہ کی، عمر فاروق کو خطاب کی، عثمان کو عفان کی اور علی کو ابی طالب کی صلب میں منتقل فرمایا''۔

حضور علیہ السلام ایک اور جگہ ارشاد فرماتے ہیں کہ

علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین......الخ

حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تم پر میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت میرے بعد لازم ہے، اسے تھام لو اور مضبوطی کے ساتھ دانتوں سے پکڑ لو'' یہ روایت بار بار مختلف حوالوں

Marfat.com

سے آئی ہے، اب میں ایک اور حوالہ دے کر محمد مصطفیٰ کی جانشینی کا موضوع ختم کرتا ہوں، حضور فرماتے ہیں "اقتدوا بالدین من بعدی ابا بکر وعمر" میرے بعد دین میں ابوبکرؓ اور عمرؓ کی پیروی کرو" یہ ساری روایات متفقہ ہیں، اور بخوبی ثابت کرتی ہیں کہ محمد مصطفیٰ کے جانشین ابوبکر ہیں۔

اصحاب مصطفیٰ میں وہ اک مظہر جمال
میدان کارزار میں اللہ کا جلال
وہ اولین مصدق پیغمبر خدا
اسلام پر نثار کیئے جس نے جان ومال
ہر شخص کی نگاہ تھی صدیق کی طرف
جس وقت سرور دوجہاں کا ہوا وصال
ابوبکر سا نہیں کوئی اُمت میں دوسرا
لائے نہ کوئی ڈھونڈ کے صدیق کی مثال

"النبی الامی"

محمد مصطفیٰ کی پیدائش سے پہلے پیدائش کے وقت، اور اس کے بعد، ان کی پوری زندگی روشن آفتاب کی طرح تاریخ کے سامنے ہے ان کے صحابہ کرام، ان کے اہل بیت، ان کے حامی، دشمن اپنے بیگانے، غرضیکہ جو شخص بھی کسی بھی لحاظ سے ان کے قریب ہوا، چاہے اچھائی میں یا برائی میں تاریخ کے کیمرہ میں live محفوظ ہو گیا، ان کی پیدائش کیسے ہوئی، لوگوں نے کیا تبصرے کیئے، کس نے کیا کردار ادا کیا، کس نے ان کی پیدائش کی خبر کس کو دی، کس سے دودھ پیا، کون رضاعت کیلئے لے گیا اور کیسے لے گیا، ذرا ذرا سی بات تاریخ نے محفوظ کر دی۔

اگر بچپن میں میرے پیارے آقا کسی مکتب کسی سکول، کسی استاد کے پاس گئے ہوتے کسی سے کوئی بات سیکھی ہوتی، کسی سے پوچھی ہوتی، کسی نے انہیں سکھایا ہوتا کسی نے انہیں بتایا ہوا، بھلا اتنی اہم حقیقت کیسے مخفی رہ سکتی تھی، انہی شواہد کی بنا پر جب پہلی وحی آئی، انہیں کہا گیا کہ اے پیارے نبی پڑھیئے۔ انہیں یہ نہیں کہا گیا کہ ادا کیجیئے۔ میں آگے آگے پڑھتا ہوں آپ پیچھے پڑھتے جائیں انہیں ایک تحریر دکھائی گئی پھر کہا گیا کہ اسے پڑھیئے۔ تو محمد مصطفیٰ نے صدق دل سے جواب دیا "ما انا بقاری" میں پڑھا ہوا نہیں ہوں میں اُمی ہوں، میں ان پڑھ ہوں۔

Marfat.com

یہ موضوع شمائلِ نبی سے براہ راست تعلق رکھتا ہے اس لئے میں اس موضوع پر اپنے معزز قارئین کو اعتماد میں لیتا ہوں۔

یہ موضوع ہماری تاریخ کا اہم ترین موضوع ہے، اس کے اثبات یا نفی میں جواب کی بہت زیادہ اہمیت ہے، اور اس سے اہم ترین نتائج اخذ کیئے جاسکتے ہیں، لہذا میں اس سلسلے میں اہل علم کے نظریات اپنے قارئین کے سامنے رکھتا ہوں۔

(1) آپ شروع سے ہی اُمی نہ تھے بلکہ مکمل اور باقاعدہ پڑھے لکھے تھے۔

(2) آپ شروع سے ہی اُمی تھے اور آخر تک اُمی ہی رہے۔

(3) آپ ابتداء میں اُمی تھے اور آپ کا کوئی استاد نہ تھا لیکن پہلی وحی کے وقت آپ کو خدا کی طرف سے سارے علوم سے آگاہ کردیا گیا۔

پوائنٹ نمبر 2 تو بالکل غلط ہے اس پر بحث لاحاصل ہے البتہ پوائنٹ نمبر 3 کے ضمن میں دی گئی گزارشات میں اس ضمن میں نتائج اخذ کیئے جاسکتے ہیں۔ پوائنٹ نمبر 1 کے حق میں ہمارا روشن خیال طبقہ ہے، جو بدقسمتی سے ہر بات کو عقل کی کسوٹی پر جانچنے کا روادار ہے، وہ اس کسوٹی پر جانچتے، معجزات نبی، آمد عیسیٰ، حیات عیسیٰ اور حتیٰ کہ معراج شریف کا انکار بھی کر بیٹھے ہیں۔ بات سیدھی سادھی ہے کہ اگر ہمارا معیار عقل ہے عقل تو ہر دور میں نامکمل رہی ہے اور اس نے خود ہی پہلے سے موجود نظریات کو جھٹلایا ہے، ہر مابعد ایجاد پہلے کی ایجاد کو توڑ کر دیتی ہے، پھر یہ کیسے مکمل ہوئی اور کیسے اس پر بھروسہ کیا جاسکتا ہے۔ جب ہم خدا کو مانتے ہیں وحی کو مانتے ہیں تو پھر معجزات کو بھی ماننا ہوگا۔

اگر آپ نے کسی سے کوئی سیکھا ہوتا، آپ کا کوئی استاد ہوتا، تاریخ تو ثوبیہ کو فراموش نہیں کرسکی جس نے پہلے دو دن آپ کو دودھ پلایا، حلیمہ سعدیہ کو نہیں بھلا سکی، تاریخ نے اس یہودی کا مکہ کی گلیوں میں آہ وزاری کرنا، جو پیدائش والے دن، آپ کی پیدائش کی تحقیق کرتا رہا، معجزہ شق الصدر، شام کے بحیرہ راہب، حلف الفضول، تنصیب حجر اسود، بدر، احد اور آخری سانس تک لمحہ بہ لمحہ آپ کے چلنے پھرنے، اٹھنے بیٹھنے اور حتیٰ کہ عکاشہ کو نہیں بھلا سکی، جس نے بھی جہاں بھی، کہیں بھی ایک لمحہ میرے آقا کے ساتھ گزارا چاہے اچھائی میں یا برائی میں، وہ آدمی امر ہوگیا، لازوال ہوگیا، وہ خطہ وہ زمین کا ٹکڑا جہاں میرے محمد مصطفیٰؐ کے پاک پاؤں سے ٹکرایا، مشہور ہوگیا، اور وہ کنکری جو کہیں محمد مصطفیٰؐ کی مقدس جوتی کے نیچے کہیں پھنس گئی تھی، اسے نکالنے کیلئے حضرت جبرائیل کو آنا پڑا، اور کہنا پڑا میرے آقا اس ناپاک کنکری کو اپنے جوتے سے نکال دیجیئے۔ میں پوچھتا ہوں۔ تاریخ اس ہستی کو کیسے فراموش کرسکتی تھی، جسے آپ

Marfat.com

جیسی مقدس ہستی کا ''استاذ'' ہونے کا شرف حاصل ہو۔ تاریخ اتنی بڑی بات کو کیسے بھول سکتی ہے۔

اب میں اپنی معروضات پوائنٹ نمبر 3 کے متعلق پیش کرتا ہوں۔ میں اس بحث کو آگے لے جانے سے پہلے شیخ محمد ابراہیم العرجون کی کتاب ''محمد رسول اللہ'' صفحہ 243 کا ایک اقتباس پیش کرتا ہوں۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ آپ کو کہا گیا کہ اے حبیب آپ بطور معجزہ اس کی قرأت کریں۔ اگرچہ آپ علم سیکھ کر پڑھنے والے نہیں، آپ اپنے اس رب کے نام سے مدد طلب کرتے ہوئے قرأت کریں جس نے آپ کی تربیت فرما کر آپ کو سارے عالم کیلئے ''استاذ'' تیار کیا ہے۔

قربان جائیں، ایسی خوبصورت عشق و محبت میں ڈوبی ہوئی تحریر پر جس نے سارے سوالات کا جواب سارے شبہات کا ازالہ اور ساری ترجیحات کا تعین کر دیا ہے۔

قرآن شریف میں سورۃ اعراف کے دو مختلف مقامات پر آپ کو ''النبی الامی'' کے لقب سے نوازا گیا۔ آیت نمبر 157۔ الذی یتبعون الرسول الامی اور آیت 158۔ فامنوا باللہ رسولہ النبی الامی۔

محمد مصطفیٰؐ کا اپنا فرمان۔ اس سلسلے میں ہماری بڑی رہنمائی کرتا ہے،

انا امۃ امیہ لاتکتب و لا تحسب الشھر ھکذا و ھکذا وعقد الایام فی الثالثہ والشھر ھکذا وھکذا یعنی تمام ثلاثین''

آپ نے فرمایا۔ ہم لوگ اُمی قوم سے ہیں نہ حساب کرتے ہیں نہ لکھنا جانتے ہیں نہ گنتی جانتے ہیں، مہینہ اس طرح ہے اور اس طرح ہے یعنی اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کی مدد سے 30 عدد سمجھایا۔

یہ روایت بالکل واضح کرتی ہے کہ آپ لکھنا پڑھنا حساب کتاب اور گنتی تک نہیں جانتے تھے۔ یعنی 29 اور 30 کی گنتی کو ہاتھ کے اشارے سے واضح کرتے تھے۔ لیکن کس وقت؟ نبوت سے پہلے نبوت کے بعد تو علم کے سارے خزانے آپ کے قدموں میں ڈھیر کر دیئے گئے۔

اس پس منظر کی بناء پر جب آپ پر وحی کے ذریعہ قرآن اترا۔ جس میں اعداد ایک سے لے کر ایک لاکھ سے بھی زیادہ عدد استعمال کیے گئے۔ مثلاً

ایک (واحد) قل ھو اللہ احد۔ اللہ ایک ہے

دو (اثنان) دو گواہ

تین (ثلثہ قروء) مطلقہ بیوی کی عدت تین حیض

گیارہ (احد عشر کوکبا) 11 ستارے

Marfat.com

انیس (علیها تسعة عشر) 19 فرشتے

چالیس (وبلغ اربعین سنة) اور پہنچا چالیس برس کی عمر تک، سورۃ احقاف

پچاس (الاخمسین عاما) پچاس سال۔ سورۃ عنکبوت

ساٹھ (ستین مسکینا) 60 مسکین۔ سورۃ مجادلہ

ننانوے (له تسع وتسعون)

ایک ہزار (وان یکن منکم الف) اگر تم میں سے ایک ہزار ہوں۔ سورۃ انفال

پچاس ہزار (خمسین الف سنة) پچاس ہزار سال

ایک لاکھ (الیٰ مائة الف) سو ہزار کی طرف۔ سورۃ الصفت

یہ صرف گنتی کی چند مثالیں ہیں جو قرآن شریف میں دہرائی گئی ہیں۔ انہیں انسانوں کے سامنے بیان کرنے والی شخصیت محمد مصطفیٰؐ ہیں۔

وحی سے پہلے تو بھی انگلیوں کی مدد سے بیان کرنے والے محمد مصطفیٰؐ وحی کے بعد لاکھوں سے بھی اوپر حساب بیان کرنے والے محمد مصطفیٰؐ۔ یہی معجزہ ہے۔ اگر آپ اُمی نہ ہوتے تو یہ معجزہ نہیں ہوسکتا تھا۔ آیئے ہم سب مل کر گواہی دیں کہ محمد مصطفیٰؐ اللہ کے سچے نبی ہیں۔

سیرت مصطفیٰؐ کے پچاس موتی

ذیل میں حضرت محمد مصطفیٰؐ کے چند اخلاق ومحاسن پیش کئے جاتے ہیں جو بنی نوع انسان کیلئے باعث نمونہ ہیں۔

(1) حضور علیہ السلام اپنے سارے کام خود کرتے تھے، مویشیوں کو خود چارہ ڈالتے، اونٹ باندھتے، گھر میں صفائی کرتے، بکری دوہتے اور اپنا وزن خود اٹھاتے۔

(2) اپنے غلاموں (خادموں) کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے۔

(3) ہر ادنیٰ اعلیٰ چھوٹے بڑے کو سلام میں پہل کرتے۔

(4) جو کوئی ساتھ چلتا اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھام کر چلتے۔

(5) کسی غریب امیر آقا غلام میں کوئی فرق روا نہ رکھتے۔

(6) رات دن کا ایک ہی لباس رکھتے۔

(7) حقیر سے حقیر شخص انہیں دعوت دیتا تو قبول کر لیتے۔

Marfat.com

(8) جو کچھ سامنے ہوتا اسے خوش ہو کر کھا لیتے۔

(9) کھانا اگلے وقت کیلئے بچا کے نہ رکھتے بلکہ بانٹ دیتے۔

(10) نیک خو، کریم الطبع اور کشادہ رو تھے۔

(11) خندہ رو، ملنسار، عام طور پر خاموش رہنے والے، ذکر خدا کرنے والے، لغویات سے دور اور بہترین رائے رکھنے والے تھے۔

(12) حضور علیہ السلام نے ہر موقع پر مشورے کو اہمیت دی البتہ وحی کی صورت میں مشورہ طلب ہی نہیں کیا کیونکہ حکم خداوندی کے آگے انسانوں کے مشورہ کی اہمیت نہ ہے۔

(13) ترش رو نہ تھے، متواضع تھے، سخی تھے مگر فضول خرچ نہ تھے۔

(14) ہر ایک پر رحم فرماتے، کسی سے کوئی لالچ نہ رکھتے تھے۔

(15) کسی بھی خادم کو کبھی نہیں ڈانٹا، اور اُف تک نہیں کی۔

(16) کبھی گندی بات نہیں کی اور گالی آپ کو آتی تک نہیں تھی۔

(17) جو کوئی سامنے آتا، فدائی بن جاتا۔

(18) کسی پر لعنت نہ کرتے بلکہ اس کو پسند بھی نہ فرماتے۔

(19) کوئی تکلیف دیتا صبر کر لیتے اور معاف کر دیتے۔

(20) آپ اکثر خاموش رہتے، اور بلاضرورت کبھی گفتگو نہ فرمایا کرتے۔

(21) آپ کی گفتگو نہایت میٹھی اور دلآویز ہوتی تھی، کفار اسی لئے سمجھتے آپ جادو کرتے ہیں۔

(22) آپ کھل کر ہنسی پسند نہ فرماتے تھے صرف ہلکا سا تبسم فرماتے۔

(23) نماز تہجد میں عام طور پر رو پڑتے تھے۔

(24) انتہائی دکھ کی حالت میں بھی اللہ کا شکر بجالاتے، حتیٰ کہ جب آپ کے فرزند کمسنی میں فوت ہوئے، تو فرمایا کہ آنکھوں میں نم ہے دل میں غم ہے اے ابراہیم ہمیں تیری وجہ سے دکھ ہوا۔ مگر ہم اللہ کی رضا پر راضی ہیں۔

(25) رات کو بھوکا نہ سوتے، اور نہ زیادہ کھانا کھا کر سوتے۔ آپ فرماتے کہ معدہ کا ایک حصہ کھانے، ایک حصہ پانی اور ایک حصہ خالی چھوڑا جائے۔

(26) نیم حکیم سے علاج کو ناپسند فرماتے اور پرہیز علاج سے بہتر خیال رکھتے۔

(27) حرام اشیاء کو بطور دوا استعمال سے منع فرماتے اور کہتے اللہ نے حرام اشیاء میں شفا نہیں رکھی۔

Marfat.com

(28) تیمارداری باقاعدگی سے کرتے اور بیمار جو چیز بھی مانگتا اس کا انتظام کرتے۔

(29) بیماری میں علاج کرانے کی ہدایت فرماتے۔

(30) آپ صدقہ ہرگز وصول نہیں کرتے تھے البتہ ہدیہ قبول فرماتے۔

(31) جو قیمتی تحائف آپ کے پاس آتے آپ انہیں سب میں تقسیم کر دیتے۔

(32) شادی کی ایک تقریب میں آپ تشریف لے گئے چھوٹی بچیوں نے یہ گایا کہ ہمارے درمیان نبی ہے جو آئندہ کی بات بتا دیتا ہے جواباً حضور علیہ السلام نے منع فرمایا۔ کہا کہ یہ نہ کہو، یعنی آپ نے انہیں منع فرمایا۔

(33) آپ نے فطری مظاہر کو کسی خاص واقعہ کی نسبت جوڑنے سے منع فرمایا۔ آپ کے فرزند ارجمند ابراہیم فوت ہو گئے آپ بہت رنجیدہ ہوئے اس دن سورج گرہن ہو گیا تو کچھ لوگوں نے کہا کہ ایسا ابراہیم کی موت سے ہوا ہے آپ نے بعد ازاں کھلے عام خطبہ میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ سورج، چاند کسی کے مرنے یا جینے سے گہنا نہیں کرتے، آج کل عام طور پر دعویٰ کر دیا جاتا ہے فلاں صاحب کو فلاں دن مل گیا ہے۔ یا بارش ہو گئی ایسا نہیں کہنا چاہیے کہ قدرت کی چیزوں کا تعلق کسی کے مرنے جینے سے نہ ہے۔

(34) مجلس میں کبھی پاؤں پھیلا کر نہیں بیٹھتے۔ مصافحہ کیلئے خود پہلے ہاتھ بڑھا دیتے۔

(35) کسی کی بات کبھی درمیان میں نہ توڑتے۔

(36) اگر فرض نماز نہ پڑھ رہے ہوتے تو کوئی پاس آ بیٹھتا تو نماز کو مختصر کر دیتے اس شخص کی ضرورت پورا کر کے پھر نماز شروع کر دیتے۔

(37) عاجزی کرتے، ایک دفعہ فرمایا میں بادشاہ نہیں ہوں میں غریب عورت کا فرزند ہوں جو سوکھی روٹی کھایا کرتی تھی۔

(38) نفلی عبادت چھپ کر ادا کرتے۔

(39) اگر اپنے ساتھ کسی کا معاملہ ہو تو آپ ہمیشہ معاف فرماتے جبکہ کوئی آپ کے پاس فیصلہ کیلئے آتا آپ دونوں کا موقف سن کر معروضی حالات کو سمجھ کر انصاف کے مطابق فیصلے فرماتے، لیکن ساتھ یہ فرماتے کہ میں نے آپ کے بیان کے مطابق فیصلہ کیا ہے اگر کوئی بات مخفی ہو تو اللہ بہتر جانتا ہے۔

(40) آپ اپنے دشمنوں پر بھی ہمیشہ رحم فرماتے، مکہ میں کفار کے علاقہ میں قحط پڑا آپ نے بارش

Marfat.com

کیلئے دعا فرمائی اور وہاں غلہ بھیجا۔

(41) آپ سائل کو کبھی مایوس نہ کرتے اگر آپ کے پاس کچھ نہ ہوتا تو قرض لے کر دے دیتے۔

(42) آپ ہر قسم کی تکلیف برداشت کر لیتے مگر کسی سے اظہار نہ کرتے۔

(43) آپ فرمایا کرتے تھے اگر کوئی شخص مقروض مر جائے اور مال نہ چھوڑے تو اس کا قرض ہم ادا کریں گے اور اگر مال چھوڑے تو وہ وارثوں کا حق ہے۔

(44) عزت نفس کا اتنا خیال کرتے کہ کسی کو سمجھانا ہوتا تو عمومی انداز میں مجلس میں سمجھا دیتے، نام لے کر نہیں۔

(45) آپ عام طور پر کھجور اور پانی پر گزارہ کرتے گیہوں کی روٹی کبھی کبھی کھاتے۔

(46) آخر وقت آپ کے گھر چراغ جلانے کیلئے تیل بھی نہ تھا، حضرت عائشہ پڑوس سے تیل ادھار لائیں۔ آپ نے فرمایا۔ یا اللہ آل محمدؐ کو صرف اتنا دے کہ وہ جتنا پیٹ میں ڈال دیں۔

(47) آپ گھوڑ دوڑ اور مردانہ ورزشوں کو پسند فرماتے تھے۔

(48) آپ بچوں پر بہت زیادہ شفقت فرمایا کرتے تھے۔ بچوں کے قریب سے گزرتے تو ان کو اسلام علیکم کہا کرتے، ان کے سروں پر ہاتھ رکھتے اور بعض اوقات انہیں گود میں اٹھا لیتے تھے۔

(49) آپ بوڑھوں پر بھی بہت زیادہ عنایت فرمایا کرتے تھے۔ فتح مکہ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق اپنے بوڑھے والد کو آپ سے بیعت کی غرض سے آپ کے پاس لائے تو خفا ہوئے اور کہا کہ آپ نے انہیں تکلیف کیوں دی، میں خود ان کے پاس چلا جاتا۔

(50) آپ سفارش کو پسند نہ فرماتے تھے۔ ایک دفعہ فاطمہ نامی عورت چوری کے الزام میں گرفتار ہوگئی، تو اس کے رشتہ داروں نے آپ کے منہ بولے بیٹے حضرت زید کے ذریعہ سفارش کروائی آپ نے اس حرکت کو پسند نہیں فرمایا اور کہا کہ خدا کی قسم اگر ایسے الزام میں میری بیٹی فاطمہ بھی ہوتی تو میں اس کو شرعی سزا دیتا۔

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسم محمد سے اجالا کر دے

Marfat.com

سیرت رسول ایسا موضوع ہے جو زمان ومکان کی حدوں سے ماورا ہے۔ اس کائنات میں موجود نہ صرف ہر جاندار، بے جان، باشعور اور بے شعور نے محمد مصطفےٰ کو خراج عقیدت پیش کیا اور ان کی عظمت کی گواہی دی۔ بلکہ سب سے بلند وبالا ہستی خالق کائنات رب العزب اللہ تبارک وتعالیٰ نے خود وھو بالافق الاعلیٰ۔ (محمد صلعم انسانیت کے بلندترین مقام پر فائز ہیں) کہہ کر اپنی گواہی دی اور انسانوں کو بھی یہ تلقین کی کہ تم بھی میری طرح حضرت محمدؐ پر درود وسلام کے پھول نچھاور کرو۔ اُس طرح کر کے ہم اپنے جملہ مسائل کا حل تلاش کر سکتے ہیں۔

سیرت رسول پر بہت زیادہ کام ہوا ہے لیکن یہ سارا مواد مختلف لائبریریوں، مقامات اور اشخاص میں بکھرا ہوا ہے اس طرح اس سے استفادہ حاصل نہیں کیا جا سکتا۔

کیا ایسا ممکن نہیں کہ ہم سب مل جل کر کوشش کریں کہ حسب استطاعت سیرت رسول پر جملہ مواد کو ایک جگہ جمع کریں تاکہ کوئی بھی شخص طالبعلم یا سکالر اس سے استفادہ کرنا چاہے تو وہ باآسانی کر سکے۔

میں آخری بات کرنے سے پہلے آپ کو اس بڑھیا کا واقعہ یاد کرانا چاہتا ہوں جو مصر کے بازار میں حضرت یوسف علیہ السلام کو خریدنے کیلئے مصر کے بازار پہنچ گئی وہاں کسی نے اس سے پوچھا کہ یہاں تو انہیں خریدنے کیلئے سارے بادشاہ امراء روساء اور وزراء آئے ہیں۔ تو ان چند ٹکوں کا مال لے کر کیسے یہاں آ گئی ہو۔ تو اس بڑھیا نے جواب دیا کہ بیٹا مجھے بھی پتہ ہے کہ ایسا نہیں ہو سکتا لیکن میں یہاں اس لئے آئی ہوں کہ میرا نام بھی یوسف کے خریداروں میں آ جائے۔

میرے بھائیو! آئیں اس کام کو اپنی حسب استطاعت اس پوٹلی سے شروع کرتے ہیں۔ اور اپنا نام محمدؐ کے چاہنے والوں میں لکھاتے ہیں۔ اگر آپ اس سے متفق ہوں تو مجھے یاد کر سکتے ہیں۔

والسلام

قاضی ظاہر الہاشمی ایڈووکیٹ
03335068037

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسمِ محمدؐ سے اجالا کر دے

Marfat.com

اگر زمین و آسمان کاغذ کا روپ دھار لیں، اس دنیا میں موجود تمام درخت قلم بن جائیں دریاؤں اور سمندروں کا پانی سیاہی میں تبدیل ہو جائے اور اس دنیا میں پیدا ہونے والے انسان سیرت رسول ﷺ لکھنا شروع کر دیں تو کیوں نہ انسانوں کے جسم تو کیا ان کی سوچ بھی فنا ہو جائے، ان کی عمریں ختم ہو جائیں، درختوں سے بنے یہ سارے قلم لکھتے لکھتے گھس کیوں نہ جائیں، زمین و آسمان کا چپہ چپہ سیرت رسول سے بھر نہ جائے۔ محمد ﷺ کا ذکر۔ محمد ﷺ کی سیرت۔ محمد ﷺ کی تعریف ختم نہیں ہوگی۔

تھک چکی ہے فکر رسا مدح باقی ہے　　　تمام عمر لکھا مدح باقی ہے
قلم ہے آبلہ پا مدح باقی ہے　　　ورق تمام ہوا مدح باقی ہے

ایک قرآن وہ ہے جو 30 پاروں میں بند ہے اور جس کی تلاوت کرۂ ارض کے ہر حصہ میں، روز و شب کی ہر ساعت میں ہوتی ہے۔ جو کہ اذانوں میں گونجتا، نمازوں میں دمکتا اور یاد اللہ کی تنہائیوں میں چمکتا ہے، جو عابدوں کا اوڑھنا، زاہدوں کا لباس، فقیروں کا توشہ، عالموں کی غذا، فقیہوں کی روشنی، اور درویشوں کی متاع ہے۔

دوسرا قرآن وہ ہے جو 13 برس تک مکہ کی گلیوں میں پھرتا اور پتھر کھاتا ہے جس کی ریش مبارک پر خون کے قطرے جم گئے تھے، جسکے یمین و یسار جانبازوں اور جانثاروں کا ایک لشکر جمع ہوتا گیا۔ جس کے قدموں کی ایک ایک چاپ پر صدیقؓ و عمرؓ، عثمانؓ و علیؓ بچھے جاتے تھے۔ جو سید النساء کا باپ حسنین کا نانا تھا۔ درود و سلام ہو اس عظمت کے مینارہ پر جو خلوتوں کا ملجا اور جلوتوں کا مالک ہے۔

نگاہ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر　　　وہی قرآن وہی فرقان، وہی یٰس وہی طٰہٰ

اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلویؒ

مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام　　　شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام
ختم باب نبوت پہ بے حد درود　　　ختم دور رسالت پہ لاکھوں سلام
جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آ گیا　　　اس نگاہ عنایت پہ لاکھوں سلام
اس کی پیاری فصاحت پہ بے حد درود　　　اس کی دلکش بلاغت پہ لاکھوں سلام
وہ دعا جس کا جوبن بہار قبول　　　اس نسیم اجابت لاکھوں سلام
جس کی تسکین سے روتے ہوئے ہنس پڑیں　　　اس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام
کل جہاں ملک اور جو کی روٹی غذا　　　اس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام

Marfat.com

کچھ اپنے خاندان کے متعلق

میں اپنا تعارف کسی اور سے کروانے کی بجائے خود اپنی زبانی کروانا چاہتا ہوں، ویسے تعارف کے متعلق میرا یہی خیال ہے کہ

تعارف تو فقط اک رسم سی ہے — خون جیسے بھی ہو خود بولتا ہے

انشاء اللہ آپ جب کتاب پڑھیں گے۔ آپ ضرور میری بخشش کیلئے اپنے ہاتھ بلند کریں گے، لیکن رسماً میں اپنے آباؤ اجداد کا مختصر سا پس منظر آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ تا کہ میرا یہ دعویٰ کہ

ہم نے ہر دور میں تقدیس رسالت کیلئے — وقت کی تیز ہواؤں سے بغاوت کی ہے
توڑ کر سلسلہ رسم سیاست کا فسوں — اک فقط نام محمدؐ سے محبت کی ہے

درست ثابت ہو سکے۔

ہمارے جد امجد کو سید شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے اپنی خلافت دے کر عرب سے ہندوستان بھیجا تا کہ توحید وسنت کے تقاضوں کے عین مطابق شریعت وطریقت کو مکمل ہم آہنگ کرتے ہوئے، دین اسلام کو عام کیا جائے، ہمارے جد امجد جب یہاں پہنچے تو اس وقت برصغیر میں شہنشاہ اکبر پوری آب وتاب سے حکومت کرر ہا تھا، اس نے طاقت کے نشہ میں ملک کی سیاسی، سماجی تمدنی اور مذہبی حالت کو یکسر بدل دیا تھا۔ دین محمد عربی کی جگہ دین اکبری کو متعارف کرا دیا گیا تھا، ہمیشہ کی طرح موقعہ پرست علماء اور درباری مشائخ نے اسے تسلیم کرنا شروع کر دیا تھا۔

ایسے میں خواجہ باقی اللہ کے مکتب کے ایک ہونہار فرزند مجدد الف ثانی نے اس چیلنج کو قبول کیا اور برصغیر میں اسلام کی نشاط ثانیہ کا دور شروع ہوا اور یہ روشنی سرہند سے نکل کر پورے خطہ میں پھیل گئی، شہنشاہ اکبر نے حضرت مجدد الف ثانیؒ کو گرفتار کر کے گوالیار جیل میں بند کر دیا۔ اس نازک وقت میں ہمارے خاندان کے پہلے جد امجد ابو سلطان احمد ہاشمی نے قاضی القضاۃ کا سرکاری عہدہ چھوڑ کر حضرت مجدد الف ثانی کی تحریک میں شامل ہونے کا اعلان کر دیا اور تحریک زور دار طریقہ سے شروع ہوگئی، اسی اثناء میں اکبر بادشاہ فوت ہو جاتا ہے اور اس کا جانشین جہانگیر فرمانروا بن جاتا ہے اور اس نے پہلا اعلان جو کیا ''اکبر بادشاہ کی جملہ غیر شرعی سرگرمیوں کا خاتمہ'' تھا۔ ابو سلطان ہاشمی کی وفات کے بعد ان کے جانشین سلطان احمد ہاشمی اپنے اسی مشن کی پاسداری کیلئے میدان عمل میں آتے ہیں۔

Marfat.com

سلطان احمد ہاشمی

سلطان احمد ہاشمی انتہائی جہاندیدہ شخصیت تھے انہوں نے تقریباً اپنی آنکھوں کے سامنے 11 مغل بادشاہوں کا عروج وزوال دیکھا، ان بادشاہوں میں (۱) اورنگزیب۔(۲) شاہ عالم بہادر۔ (۳) شہنشاہ معز الدین۔(۴) شاہ معین احمد۔(۵) شاہ شمس الدین۔(۶) محمد شاہ۔(۷) احمد شاہ۔ (۸) عالمگیر ثانی۔(۹) شاہجہان ثالث وغیرہ شامل تھے۔

قاضی سلطان احمد ہاشمی نے اپنے دور میں سیواجی، مرہٹوں، جاٹوں اور سکھوں کے مظالم کے خلاف مختلف تحریکیں چلائیں فقہی مسالک کے اختلافات کو کم کرنے میں انہوں نے مثالی کردار ادا کیا۔ چونکہ آپ فقہ اصول فقہ تفسیر اور حدیث کے مستند عالم دین تھے۔ لہذا آپ نے مسلمانوں میں بین المسالک اتفاق واتحاد پیدا کرنے کی حتی الامکان کوشش کی، مختلف موضوعات پر آپ کی کئی قلمی کتب بھی تصنیف شدہ ہیں۔

قاضی عبدالقادر الہاشمی (اول)

قاضی سلطان احمد الہاشمی کے دو بیٹے قاضی پیر محمد الہاشمی اور قاضی عبدالقادر الہاشمی تھے۔ اپنے والد کی وفات کے بعد ان دونوں حضرات نے انہی خطوط پر اپنی جدوجہد کو آگے بڑھایا۔ یہ وہ وقت تھا جب سکھ تحریک نے مزاحمتی رنگ اختیار کرنا شروع کر دیا تھا۔ سکھ تحریک دسویں صدی میں بابا گورونانک نے شروع کی۔ شہنشاہ جہانگیر نے ان کے پانچویں گرو ارجن کو سختی سے کچلنے کی کوشش کی اور اس طرح یہ تحریک درویشی سے مزاحمتی تحریک کا روپ دھار گئی، ایک گرو بندا بیراگی نے لوٹ مار اور تشدد شروع کر دیا، لاہور کے صوبیدار عبدالصمد تورانی نے اسے سختی سے کچل دیا۔ اس کا وسیع پیمانے پر ردعمل ہوا۔ تقریباً یہی وقت تھا کہ سکھوں نے مشتعل ہوکر بحیثیت قوم مسلمانوں کے خلاف اعلان جنگ کر دیا، مسجدوں پر قبضہ کر کے ان کا نام مست گڑھ رکھ دیا گیا، اذانوں پر پابندی عائد کردی وہاں گرنتھ پڑھنا شروع کر دیا۔

یہ تھا وہ پس منظر جب قاضی عبدالقادر الہاشمی اپنے والد محترم قاضی سلطان احمد الہاشمی کی وفات کے بعد قاضی القضاۃ کی حیثیت سے سامنے آئے۔

قاضی عبدالقادر الہاشمی نے دیگر مسلمان اکابرین علماء ومشائخ عظام سے مل کر پورے برصغیر میں طوفانی دورے کیئے، اور سکھ مظالم کے خلاف بھرپور احتجاج کیا اور مسلمانوں کو حوصلہ امید اور جہد مسلسل کی تلقین کی۔ آپ نے عربی، فارسی زبانوں میں کئی کتب تحریر کیں۔

Marfat.com

قاضی فضل احمد ہاشمی

قاضی فضل احمد ہاشمی کو برصغیر میں خاندان ہاشمیہ کا اگر بنیادی ستون کہا جائے تو یہ بے جا نہ ہوگا۔ انہوں نے عربی ثقافت، زبان اور ان سارے علوم کی حفاظت کی جو ان کا خاندان عرب سے اپنے ساتھ لایا تھا۔

جدون قبیلہ اور دیگر قبائل کے جملہ خاندانوں کے ایک اجتماعی جرگہ نے پشاور جا کر ان سے استدعا کی کہ وہ ''رجوعیہ'' آ کر ان کے ''قاضی القضاۃ'' کا منصب سنبھالیں، چنانچہ وہ رجوعیہ آ گئے، جدون قبیلہ کی ہزارہ آمد کے وقت یہ پہلے قاضی القضاۃ تھے۔

انہوں نے بھی بہت سی کتب تحریر کیں۔ ''بحث العلوم'' عربی زبان میں لکھی جانے والی ان کی شہرہ آفاق کتاب تھی۔ اس کتاب کے آخر میں انہوں نے اپنا نام کچھ اس طرح لکھا۔

''اضعف عباداللہ الصمد فقیر فضل احمد قریشی الہاشمی و نسل علی کرم اللہ وجہہ'' ان کی اپنی کوئی اولاد نہیں تھی، مگر انہوں نے ساری توجہ اپنے بھائیوں قاضی فیروز الدین، قاضی ابراہیم، قاضی صالح محمد اور قاضی نیک محمد کی تعلیم و تربیت پر دی۔ قاضی نیک محمد ہاشمی کو سکھوں نے بغاوت کے الزام میں درخت کے ساتھ باندھ کر آرے سے چیرا، ان کی قبر مبارک چکار کشمیر میں ہے۔ قاضی صالح محمد نے بنگال میں فرائضی تحریک کی بھرپور معاونت کی۔

قاضی فیروز الدین الہاشمی

قاضی فضل احمد ہاشمی نے اپنی پوری زندگی بھرپور طریقہ سے گزاری رجوعیہ میں ہی ان کی وفات ہوئی۔ ان کی وفات کے بعد جدون عمائدین نے قاضی فیروز الدین ہاشمی کو قاضی القضاۃ کی پگڑی پہنائی۔

اپنے اسلاف کی طرح انہوں نے بھی اپنی زندگی تقدیس رسالت کیلئے وقف کر دی، یہ بھی فقہ، اصول فقہ، تفسیر اور حدیث کے مستند عالم دین تھے۔ سلسلہ قادریہ کے خلیفہ مجاز ہونے کی حیثیت سے روحانی سلسلے کو انتہائی ثابت قدمی سے برقرار رکھا۔

1831ء میں سکھوں کے خلاف سید اسماعیل شہید اور سید احمد بریلوی کی زیر قیادت بے مثال جدوجہد کی۔ آپ نے بھی عربی اور فارسی میں تفسیر، فقہ اور منطق کے موضوعات پر کئی کتابیں تصنیف کیں۔

Marfat.com

قاضی عبدالقادر الہاشمی (دوم)

یہ تقریباً 1850ء کے لگ بھگ پیدا ہوئے۔ قاضی فیروز ہاشمی کی وفات کے بعد آپ کو قاضی القضاۃ کی پگڑی پہنائی گئی۔

اس رسم میں جدون ودیگر قبائل کی ہر خیل اور ہر خاندان کا ایک ایک نمائندہ شریک ہوا۔

1857ء کی جنگ آزادی کی ناکامی مسلمانوں پر کافی مصیبتوں کا باعث بنی، اس نازک وقت میں آپ نے اپنی جدوجہد کی اور مسلمانوں کی بھرپور قیادت اور رہنمائی کی۔

تقابل ادیان فقہ حدیث اور تفسیر کے علوم پر مکمل طور پر دسترس تھی، غیر مسلم مشاہیر کے ساتھ مناظرہ اور مکالمہ میں آپ کو ہر جگہ بلایا جاتا، اور آپ دین اسلام کی حقانیت کو ثابت کرتے، اس طرح کثیر تعداد میں غیر مسلم دائرہ اسلام میں داخل ہوتے رہے ختم نبوت کا عقیدہ، محمد مصطفیٰ کی عزت، محمد مصطفیٰ کے وقار وعصمت، دستار حرم وجود اور اساس سے متعلق تھا۔ اور آپ نے اپنے آپ کو عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کیلئے وقف کیے رکھا۔

جب 1884ء میں مرزا غلام احمد قادیانی نے برائن احمدیہ کے ذریعہ اولاً مجدد ہونے کا دعویٰ کیا۔ تو آپ نے اسی وقت اس خطرہ کو بھانپ لیا تھا، اس فتنہ کی سرکوبی کیلئے پیر مہر علی شاہ آف گولڑہ شریف اور دوسرے علماء ومشائخ بھی برسرپیکار تھے، اس سلسلہ میں قاضی عبدالقادر الہاشمی نے بھی ان کی معیت میں بھرپور جدوجہد کی آپ بروز بدھ بوقت عصر 16 جنوری 1930ء کورجوعیہ میں فوت ہوئے۔

قاضی عبدالحیٔ چن پیرا الہاشمی

خاندان بنی ہاشم کی عظیم المرتبت شخصیت پیر طریقت، عالم باعمل، رشد وہدایت کی عملی تصویر جناب قاضی چن پیر الہاشمی 9، اپریل 1918ء کورجوعیہ میں پیدا ہوئے۔ آپ حدیث تفسیر، فقہ، اصول فقہ، منطق اور فلسفہ کے جید عالم دین تھے۔

1962ء میں حکومت پاکستان کے زیر اہتمام پاکستان کے تمام منتخب علماء پاکستان کے امتحان میں اول آئے، آپ نے اسلامی تعلیمات، العروۃ الوثقیٰ، مسائل نماز، تفسیر فیوض القرآن، اربعین الہاشمی، مقالات ہاشمی، خطبات ہاشمی اور مکتوبات ہاشمی جیسی شہرہ آفاق کتابیں تصنیف کیں، ''اسلامی تعلیمات'' تو ایسی کتاب تھی جسے ہر مکتب فکر نے بے حد پسند کیا۔ اور یہ کتاب MA کے نصاب میں بھی شامل ہے۔

آپ نے رفض وبدعت، رسومات باطلہ اور سماجی برائیوں کے خلاف بھرپور تحریک چلائی، اسی

Marfat.com

طرح تعمیر مساجد، تحریک قیام اسلامی مدارس وقرآنی مکتب تحریک دفاع صحابہ کرام، تحریک دعوت وتبلیغ، تحریک اصلاح معاشرہ، تحریک نظام مصطفےٰ، تحریک نفاذ شریعت اسلام اور تحریک ختم نبوت میں بے پناہ خدمات سرانجام دیں۔

اپنی 70 سالہ زندگی کو توحید وسنت اور تقدیس رسالت کیلئے وقف کر دیا۔

قیام پاکستان سے قبل دو قومی نظریہ کی ترویج کیلئے آپ کی بے مثال خدمات ہیں، 1940ء میں قرارداد پاکستان کے موقع پر آپ عملی طور پر اس میں شامل تھے۔

آپ نے بیرون ملک بغداد، شام، سعودی عرب وغیرہ میں منعقدہ عالمی کانفرنسوں میں عالمی عمائدین سے خطاب کیا۔

کعبۃ اللہ میں رکن یمانی کے قریب مذہبی مجالس سے اس تواتر سے خطاب کرتے رہے کہ اس مقام کا نام ''مقام چن پیر'' مشہور ہو گیا۔

آپ 26 جولائی 1990ء میں فوت ہوئے حویلیاں شہر اور اگرد گرد جملہ مضافات کے عوام نے انتہائی غم ورنج اور سسکیوں میں انہیں الوداع کہا اور مرکزی جامع مسجد حویلیاں کے صحن میں انہیں دفن کیا گیا۔

Marfat.com

کچھ اپنے متعلق

سال 1954ء میں پیدائش ہوئی، میٹرک 1969ء اسلامی یونیورسٹی بہاولپور سے کیا۔ اور اس دور میں برصغیر کے نامور مفسر مولانا سید شمس الحق افغانی سے دورۂ تفسیر اور محدث جناب سید احمد سعید کاظمی سے سند الاجازۃ فی الروایت الحدیث کی اسناد حاصل کیں۔ LLB پشاور یونیورسٹی سے کیا اور ایبٹ آباد میں اپنی نوعیت کے منفرد وکیل جناب الحاج سردار بہادر خان ایڈووکیٹ کی سرپرستی میں وکالت شروع کی۔

بعدازاں ''سیاسیات'' کا لیکچرار مقرر ہو گیا، مگر دو سال بعد استعفیٰ دے کر وکالت کی مشکل زندگی کو دوبارہ اپنا لیا۔ مگر لاء کالجز میں قانون کے Visting Porfessor کی حیثیت سے خدمات جاری رکھیں۔ قانون اور سیاست کے موضوع پر کافی کتب تصنیف کیں۔

میرے ایک عزیز دوست جناب سید شاہ حسین کاظمی نے 12 ربیع الاول کو ہریپور میں محفل میلاد منعقد کی، اور اس میں خطاب کیلئے مجھے بلایا گیا، کسی بھی مذہبی موضوع پر ''تقریر'' میرا پہلا تجربہ تھا۔ اس کے بعد میں نے تہیہ کر لیا کہ آئندہ اپنی زندگی کو ''سیرت رسول پاک'' کیلئے وقف کر دوں۔ اور یہی تحریک اس کاوش کی وجہ تصنیف بنی۔

اس خوبصورت موضوع پر جب میں لکھنے بیٹھا تو کئی عجیب وغریب واقعات پیش آئے مثلاً میری مالی مشکلات اچانک ختم ہو گئیں۔ ان دنوں مجھے ''شائیکا'' کے درد کا سامنا تھا۔ مگر محمد مصطفےٰ کے طفیل غائب ہو گیا۔

جب میں نے کتاب مکمل کر کے کمپوزر کے پاس بھیجی تو ایک رات میں نے خواب میں اپنے والد محترم جناب قاضی عبدالحئی چن پیر الہاشمی کے دوست جناب سید ضامن شاہ مرحوم کو دیکھا تو شاہ صاحب نے مجھے سیرت رسول پاک لکھنے پر شاباش دی اور مجھے ایک نقشہ دکھایا۔ وہ نقشہ غالباً اردن للقاء اور ایک بستی ''مشارف'' کے علاقے کو ظاہر کر رہا تھا۔

سید ضامن شاہ صاحب نے مجھ سے خواب میں شکوہ کیا کہ تم نے اس علاقے میں اہم خدمات سرانجام دینے والے ہمارے ایک بزرگ کو مناسب کوریج نہیں دی، صبح جب میری آنکھ کھلی تو سوچ میں پڑ گیا کہ میں نے کس شخصیت کو مناسب کوریج نہیں دی، مجھے کوئی سمجھ نہیں آرہا تھا، ظاہری طور پر میں مطمئن تھا کہ میں نے تمام واقعات کو مختصراً بیان کیا ہے خواب میں جب شاہ صاحب مجھے یہ سب بتا رہے تھے تو اس وقت میں یہی سوچ رہا تھا کہ شاہ صاحب جغرافیہ کا اتنا اہم نقشہ بتا رہے ہیں حالانکہ وہ بمشکل اپنا دستخط

Marfat.com

ہی کر سکتے تھے (یعنی پڑھے لکھے نہیں تھے) کئی دنوں تک مجھے اس کا کوئی حل بھی نہیں دکھائی دیا، لیکن میں نے اسے خواب والی بات سمجھ کر نظر انداز بھی نہیں کیا۔ میرا لاشعور کہہ رہا تھا کہ شاہ صاحب مادر زاد ولی ہیں، خواب میں انکا اشارہ، لازمی طور پر میری کسی کوتاہی کی طرف تھا، اور پھر اچانک مجھے یاد آیا کہ اردن اور مشارف کے آس پاس پیش ہونے والا واقعہ یقیناً ''معرکہ موتہ'' تھا میں نے اس معرکہ موتہ کا جائزہ لیا اور پھر اس پر لکھی ہوئی اپنی تحریر کو پڑھا تو پھر سب کچھ مجھے سمجھ میں آ گیا، حضرت جعفرؓ بن ابی طالب نے جس انداز میں محمد مصطفےٰؐ کے مجاہدوں کی قیادت کی اور جس انداز میں جام شہادت نوش کیا، میں اس انداز کو تحریر کرنے میں ناکام رہا۔ اس کے بعد میں نے ''دادا پوتا'' کے عنوان سے ایک نئی کوشش کی اور اسے کتاب کا حصہ بنا دیا۔

علاوہ ازیں۔ بالکل آخری مرحلہ میں، اس کتاب کے مسودہ کے آخری پروف لے کر ایبٹ آباد سے حویلیاں آ رہا تھا تو راستے میں ہماری بس بریک فیل ہو جانے کی وجہ سے بے قابو ہو گئی، فل سپیڈ سے بے قابو بس انتہائی اترائی کی جانب دیوانہ وار دوڑتی رہی، ذرا تصور کریں کہ اس وقت بس میں بیٹھے ہوئے مسافروں کی کیا کیفیت ہو گی۔ میں اس وقت خدا سے یہی دعا کر رہا تھا کہ یہ فائنل پروف محفوظ رہے۔ خدا پاک نے محمد مصطفےٰؐ کے طفیل میری یہ دعا قبول کر لی اور بس ایک پہاڑی سے ٹکرا کر قلابازیاں کھانے لگی اور خدائے پاک نے مجھے اس سیرت رسول ہاشمی کی وجہ سے بچا لیا۔ کتاب محفوظ رہی۔ البتہ اس کا صفحہ نمبر 51 جتنا متاثر ہوا۔ وہ آپ کے سامنے ہے۔ آپ اسے ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

میں نے اپنی طرف سے سیرت رسولؐ جیسے نازک موضوع پر لکھتے وقت انتہائی احتیاط کا مظاہرہ کیا مگر پھر بھی انسان غلطی کا پتلا ہے۔ اگر مجھ سے اس سلسلے میں کوئی غلطی ہو گئی ہو تو خدائے پاک رب العزت سے میری دعا ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل مجھے معاف فرمائیں۔

والسلام

قاضی محمد ظاہر علی الہاشمی ایڈووکیٹ
(0333-5068037)

Marfat.com

مولانا ابوالکلام آزاد کی شاہکار تصانیف

- ام الکتاب (تفسیر سورہ فاتحہ)
- قرآن کا قانون عروج و زوال
- ارکان اسلام
- اصحاب کہف اور یاجوج ماجوج
- انسانیت موت کے دروازے پر
- غبار خاطر
- مسئلہ خلافت
- قول فیصل
- مسلمان عورت
- مقام دعوت
- قرآن حکیم کی تین سورتیں (ترجمہ و تفسیر)
- ولادت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم
- صدائے حق (امر بالمعروف و نہی عن المنکر)
- اسلام میں آزادی کا تصور
- تذکرہ
- خطبات آزاد
- آزادی ہند
- حقیقت الصلوٰۃ
- فسانہ ہجر و وصال
- شہادت حسین رضی اللہ عنہ
- تصورات قرآن (مولانا ابوالکلام آزاد) مرتبہ: ڈاکٹر سید عبداللطیف
- مولانا آزاد کے سائنسی مضامین مرتبہ: ڈاکٹر وہاب قیصر
- مولانا ابوالکلام آزاد کی قرآنی خدمات افضل حق قرشی
- ابوالکلام آزاد-امام عشق و جنون ڈاکٹر سید عبداللہ
- ذکر آزاد (مولانا ابوالکلام آزاد کی رفاقت میں ۳۸ سال) مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی
- ابوالکلام کی کہانی خود ان کی زبانی مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی

مکتبہ جمال
تیسری منزل، حسن مارکیٹ، اردو بازار، لاہور
Ph. 37232731 Mob. 0300-8834610
Email: mjamal09@gmail.com

Marfat.com